یورپ میں دکھنی مخطوطات

جس میں

ان دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور فارسی نسخوں کے اختلاف بھی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ رہبر سفر یورپ وغیرہ)

۱۳۵۱ھ
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں

شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

۹ خورداد ۱۳۴۱ فصلی

میں اپنی اِس ناچیز تالیف کو

قدردانِ علم و فن شمعِ بزمِ شعر و سخن
ہزاِکسلنسی راجہ راجہان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنتہ بہادرؔ
جی۔سی۔آئی۔ای صدرِ اعظم دولتِ آصفیہ
کے اسمِ گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہوں

ہاشمی

فہرست مضامین

مقدمہ

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔ اے۔ پی اچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اردو شہ پارے۔ اردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ روح تنقید

تنقیدی مقالات ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

وہ زمانہ گذر گیا جب کہ اُردو ادب کی تہی مائگی کا خیال اُردو کے اکثر بہی خواہوں کے لئے باعث صد تاسف تھا۔ اور اس کے بدخواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اُردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاصکر مولوی محمد حسین آزاد کو اس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کد و کاوش کے بعد جو آب حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ ادوارِ شاعری کسی پادر ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہوگئے۔ اب اگر اُن کی "آب حیات" زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاثانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اُردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقا پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی بساط معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اُردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو جو رفیع الشان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر روشناس کرایا گیا ہے تو

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد فاضل اہل قلم قدیم اردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گھر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و مدون کر کے شائع کرنے کی فکر کی جا رہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جامعوں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پرانے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظر بازوں میں مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دکن میں اردو" ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور اس کو عام اردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینانس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ یہی ہے۔

یہی غیر معمولی انہماک تھا کہ انہوں نے یورپ جانے اور دکنی مخطوطوں پر کام کرنے کا موقعہ پیدا کر ہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے ان نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدرآباد کے مایۂ ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم چشموں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی انجمن "ثمرۃ الادب" کے معتمد تھے۔ اور اسی زمانہ سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص انہماک رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب "دکن میں اردو" اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی کماحقہ قدردانی کی گئی۔ اور دکن

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سرامین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو رائے ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص ہمت افزائی کا باعث ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا موضوع کئی وجوہ سے اہم ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اردو لکھنے والوں یا اردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فروگذاشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالئے تو پھر تاریخ ادب اردو میں اورنگ زیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے شمالی ہند اور خاصکر دوآبہ گنگ وجمن جو ہمیشہ تہذیب و تمدن اور علم وفن کا سرچشمہ رہا ہے اردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابت ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈیمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی پرچہ پڑھا ہے۔ جو اکیڈیمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹھہرے۔ وہاں کے باشندوں کے میل جول سے جو نئی مشترکہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اسی کو لیکر وہ دوآبہ گنگ وجمن

[1] دکن میں اردو طبع ثانی کے ساتھ یہ رائے شایع ہو چکی ہے۔

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں بھی داخل ہوئے۔

دوآبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اس پر دوآبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تغلق کے ساتھ دہلی سے اُٹھا اور دکن میں جا کر رُک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشو و نما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دوآبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوتی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دو تین صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔

دکن کی زبان کی شمالی اردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں مندرج ہیں۔ یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دو سو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈیمی میں پڑھا گیا تھا۔ دکن کی اردو سرپرستی اور اردو ادب کی تاریخ ہم نے "اردو شہ پارے" میں منضبط کردی ہے۔ اور جا بجا ان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر "اردو شہ پارے" میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تاکہ اردو زبان پر تحقیق و تفتیش کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اردو ہمیشہ شکر گذار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کردی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس کی ترتیب و تشکیل میں آغاز کار ہی سے دلچسپی لیتا رہا ہوں اس لئے اس کی مدح سرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور ہاشمی صاحب کی یہ کوشش اردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر جگہ حاصل کر لے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے مخطوطوں کا ذکر ہے۔ سرزمین دکن کی وہ لاتعداد کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اردو، نواب سالار جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدرآباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے کتب خانوں میں جو نایاب ذخیرے محفوظ ہیں۔ ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع ہو جائیں۔

ہاشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کٹیلاگوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط[۱] سے معلوم ہوگا جو وہاں کے ارباب اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کر لیا ہے۔ اور بعض ناواقف حضرات کے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا ہے کہ اردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا لاحاصل ہے۔ یہ تو صرف دکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اردو ادب کے متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور کمیاب مواد موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہو سکے گی۔

۱؎ متعدد خطوط کے منجملہ صرف چند اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

Printed at
Chandrakanth Press
Publishers
Book Binders, Rubber Stamp Makers,
Copper-plate Printers and Die-sinkers,
Gowliguda, Hyderabad Dn.

University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's Government of Hyderabad, the thanks of our Library committee for the valuable information which Mr. Hashmi has supplied us with regarding certain of these manuscripts.

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

Paris, le 28 aout 1929.

Nous etranger

MONSIEUR,

La Bibliotheque Nationale vient de recevoir votre envoi de vos.

Corrections au Catlogue does manuscrits indians de la Bibliotheque nationale.

J'ai Lo honneur de vous exprimer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, l'assurance de ma consideration la meilleure et de mes sentiments reconnaissants.

L' Administrateur general.

(Sd.)

M.N. Hashmi, 13, ru du Sommerard

Paris V

ایڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپرل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیرالدین ہاشمی صاحب

ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے - میں ہزاگزالٹڈ ہائنس نظام حیدرآباد کی حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہنچائے ہیں

ایف - سی - نکلسن

کتب خانہ دار

پیرس ۲۸ اگست ۱۹۲۹ ع

جناب عالی

کتب خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے ہندوستانی مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیاں روانہ کی ہیں -

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا کروں -

آپ یقین مانئے کہ ہم ان پر کافی توجہ کریں گے اور میرے نیاز مندانہ سلام کو قبول کیجئے -

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیرالدین ہاشمی

۱۳ رودی سمرارد

پیرس - ۵

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRDIGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our urdu MSS. During his stay here he also visited the Lidraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the urdu MSS., and was able to point-out certain facts that are of importtance for the completion of the Catalouge.

(Sd) Edward J. Thomas,

Under Librarian.

بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

۲ مئی ۱۹۲۹ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ کے تمام اردو مخطوطات کا معاینہ کیا - اور مندرجہ فہرست مخطوطات کے متعلق جو توضیحات کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شرح دستخط

استفن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبرج

۱۵ مئی ۱۹۲۹ع

میں مسرت کے ساتھ تحریر اکرتا ہوں مسٹر محمد نصیرالدین ہاشمی صاحب نے ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا معاینہ کیا

یہاں اپنے دوران قیام میں انہوں نے کنگ کالج - کارپو کالج - اور کریسٹ کالج کا بھی معاینہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو دیکھا - انہوں نے بعض ایسے امور کی وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے مدنظر نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں -

شرح دستخط مددگار کتب خانہ دار

ROYAL ASIATIC SOCIETY,

74 Grosvenor Street,

London W. I.

13th April 29.

DEAR MR. HASHMI,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the Gulshan-e-Ishq among our Hindustani Mss., and for your account of it which will be useful when we Catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,
(Sd.) C. FRAZER.

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں 'پھول بن' کے نسخہ کے انکشاف کے متعلق جو "گلشن عشق" کے ساتھ منضم ہے میں آپ کی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے کارآمد ہوگی مجھے اس امر سے مسرت حاصل ہوئی کہ یہاں آپکے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے فائدہ پہنچا دعا ہے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں - شرحد ستخط

سی فریزر
سکریٹری

FITZWILLIAM MUSEUM, CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N. Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated, had been overlooked by our Catalogues.

(Sd.)

Director.

فٹز ولیم میوزیم کیمبرج

۱۳ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیرالدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معاینہ کیا اور دواوین امیرخسرو کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اسکے کاتب کا نام شناخت کیا جو کسی قدر محو ہو جانے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظر انداز ہو گیا تھا۔

شرحد ستخط ڈائرکٹر

Department of Oriental Printed Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us. I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

شعبہ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

برٹش میوزیم

لندن - ڈبلیو - سی - ۱

۸ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے ہمارے ہندوستانی مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی - میں ان کو حاصل کرکے خوش ہوا اور آپ کا اور آپ کے ذریعہ سے ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام کی حکومت کا بے حد شکر گذار ہوں - ہمارے کمرہ مطالعہ میں آپ گذشتہ چھ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام کرتے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے ہمیں مسرت حاصل ہے - اور میں یہ دیکھکر مسرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کا آمد اور خوشگوار ثابت ہوئیں -

ایک آرام دہ سفر اور وطن میں ایک خوش آیند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا مخلص

یف بارنٹ

محافظ

INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

EAR MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for ır valuable corrections of mis- ies in Professor Blumhardt's *talogue of Hindustani Manuscripts the Library of India Office* and ı your other notes concerning ese manuscripts.

It gives me much pleasure to ik that, so soon after the publi- ion of the Catalogue, our collec- ı of manuscripts should have m studied with such diligence l enthusiasm. I am very glad t the Government of His Exalted ghness the Nizam, sent you to gland, and I feel sure that your it will have fruitful results in thering the study of Urdu Lite- ure.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

انڈیا آفس

وہائٹ ہال - لنڈن - ایس - ڈبلیو - ۱

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلومہارٹ کے انڈیا آفس لیبریری کے اردو مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی تصحیح کی - اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے -

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سونچتا ہوں کہ کتلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اس قدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموع کی اس خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے - میں بہت خوش ہوں کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تفتیش میں وسعت پیدا ہوگی -

آپکا مخلص

سی - استوری

کتب خانہ دار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اُردو کی تاریخ قلمبند کروں یا اس کی ابتدا اور ارتقا پر بحث کروں۔ اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اُردو کے مولد پر تبصرہ کروں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے مختص کر دوں۔ اس خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اُردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن نے بخشا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں ایک زمانہ دراز تک اُردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث ننگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پلی۔ اولیا اللہ کے گود میں کھیلی۔ شرفا اور معززین کے مکانوں میں پھولی پھلی

اُردو کا تعلق دکن سے

سب سے پہلے یہ بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اُردو کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اُردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی اور اس کا بیج انھیں کے ہاتوں سے بویا گیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کب سے شروع ہوا اور وہ کب سے ہندوستان میں بود و باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (۱۳ھ تا ۲۳ھ) سے ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی ۹۳ھ/۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور منصورہ اس کا مستقر حکومت تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انہوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سیستان اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمراں ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملیبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے دھن میں پُر خطر سمندر کے راستے اور پُر امن تجارتی طریقے سے حواریان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہا زیادہ زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راجاؤں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے۔[۵۱] پروفیسر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی۔"[۵۲]

تیسری طرف شمال کی جانب سبکتگین اور سلطان محمود نے حملے شروع کیے ۴۱۵ھ/۱۰۲۴ء تک کوہستان بندھیاچل تک اس کی فتوحات کو وسعت ہو چکی تھی۔ محمود کے فتوحات کی انتہائی مقام مشرق میں کالنجر گنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومنات (گجرات)

---

۵۱ عہد سلف مولفہ مولوی محمد مرتضیٰ ۵۲ دعوت اسلام

تک تھی پھر جب آل شنسب کو عروج حاصل ہوا تو آل سبکتگین کے ہاتھ میں سوائے پنجاب کے کچھ نہ رہا ۵۸۸ھ میں محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا ۵۸۹ھ میں رائے پتھورا پر فتح حاصل کی جس کے باعث اجمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر بنگال تک اس کو وسعت ہو گئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایبک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہو گیا۔ علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ تا ۷۱۵ھ) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور ۷۰۶ھ میں ملک کافور نے دیوگڈھ فتح کیا ۷۰۹ھ کے دوسرے حملہ میں ورنگل فتح ہوا اور ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس مرتبہ سینٹ بندرا میشورم (راس کماری) کے پاس پہونچکر مسجد علائی کی تعمیر کی[۵]۔

مگر یہ خیال رہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی تزک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پُر امن طریقہ پر ساحل ہند پر بطور مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد ۷۲۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور ۷۲۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دبکر مر گیا اور اب الغ خان محمد تغلق کے لقب کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اسوقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر راس کماری تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا محمد تغلق کی یہ محض ابلہانہ رائے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اورنگ آباد میں

---

[۵] عہد سلف مولفہ مولوی مرتضیٰ مرحوم

بسر کردی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکز حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خود مختار ہوگیا اور ۷۴۸ھ میں بہمنی سلطنت قائم ہوگئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ گلبرگہ اور بیدر میں حکمراں ہوئے ۹۳۳ھ میں اسکا خاتمہ ہوا۔

جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر لیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قطب شاہی۔ عادل شاہی۔ نظام شاہی۔ عماد شاہی۔ اور برید شاہی قائم ہوگئیں۔

کہا جاتا ہے کہ اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور مسعود سعد فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے ۶۹۵ھ سے شروع ہوئے اور ۷۲۷ھ کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ اسی زمانہ سے یہاں اردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل ۸۰۰ھ کی نہیں پیش کی جا سکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اردو کا رواج تھا مثلاً زین الدین خلد آبادی متوفی ۷۷۱ھ کا آخری کلام "منجہ مست بلادہ"[۱]۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۹۵ھ کے اردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ[۲] وغیرہ اس زمانہ کے بعد تو ہمیں بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اردو کے نام اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اسکو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اردو اور

---

[۱] صراحت کے لئے دیکھو دکن میں اردو [۲] اگرچہ محققین کے ساتھ مجھے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

ریختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکھنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام ریختہ نہیں تھا۔ قدیم دکھنی شعرا اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکھنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں کا ۱۲۸۰ھ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رستمی کہتا ہے ؎

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خاں دبیر
(خاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ؎

آ دیکھا ہو حد سوں کیا ب | رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب
(گلشن عشق)

غواصی کہتا ہے ؎

سلطان عبداللہ کی کر ختم قصہ تام سوں | عارف وجود انکے نظر یو نظم دکھنی نشاہ سوں
(سیف الملوک بدیع الجمال)

ابن نشاطی کہتا ہے ؎

اسے ہر کس کے تئیں سمجھا کوں توں بول | دکھنی کے باتاں سارہاں کوں کھول
(پھول بن)

میراں یعقوب کہتے ہیں ؎

"اپنی حیات کے وقت منجھے ارشاد کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتاب کوں ہندی زبان میں لیاوے تا ہر کسی کے تئیں سمجھا دے۔" (شمائل الاتقیا)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں اردو کو دکھنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ بھی جنوبی ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی ۱۲۲۰ھ فرماتے ہیں۔

"دے بعض یاروں کا اشارہوا | سو ہندی زبان یہ رسالہ ہوا
ہے دکھنی میں مجکو مہارت بہتی | دیگر کہ النصر منکم کہے نصرتی"
(رسالہ فرقہ ہائے اسلام)

"بعضے علما ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے درج کئے ہیں لیکن کوئی کتاب"

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم۔ مگر یہ ولی ویلوری شیدائے حیدرآبادی دکھنی زبان میں نسخے منظوم لکھے ہیں“ (ریاض الجنان)

اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدرالدولہ متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

”لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کاسد ہو گیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے .... اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا“ (فوائد بدریہ)

اس تفصیل سے واضح ہوسکتا ہے کہ دکن میں اردو زبان کا نام دکھنی اور ہندی تھا۔ یہاں اردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے ولی نے استعمال کیا ہے ؎

یہ ریختہ ولی کا جا کر اُسے سنا دے　　رکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند

میرا خیال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اردو کا نام دکھنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی۔ ولی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دکھنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعرا نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے۔ چنانچہ میر کہتا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے　　معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے ؎

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ　　اک بات لچرسی بزبان دکھنی تھی

اثر کہتا ہے ؎

ریختہ نے یہ نسب شرف پایا　　جبکہ حضرت نے اسکو فرمایا

شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

”در شعر فارسی پیروی مرزا صائب است در ریختہ ولی را استاد میداند“

میرے اس خیال کی تائید مولانا باقر آگاہ کی رائے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا کہتے ہیں رواج رکھتی تھی۔ اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع و اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی .... مخفی نہ ہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا .... بعضے استفسار اس کے باب میں دفتر افتراق کا کھولتے ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں۔"

دکن میں اردو دکھنی یا اردو کا تعلق جسقدر دکن سے رہا ہے اور یہاں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اسکا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی۔ اسکے بعد اردو سے قدیم پنجاب میں اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک و قوم کا بیحد شکر گذار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو ہاتوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی نوبت آئی۔ اور اسکا دوسرا اڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تالیف ہذا کے اسباب میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آئندہ مکمل اور مستقل تالیف اس خصوص میں کیجائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اُردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلادِ مغرب میں بھی اس کا مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانوں سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکر میں قید و بند ہو۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف کو جو اس سلسلہ کی ایک دوسری کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے اُن تمام دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ممالک مغرب میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے اس میں قدیم دکھنی ادب کا بڑا حصّہ آگیا ہے۔

مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اُردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف (اعظم گڈھ) کے ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا۔ اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ بلادِ مغرب میں اُردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا میں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور ان سے استفادہ کروں۔

سرکارِ عالی کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے اس کے چشمۂ فیض سے صدہا علمی گلشن سیراب ہوتے ہیں خصوصاً اُردو کی آبیاری میں جو حصّہ لیا جا رہا ہے وہ چشمِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اسی آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعہ عثمانیہ نے میرا یورپ روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرمائے گئے۔ اس تحریک کا

باب حکومت کے ارکان نے صاد کیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزرانا گیا جسکو اعلیحضرت اقدس و اعلی نے شرف قبولیت سے منظور فرماکر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۸ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیارس کے کتب خانوں سے مواد جمع کرکے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا

یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اُردو مخطوطات کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں اُردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۴) اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز (۵) بوڈلین لائبریری اکسفرڈ (۶) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی (۷) کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج (۸) کتب خانہ کارپس کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کریسیٹ کالج کیمبرج (۱۰) اٹین کالج اٹین (۱۱) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی (۱۲) ببلیاتک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیارس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے منجملہ (۹ اور ۱۰) میں کوئی دکھنی مخطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔ کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اردو یا دکھنی کوئی مخطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم۔ (۲) کتب خانہ اڈنبرا میوزیم۔ (۳) قومی کتب خانہ اڈنبرا۔ مارسلز کے کتب خانہ میں بھی بعض اردو کے مخطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے واپسی کے زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانہ قیام کو توسیع نہیں ہوئی۔ سرکار عالی کے وظیفہ یابون کے نگراں مسٹر شیمن نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہو کر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر پیارس میں ایک سالہ مدت ختم ہو گئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کر کے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہمارے ایک عنایت فرما نے انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (جو اردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

"غرض کہ انڈیا آفس میں ادبیات اردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔"

یورپ میں اردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی صراحت حسب ذیل ہے۔

(الف) بیسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں تھیں ہے کم از کم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے۔ مثلاً مثنوی خاورنامہ مثنوی قطب مشتری۔ مثنوی مصیبت اہل بیت۔ مثنوی پدماوت وغیرہم۔ جو عادل شاہی اور قطب شاہی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کر کے اختلاف معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں۔ گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے اسی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(ج) اکثر دکھنی مثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث دکھنی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خاورنامہ ابن حسام۔ طوطی نامہ نخشبی۔ پدماوت بزمی و رازی۔ سیف الملوک و بدیع الجمال وغیرہم۔

غرضکہ بلا کسی تعصب اور طرفداری کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں سے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اسقدر مواد موجود ہے کہ جس پر کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف فراہمی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علالت کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اسکا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔

میری یہ کتاب گویا ایک کیٹلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل مخطوطوں سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر دور مغلیہ اس کے بعد سدہوٹ پھر میسور۔ اور ارکاٹ کے بعد دور آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم مخطوطے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی قدامت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سنہ کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت مع نشان تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کیٹلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر مولف کے حالات کی (جہاں تک ہماری معلومات تھیں) صراحت کی گئی ہے اس کے بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس مخطوطے میں درج ہے بجنسہ درج کر دیا جائے۔ اس کے باعث بعض جگہ املے کی غلطی اور مفہوم کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح لکھا گیا ہے وہ کلیتۃً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرائے کے کلام پر ریویو بھی ہے۔ آخر پر اس مخطوطے کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے دوران ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

شکر گذاری میری کتاب نا مکمل ہوگی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے اسمائے گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے مجھے یہاں اور یورپ میں گراں قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا اور وہاں کام کرنا دشوار تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب حیدر نواز جنگ بہادر۔

(۲) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب امین جنگ بہادر۔

(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔

(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ اظہار ہیں یعنی سر محمد رفیق مرحوم ممبر انڈیا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہوگیا۔

دوسری ہستی مسٹر سی۔ اے اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا آفس کی ہے جنہوں نے بڑی راہ نمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاصکر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسمارگرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر یف بارنٹ مہتمم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی

(۲) یف. سی نکلسن مہتمم کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی

(۳) ٹی۔ جے ٹھمس مہتمم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی

(۴) .... مہتمم کتب خانہ بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

(۵) مسٹر فریز سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

(۶) مہتمم کتب خانہ اٹین کالج۔

(۷) مہتمم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)

(۸) ناظم کیمبرج میوزیم

(۹) مہتمم کتب خانہ اسکول آف ورنٹیل اسٹیڈیز۔

(۱۰) مہتمم کتب خانہ قومی پیارس

(۱۱) مس نورجہاں یوسف علی

(۱۲) ڈاکٹر سید محی الدین قادری

(۱۳) ڈاکٹر سید سیادت علی

(۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس الفانسو

تالیف ہذا کے ماخذ اس کتاب کی ترتیب میں اُن اصل مخطوطات کے علاوہ جن تاریخوں اور کیٹلاگوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے انکی فہرست ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔

مگر ناشکر گذاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب "اردو شہ پارے" کا ذکر نہ کروں جس سے بھی میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کردیا گیا ہے جس سے دکنی کتابوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین ہاشمی ابن مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم
رجسٹرار بلدہ سرکار عالی

ترپ بازار حیدر آباد دکن
ذیحجہ ۱۳۴۹ھ

قطب شاہی مخطوطات

مختصر تاریخ سلطنت بہمنیہ کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم وفنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہل علم و فن کا مرجع و ماویٰ تھا شہر گولکنڈہ اور بیجاپور باکمالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے بہمنیہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۹۱۶ھ میں خود مختار حکومت قائم کرلی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گولکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ پر فتح حاصل کرکے اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ پر قبضہ کرلیا۔[۱]

اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (۹۱۶ھ تا ۹۵۰ھ)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (از ۹۵۰ھ تا ۹۵۷ھ)

(۳) سبحان قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۵۷ھ)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (از ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ)

---

[۱] تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن کے نمبر ۶۵۴۲ (اڈیشنل) پر موجود ہے۔

(٦) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تاناشاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ)

یہ قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علماء و فضلاء اپنے وقت کے مشہور باکمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر قوت بڑھانے اور اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گذرا تاہم اسکا دارالسلطنت شعراء اور ادیبوں سے خالی نہیں تھا۔ "آتش خانہ" کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے[۵]۔ جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف وقوعی اسکے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمراں ابراہیم قلی جو ۹۵۷ھ میں مسند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہانبانی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے بھی کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء وقت جمع تھے۔ گولکنڈہ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شعر و سخن کا دلدادہ سخن فہمی کا ذوق رکھتا تھا۔ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:-

"دراں مجلس شعرائے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان از ابر طبع دردر آب دار نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردند"

(صفحہ ۱۹۳)

یہی مؤرخ آگے چلکر لکھتا ہے۔

"در سفر و حضر ہموارہ اہل فضل و ہنر در خدمتش مے بودند۔ و در مجلس ہمایوں بمباحثہ علوم دینی پرداختہ در تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام بجائے می آوردند" (ص ۱۳۸) آب

---

۵ اردو شہ پارے۔

سلطان کے دربار میں حمید خاں، مصطفیٰ خاں، مجاہد خاں، عین الملک، امیر شاہ محمد انجو، امیر عماد الدین محمود شیرازی، حیدر الملک، شاہ تقی جیسے باکمال امرا موجود تھے۔

جالینوس الزماں قاسم بیگ شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمد روزگار تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اسکے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علما وقت نے بہترین تصنیفیں کیں جو آجتک مشہور ہیں۔

"مساجد و مدارس و ابنیہ و عمارات رفیعہ کہ بمن اہتمام آں حضرت اتمام یافتہ" (صفحہ ۱۳۸ ب) تاریخ قطب شاہ

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی۔ کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے فیروز اور محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وجہی بھی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں انتقال کرنے پر اسکا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہمعصر تھا۔ شہر حیدرآباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اسکو فنون لطیفہ کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور عمارتوں کی تعمیر سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدر دانی علم و فن کا شہرہ سنکر عرب و عجم سے علما، فضلا و شعرا اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔

چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

"ہر حاجتمندے کہ از دیار بعیدہ بامید سخاو مرحمت جنت مکاں روے بدرگاہ جلالش آوردے بوسیلہ امرا و مقربان منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و انعام سرفراز شدہ مقضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے۔" (ص ۱۷۵ ل)

اس کے درباری امراء نے فنِ عظمت وشوکت صاحب علم وفن تھے جن میں سے امین الملک
ناظر الملک۔ مرتضیٰ خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔
اس کے دربار میں علماء فضلاء شعراء کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد مومن استرآبادی
جو علامہ فخر الدین سماکی کے بھتیجے تھے جن کا تعلق طہماسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گولکنڈہ
آئے اور یہاں سکونت کرلی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان
مرتب کیا تھا جس کا ایک نسخہ[۵۴] انڈیا آفس میں ہے۔

قاضی محمد سمنانی۔ میرک معین الدین سبزواری۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے درباری علما
تھے۔ مرزا محمد امین نے خمسہ نظامی کے جواب پر چار مثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ لیلی مجنوں،
فلک البروج مطلع الانظار۔ یہ مثنویاں انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا
جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر ضیاء الدین محمد نشاری جیسے صاحب علم بطور سفیر آئے تھے[۵۵]
ہر سال ماہ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور محرم میں مجالس عزا منعقد کرتا اور نہایت خلوص سے
خود اسمیں شریک ہوتا علماء اور شعراء کو داد و دہش سے سرفراز کرتا تھا۔

"ہر سال ہفتہ ہم ماہ مبارک ربیع الاول کہ ماہ مولود آں شمع شبستان وجود است
جشن عظمی ترتیب دادہ .... خاقان زمانہ مجلس بزم را از پرتو جمال
رشک آفتاب جہانتاب نمودہ مجلسیان و امراء و شعراء و ندماء و مغنیان
نغمہ پرداز و پری پیکر را دراں روضۂ جنت نشاں راہ دادہ"

(تاریخ قطب شاہی ص ۱۷۶)

"علماء و فضلاء و ارکان دولت و مجلسیان و مقربان ایام عاشورہ در الا دہ

---

۵۴ (۲۸۹۲) ایتھے ۵۵ تاریخ قطب شاہی

حضور بگریہ و تعزیہ گذرائید و رسوم ماتم شاہ شہدا ست بتقدیم میرسانید ند"

(ص۱۶۸ ا)

اس کے زمانہ میں مدارس۔ خانقاہ۔ دارالشفا۔ حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔

"مسجد جامع و مدرسہ و خانقاہ و دارالشفا و حمامات متعدد و دیگر مساجد و

مدارس که بحسن اہتمام شہریار مغفور باتمام رسید" (ص۱۷۴ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں بڑا عروج ہوا باکمال شاعروں نے بیسیوں مثنویاں لکھیں۔ وجہی غواصی۔ احمد وغیرہ اسکے درباری شعراء ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔

سلطان خود بھی اردو کا زبردست شاعر تہا اسکا کلیات ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ اعلیحضرت حضور نظام میں موجود ہے۔

فارسی میں قطب شاہ اور دکھنی میں معانی تخلص تھا۔ کلیات میں اصناف سخن سے مثنویاں قصیدے۔ ترجیع بند۔ مراثی۔ غزل۔ رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

قلی قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام جلی حروف میں لکھنا چاہیئے۔

سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۵ھ میں انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بھی ذی علم اور علم پرور تہا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تہا ظل اللہ تخلص تہا۔ اسکا دربار بھی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سید کمال الدین مازندرانی فضیلت دستگاہ میر قطب الدین نعمت اللہ سیادت پناہ مرتضی وغیرہم درباری علما[۵] تھے۔

محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعری کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:۔

بحمد اللہ بروجہ مستوفی داد ندو در فضائل کتبہ متعارف نیز سر آمد روزگار ندو

---

۵ تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشاں را حاصل است در تواریخ
استحضار آں حضرت بمرتبه ایست که مورخاں زماں ہر گونه حکایتے را که ابتدا
نمایند آنحضرت باختلاف روایات باتمام رسانند و ہمواره با ارباب فضل و
حکومت محبت داشته بافادات دانشمندانه اہل مجلس را مستفیض میگردانند
و نیز آں حضرت را در نظم و نثر پایۂ عالی است ظل الله تخلص اشرف میفرمایند
و از آنجا که طبع موزوں از خصائص فطرت سلیم است چوں در خلال اوقات
واردات قدسی را در سلک نظم میکشند" (ص ۱۸۹ الف)

اس صراحت سے واضح ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب[۵۱] ہوئی ہے۔ سلطان کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اسی طرح شعر و شاعری میں مہارت تھی، علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان دربار کو مستفید کرتا تھا۔ اسکا دربار گویا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علماء اور شعراء جمع ہوتے تھے۔

---

۵۱ - تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال پر مشتمل ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں جمشید قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ھ میں لکھا گیا ہے (۶۵۴۲) پر موجود ہے کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی ہے مگر مصنف کیٹلاگ "ریو" کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۲۹۷ -

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقۃ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر (ملاحظہ ہو صفحہ)

جیساکہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اُردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ اسکے عہد کے بیسوں شعراء کا پتہ چلتا مگر افسوس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام معلوم ہوا ہے۔ جن میں وجہی۔ قطبی۔ غواصی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نشاطی۔ جنیدی وغیرہ ہیں (جنکا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اسکا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ میں حکمراں ہوا۔ اس کا دورِ حکومت اردو کی ترقی کے لئے ایک زریں عہد ہے اس کے زمانہ میں کئی ایک دکھنی مثنویاں لکھی گئیں جس کی صراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور ارباب فضل و کمال کا قدردان تھا۔ نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حدیقۃ السلاطین"[5] کے نام سے ایک تاریخ لکھی جو ۱۰۵۰ھ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے منجملہ علامہ فہامی۔ میر محمد الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ سیادت پناہ میر سید محمد اسفرائنی۔ مولانا نارونقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلا قاضی احسن میر میراں

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) آگے آئیگا۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-
"تمام شد کتاب مستطاب تاریخ قطب شاہی فی ظل دولت اعلیحضرت والبہا مصونہ عن کل شر و فساد برسم خزانہ کتب اعلیحضرت سکندر حشمت سلیمان مرتبت السلطان المعظم والخاقان المکرم ابو المظفر سلطان عبداللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و حشمتہ الی یوم القیامہ ابن کعبۃ العبد اسمعیل ابن ملا عرب شیرازی فی سنہ ۱۰۶۹ھ"
یہ کتاب کافی ضخیم ہے بڑی تقطیع کے (۱۹۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

---

۵ میوزیم ۲۲۴۶۵ اڈیشنل انڈیا آفس ع ۲۹۷۸

فرزند سیادت پناہ قاضی القضات قاضی ظہیر الدین محمد الحسنی حکیم عبد الحیا گیلانی شیخ عبد اللطیف ملا خلقی بوزبرد ست شاعر تھا۔ نور اللہ صدر مدرسہ دار الشفا یہ بھی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تبریزی۔ مرزا حمزہ استرآبادی۔ مرزا افضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جزاہری۔ ملا شفائی شیرازی۔ ملا عرب خوشنویس مرزا محمد مشہدی۔ قاضی عطار اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر فصیح الدین محمد تفرشی سرجنلی کی خدمت پر میر محمد رضا استرآبادی پیشوائی پر نواب علامی خدمت میر جملگی سے سرفراز تھے۔ سید عبد اللہ بازندرانی میر معز الدین محمد مشرف الملک شیخ محمود بیان خواجہ افضل خاں۔ سید محمد نصیر الملک منصور خاں۔ ملا محمد تقی وغیرہ امرا دربار تھے جو سب کے سب علم وفضل کے لحاظ سے مشہور او معروف تھے۔ انکے وجود سے گولکنڈہ علم وفن کا آفتاب بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشے لکھے۔ اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے کعبی کی کتاب المصباح کا اور ملا علی ابن طیفور نے حیوان اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین آملی نے نہج البلاغۃ کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی نے امام یافعی کی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیاضی اور اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے متعلق مصنف حدیقۃ السلاطین لکھتا ہے۔

"ہر کس از ارباب استعداد از عراق و خراسان بہ پایۂ سریر سلطنت مصیر رسید فراخور حال وقابلیت مشمول عواطف ومراحم خسروی گردید کامیاب شد .... از ینجملہ ملا خلیل قصہ خوان سبلا نغمہ کہ از جانب بنگال ولاہور بہ پایۂ سلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود .... جمعی کثیر از تجار مال دار چہ در دار السلطنت و چہ بنادر معمورہ ولایات محروسہ

اقامت نمودہ غایت تجمل و ثروت موفورہ بہم رسائیدہ اند"

(ص ۲۸۸ ب)

رات رات بھر محفل مشاعرہ گرم رہتی شعرائے نامدار اپنی اپنی نظمیں سناتے۔
ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

"بشکرانہ این موہبت خاقان سکندر منزلت مبلغی کلی بعلماء و فضلاء و صلحی اکرام و احسان فرمودند و بفقراء و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق نمودند و جمعی از شعراء تاریخہائے یافتہ بودند بمسامع جاہ و جلال ضرد یوسف جمال رسائیدند۔ ملا غواصی کہ در شعر دکھنی از امثال خود ممتاز ست این کلمہ را مادۂ تاریخی ساخت محفوظ باد" (۱۰۴۱ھ)

سہ شنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوتی مگر شعرائے نامدار دربار میں جمع ہوکر قدیم شعراء کے کلام پر مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

"روزہائے سہ شنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و موزونان بلاغت و شعار از عرب و عجم دیوان متنبی۔ دیوان خاقانی و انوری و مثنوی ملا روم با کتب شرح و دواوین دیگر از شعرائے نامدار در میان آوردہ صحبت مشغوفی میگردند" (ص ۱۷۲ الف)

جس طرح سلطان کو اہل علم کی قدر تھی اسی طرح امراء دربار باکمالوں کے گرویدہ تھے ان کی مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے۔ نواب علامی جو میر جملگی کی خدمت سے سرفراز تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

"نواب مشار الیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت و قوام ملکت و ملازمت دوقتہ خاقان یوسف جمال ہر صبح مدرس فیض محیط ایشان از وجود ارباب دانش چہ از فضلا، علماء و فضلا و طلبا و شعراء و اہل استعداد

وکمالات وانہ اکابر واعیان وامراء ووزرا وغیر ہم کہ مشحون میکرد دیا فادہ
وافاضۂ علوم منقول از کتب تفاسیر واحادیث وفقہ از حکمت وریاضی
ومنطق وغیرہ مشغول میبا نند" (صفحہ ۲۶۴ ج ۱)

غرضکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذہی علم اور علم دوست تہا بلکہ اسکے دربار کے امراء بہی یہی خصوصیت رکہتے تھے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اردو کو بڑا فروغ ہوا نظم و نثر میں متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعراء مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں وجہی۔ غواصی۔ ابن نشاطی۔ جنیدی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بہی زبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکہنی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گولکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہوگئی سلطان عبداللہ نے سالانہ پیشکش دینا قبول کرلیا۔ تینتیس (۳۳) سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۸۵ھ میں اسنے وفات پائی اسکا داماد سلطان ابوالحسن تانا شاہ سریر آرا سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بہی سخن فہم و سخن سنج حکمراں تہا اردو میں بہی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ پھیل پچھاڑ ہے
ایک بات کے ہونگے سجن یاں جی ہی بارہ باٹ [۵۱] ہے

اسکی پندرہ سالانہ حکومت میں بہی متعدد اردو نظمیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعرا کا پتہ چلتا ہے۔

فائز۔ لطیف۔ نوری۔ شاہی۔ مرزا۔ غلام علی۔ سیوک۔ شغور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی

---

۵۱ گلشن ہند۔

ایک کے کارنامہ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

سنہ ۱۰۹۸ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر فتح پائی۔ اسطرح سلطنت قطب شاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس تفصیل کے بعد اب ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	سنہ ۱۰۱۸ھ
۲	سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	سنہ ۱۰۳۵ھ
۳	طوطی نامہ	غواصی	سنہ ۱۰۴۹ھ
۴	(مصیبت اہل بیت)؟	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	سنہ ۱۰۶۶ھ
۶	قصہ بہرام و گلندام	طبعی	سنہ ۱۰۸۱ھ
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	سنہ ۱۰۹۰ھ
۸	قصہ حسینی	خواص	سنہ ۱۰۹۰ھ
۹	پدماوت	غلام علی	سنہ ۱۰۹۱ھ
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	سنہ ۱۰۹۲ھ
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	سنہ ۱۰۹۴ھ
۱۲	ظفر نامہ	لطیف	سنہ ۱۰۹۵ھ
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	غواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۱۶	مرثیہ	کاظم	؟
۱۷	مرثیہ	افضل	؟
۱۸	مرثیہ	شاہی	؟
۱۹	مرثیہ	مرزا	؟

مثنوی قطب مشتری

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (ب ۱۲۲/۴) ورق (۵۸) سائز (۹ ۳/۴ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتابت سنہ ۱۱۳۴ھ

بلوم ہارٹ نے مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود مثنوی سے اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری میں جو بولیا کتاب   سو ہوئی جگ میں روشن جیوں آفتاب

(ص ۱۲۰ ب)

وجہی ترا ذہن جیوں برق ہے   تجھے ہور بعضیاں میں کئی فرق ہے

توں وجہی کہیا شعر کئی دھات کا   ہوا زیاست تجہ تے مزایات کا

وجہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹاسی۔ بلوم ہارٹ۔ اسپرنگر۔ اسٹوارٹ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے وجہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے مثنوی میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ مہاجا دہراج   شہنشاہ ہے شاہ شاہاں میں آج

عدل بخشش ہور داد اس تے اچھے   سدا خلق سب شاد اس تے اچھے

جتے پادشاہاں ہیں سنسار کے   بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے

اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔

کہیا علم میں ایک نند و آپ تے   کہ فرزند ہے یو بخت ور باپ تے

رکھے تا نو نو کرنار کن ملک پناہ   سلکمن محمد قلی قطب شاہ

مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس مثنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ۱۰۱۸ھ میں اسکے مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ منے   سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے

وجہی کے زمانہ میں گولکنڈہ میں علمی فضا تھی ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کرکے اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ خاصکر غواصی پر چوٹ کیا ہے۔ اس طرح فیروز اور محمود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بارسوخ تھا اس کی عزت اور وقعت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ علانیہ ولی عہد سلطنت (اور پھر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا) کو بطور ہیرو اور عاشق پیش کیا ہے۔

وجہی کی دوسری تصنیف نثر اردو کی بہترین کتاب " سبرس " ہے جس کی تصنیف ۱۰۴۵ھ میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گولکنڈہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر ۹۸۸ھ میں اس کی عمر پچیس سال قرار دیا ہے تو ۱۰۴۵ھ میں (۸۲) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف " اردو شہ پارے " میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گولکنڈہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بمنزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔

وجہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جاسکتا ہے وہیں وہ بہترین نثار کی حیثیت سے بھی پیش ہوسکتا ہے۔ اسلئے وہ دکھن کا واحد ادیب ہے۔ جو دونو حیثیت سے ممتاز ہے

وجہی کے متعلق مزید معلومات "اردو شہ پارے" سے ہوسکتے ہیں۔

مثنوی میں حسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسمار اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پھر نعت اور معراج کے حالات۔ حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جسمیں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہیئے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے عدل کا ذکر ولیعہد کی مدح کرتے ہوئے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدر دانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین وجمیل تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن وجمال پر والہ وشیدا ہوگیا۔ عشق کا تیر جگر کے پار ہوگیا۔ خواب والی صورت کی تلاش میں ایک جہاندیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہونچا یہاں کی شہزادی کو مصوری کا بڑا شوق تھا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی مشتری نے تصویر دیکھ کر شہزادہ پر عاشق ہوگئی مصور نے اسکی خبر گولکنڈہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کر لے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

ہوئی ہے۔ اس مثنوی کے تقریباً (۲۰۰۰) دو ہزار شعر ہیں۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

تون اول تون آخر تون قادر اہے　　　　تون مالک تون باطن تو ظاہر اہے
توں محصی توں مبدی تون واحد سچا　　　　تون تواب تون رب توں ماجد سچا
تون باقی توں مقسم تو ھادی تون نور　　　　توں وارث تو منعم تو ہے تون صبور
تو ستار ھور توں سو جبار اھے　　　　تو وہاب ھور توں سو قہار اھے
تو رزاق ھی ھور تون ہیں عظیم　　　　تو فتاح ھی ھور تو ہیں علیم

اسی طرح خدا کے اسمار کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپی پھول اپی پھل اپی بن اھی　　　　اپی چاند اپی سور اپی کرن اھی
غرض ایک آپیچ سب تھار ھی　　　　اسی نور کا سب ہیں چمکار ھی

اسکے بعد حمد ات اھی ست لکھکر مناجات شروع کی گئی ہے۔

مناجات　خدایا بڑا تون براتی ھی تج　　　　ھمیں سب بندے ہیں خدائی ھی تج

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو مکیں سد اکال جیتا اچھون　　　　محبت کبیری ہی کون پیتا اچھون

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو نیرا اہے　　　　عرش کی اپر جہا تو نیرا اھے
کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے　　　　ہلی سا تیری کہیں ہیں پردھان ھی
ابتدا　اسی ھور یک لاک پیغمبر آئی　　　　ولی مرتبا کوئی تیرا نپایا ئی

آخری　شفاعت کر ہمار سبکا تمہیں　　　　اپی لا الا ایک ربکا تمہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

ابتدا　صفت کون تون معراجکی رات کا　　　　کہ جایا اھی تیستہ نجیا سکا

آخری — محمد کون جب رات معراج ہوئی — شہا دو سرا وان علی باج کو ہی
انو تینو کون بات یو فام ہی — سمجتا و جو تھی سکا نیں کام ہی

اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

ابتدا — توں جگکا پیارا توں جگکا ادہار — خدا کا توں محرم نبی کا توں یار
آخری — علی کا محب نیں جکوئی سچ توں جان — حرامی پنے کا وہی ہی نشان

اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

ابتدا — برا عشق کا سب تی درجا اہی — کہ بکچا نہیں عشق ہر جا اہی
آخری — اسی عشق تی عاشق ہی سرفراز — پچھیں یا حقیقت اچھو یا مجاز

اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے درپردہ غواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے اشعار کی تعریف کرتا ہے چند شعر یہ ہیں۔

ابتدا — کہا ہوں سنتی پند کی ایکبات — کہ ہی فایدا اسمنے یو ہاتھ دہات
جو بی ربط بولی تو بتیاں پچیس — بھلا ہی جو یک بیت بولی سلیس
ملائمت نہیں جسکری بات میں — برا چیا ہی کیون جز لیکر ہات میں
جسی بانکی ربط کا قام نیں — اسی شعر کہنی سوں کچ کام نیں

وسبی پرکشنا ہو عزت اس بانکا — کہ دریں تجہاے کتلکون ہانکا
دکھن میں جو دکھنی مٹھی بانکا — ادا نیں کیا کوئی اس دہانکا

یو بولیا ہوں سنگیچ تاریخ ہی — انچھوں میری دلمیں بہوت سیج ہی
جو لکھ برس کوئی سر لیوی رنجکون — نپاوی کدھن اس جھیپا گنج کون

اگر خود طلب لک برس غواص کہائے — تو یک کو ہر اسکے ہات اہولک نپا ہی
یو موتی نہیں وہ جو غواص پائیں — یو موتی نہیں وہ جو کس ہات آئیں

غواصان کتی غوتی کھا کھا یکر — موی ھیں سو اسس سمدیاں آ ییکر

نکو بول مضمون تون ھور کا — کہ کالا ھی دو جگیں مون چور کا

جتا چوری کر چوراپی ساد ھوے — دغا بازہ اپکی کوت مانی نکو ہی

چرا کر چراتا نہ کی چور کو ہی — یو باتاں سمجھتی سو ھیں ھور کو ہی

نہ منج کیچ برائی نہ منج لاف ھی — ولی عارفان پاس انصاف سے

(آخری) شعر بولتا کرچہ اپر دیب ھی — ولی فامنا کھنتی تی خوب ھی

اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے ۔

کتا ھون سنو کان دھر لوک ھو — کھا و تمنی بات جو آئی سنو

(آخری) اتا قطب کی مدح کر اختیار — جو رھی یو قیامت تلک یادگار

اسکے بعد ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

(ابتدا) براہیم قطب شاہ راجا دھراج — شھنشاہ ھی شاہ شاہاں تیں آج

عدل بخشش ھور داد استی اپچھے — سدا خلق سب شاد استی اپچھے

جتی پادشاھاں ھیں سنسار کی — بھکاری ہیں سب اسکی دربار کی

اسی سلسلہ میں ولی عہد محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے۔

کھیا علم میں دیک نو و آپ تی — کہ فرزند ھی یو بخت ور باپ تی

رکھی نانو کرتار کن ملک پناہ — سلکمن محمد قلی قطب شاہ

(آخری) کر جم دعا جیو سون جگ اسپے — حیات ھوتی ھی زیاست تلتل اسے

اسکے بعد بادشاہ کی قدردانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے۔

(ابتدا) خوشیاں سون جو شہر منیر پانی کنا ہی — شو تر لوک کی لوک مھمان آئی

عجب تحقی قدرت تی انی لکی — کہ دیک اس ملک رشک کہانی لکے

محل شہ ستمگاری یوں اس کا جکوں — سنواری تھی جیوں عرش معراج کوں

ہر یک محل کا جو تھی فرش ہی — بدل باز وا آسمان سو فرش ہی

کہ نہانی اسے ہاتھی آج کوئی — نگر سکسی دنیاں میں شہ باج کوئی

اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا کوں آیا آ دہان — محمد قطب شاہ ہوا اب جوان

تیا نہ ور تھا اسکی یکبارگی سوں — اچا کی بچھاری متی مست کوں

شہنشہ مجالس کیتی ایک رات — وزیران کی فرزندی سب سنگات

ہر یک خوب صورت ہر یک خوش لقا — سو ہر ایک دلکش ہر یک دلربا

ہدایت کی سانہیں حکیم ہی جیون — شجاعت کے کاں نہیں رستم ہی جیون

ہر یک خوش طبع ہور عاقل اچھے — ہر یک خوش فہم ہور فاضل اچھے

جو ہوئی رات آدھی بجیں دو پہر — خبردار یاران ہوئی بی خبر

بسر کی ندیمان طرز بات کا — کنوائی خبر منظر یان ذات کا

جو عاقل انتھی وو سو سب تیج ہوئی — نہ ملتی نہ خوبی جھکرتی کہیں

دکھی خواب میں شہ کہ یک بن اہی — وو بن نین زمیں کی ابر کھن اہی

بکھریں چاند سلیاں سند ہر یاں اس منے — ستارے ہیں کیاں پریاں اسمنی

رنگارنگ چمپا کھتی پھول تھی — تول شہ تماشی میں مشغول تھے

پری او چتی دست اس تار پر — اچل کم ہوئی شہ ہوا نچیر

سو اس پسندی میں پی تھی دو چہ دھن — کہ لیدائی تھی بھوت زور انسوں ملن

جو دیکھیا اتھا خواب میں ماتھکوں — ہوا خوا نہیں خواب اس شاہ کوں

جو اس نیند میں بی تی ہور تک ہشیار — نہ تھی اس صبوری نہ تہا اس قرار

پراہیم قطب شا دمجلس سنگار
کہی مستعد ہو پہ عشرت اپار

جتیاں خوب خوش شکل تھیاں سندریاں
سو کرتا تک ہور کو پکھیر اتکیاں

جو چین ہور ماچین کی تھی بتاں
سو خوش طبع خوش فہم خوش صورتاں

ہر یک خوب محبوب بت فارسی
بدن جیوں جلتی اچھی ارسی

عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا
ہنروند عاقل جہاں گرد تھا

دنیا کی اپن بند تی آزاد ہو
پھری شرق تی غرب لک باد ہو

کدھن روم میں تھا کدھن شام میں
کہ دلشاد تھا دو ہر یک کام میں

عطارد سو نقاش کا نام تھا
کھلا ہور پر اسپ اسی فام تھا

جو بنگالی کا سحر جو کہا ست ہی
سو اس مشتری نار کی بات ہی

بنگالی شکر کوں جو یاں لیاتی ہیں
سو اسکی ادھر اسکوں بنچیاتی ہیں

بنگالی شکر کوں جو میٹھا کتی ہی
سو میٹھائی [illegible] لب تی دیاتی ہی

اپس پنج دکھلا دو شوخ نار
سورج چاند تارین ملا ایکسار

عطارد کوں شہ حال سب بولکر
کہی خواب دیکھی تھی سو کھولکر

کہ اس دھن سوں منج عشق اسدا لگی
کہیا ہوں تجھے یا جکچھ بات ہی

کہ عاشق اہی توں اپی دردمند
تجی فام اسکام کی سب سے چھند

اتال اسکی ملتی کہ تدبیر کر
توں یک پل ہو تکو کام تاخیر کر

کہیا شہ کو راکھی اس نگار پر
نہیں وال تلک کہیں آدمی کا گذر

خندق سات ہیں سات سد رسمان
ہر یک برج اسکا ہی جیوں آسمان

کنگوری بلند ہو دسی دیس کوں
کنکوری کرتی ہی سورکی کمیس کوں

سونیں اوسکی دو چاہ تہدار ہیں
کہ سد تیں ہور ہات سو چار ہیں

جو دیکھتا تنکد تہیں چنچل کھڑی ‌ ‌ نظر شاہ کی صورت اپر و پڑی

صورت شہکی دیکھت بھلی نار وو ‌ ‌ پڑی پیڈ ہو کر اسی ٹھار وو

کتک وقت لگ وو بیہوش تھی ‌ ‌ سو شہکی محبت کری جوش تھی

کہاں جاؤں کسکوں کہوں کیا کروں ‌ ‌ اتال اسکوں استھار سی کیوں دھروں

مبادا پریکا اچھی اس نظر ‌ ‌ کہ ہوئی بیکا ئیک یون بیخبر

منجھی آج دستا نہیں کچ کہیں ‌ ‌ منتر کاری بہی کوئی حاضر نہیں

دہی نقش تن تھا وہی نقش من ‌ ‌ وہی نقش پانی وہی نقش ان

قطب جیون قطب تھا ہر تھیر ہی ‌ ‌ دکھاں مشتری پھرتی جو پھیر ہی

بخت بختور آج غالب ہوا ‌ ‌ کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا

کہیا شاہ اس نار قصاب کون ‌ ‌ کہ جا نیکون وہی اب رضا منجکون

رہیا تجسوں لی دیس یکیتھار مل ‌ ‌ سو جیون بار ستی اچھی یار مل

دکھن تی جو استھار اپنیرا یا ہوں میں ‌ ‌ اسی کام کون یان لگ آیا ہوں میں

کہی شہ نکو بول یو بات تون ‌ ‌ پچانیا ہی آخر منجے اسدھات تون

پتی پی ادب کر نکو جان منج ‌ ‌ کہ ہیں داس تیری ہوں تون مان منج

نگر میں جو آیا قطب شاہ نول ‌ ‌ لگی بجنے چوندھر خوشیانکی طبل

شہر میں سو عید آج لوکاں کہی ‌ ‌ کھڑی گہرانند کاج کا کاں کہی

لگی حال احوال سب یو چھنی ‌ ‌ جو شہ دیکھی تھی سو کہی ان کہی

سوما باپ شہ دھن ہو کر ایکدل ‌ ‌ یو چا رو رہی سکہ سوں یکیتھار مل

براہیم قطب شاہ پر کہ بھنجن ‌ ‌ کہ لیا یا جتی صبطیں سب دکھن

کیا شاہ وو پادشاہی عجب ‌ ‌ مسلمان ہوا یو تلنگانہ سب

دیا شاہی اپنی قطب شاہ کون ‌ ‌ کہ دو دسا ہوا ہیں کر اب راج تون

قطبشاہ کون شاہی مقرر ہوئی　　　　کہ باپ ہور بیٹی ہیں نہیں کچھ دوئی
کئی بادشاہی کیا نہیں ہی یوں　　　　کہ کرتا اہی اب قطب شاہ جیوں
بسیا شہ کی انصاف تی یو دکھن　　　　کہ شاہی پانی تی جیون پھول بن

الٰہی مددگار توں ہی منجی　　　　مددگار ہور نہار توں ہی منجی
الٰہی قطبشاہ تیرا داس ہے
قطبشاہ بندہ یکوں تج آس ہے
کر پڑھکے اسے منج کریں یاد سب　　　　سدا کال منجی اچھیں شاد سب
جتنے شعر بولیا اسے کیا ہے غم　　　　کہ جیتا اسے ناؤں اس جگ میں جم
تمام اس کیا دیس بارہ منی
سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منی

اس کتاب میں چار غزلیں بھی ہیں جو یقینی وجہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیو اپنی کون تک آج میں تس سپنی دیکھی سو کر　　　　جب پیو چلیا مست ہو منج نیپ سوتی او بھی دو کر

پانچ شعر ہیں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آملو ہی پیا　　　　تج بن منجی جیونا ہوتا ہی مشکل ری پیا
کھانا برہ کھیتی ہوں نہیں پانی انجھو پیتی ہوں نہیں　　　　تج نی بچھڑ جیتی ہوں نہیں کیا سخت ہی دل ری پیا
ہردم توں یاد آتا منجی اس عیش نہیں بھاتا منجے　　　　بن تج او سنتا تا منجی تج کارن تلمل ری پیا
منجے تپش جانی تھیں منج تھا جیو لاتی تھیں　　　　منج دل مندر میں آتی تھیں کتیا ہی منزل ری پیا
توں جیون میرا ہے سو دل تجا تے رہتا کیوں تدل　　　　دن رات میں ہیں اکیل پیا تجہی غافل ری پیا

پیارا سجیر آیا پیارا جیو تی پیارا اہو　　　　بہو منج دل میں سٹ نکلیا سو جیو اوساس میں بارا ہو

یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج مکہ کی درس کا سوبچ سو درسی لسے   تج نور جھکیتی تی سب جگ ہیں روشنی اسے[5]

چونکہ قطب مشتری کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کر کے ترجمہ کی خوبی بھی ظاہر نہیں کی جا سکتی ہے۔

وجہی کی قابلیت اسکے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے اسکا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اسکی مثنوی اسکی اعلیٰ خیالات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کہی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دلچسپی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ دکنی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے بہر حال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اسکا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جا سکتا ہے۔

قطب مشتری کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

---

[5] مخفی نہ رہے کہ حسب صراحت بیش نامہ اشعار کا نہ نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) انڈیا آفس نمبر (۹۹ بلوم ہارٹ) ورق ۶۲ سطر ۱۱ تا ۱۵۔ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ر جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۳ھ کاتب عزیز اللہ

(۲) برٹش میوزیم نمبر (۸۶ اورنٹیل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳۔ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۱۲ محرم سنہ ۱۱۵۹ھ

(۳) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۵۴۳ اڈیشنل) ورق (۵) ناقص صرف چند ابتدائی اوراق ہیں۔

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۲۲۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر (۲۲۴ اڈیشنل) ورق (۱۳۷) سطر ۱۴۔ خط نستعلیق۔

غواصی کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شیعہ شاعر ہے۔ محمد قادری کے طوطے نامہ کو بہ زبان دکھنی سنہ ۱۰۴۹ھ میں نظم کیا ہے۔ یہ نظم (سیف الملوک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو الف لیلہ کی ایک داستان ہے۔ دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کا مولف لطف علی اور دوسرے کا امام بخش ہے۔ ایک سندھی نظم بھی ہے جس کا مولف عبدالرحمن ہے۔ ایک پشتو ترجمہ[۵۱] احمد نے کیا ہے۔ ڈ تاسی نے ایک نثر اردو مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے"

اسپرنگر۔ عمدۃ منتخبہ کے حوالے سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی صراحت کی ہے ۲۲۹

اسٹوارٹ ( ) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

---

۵۱ یہ پشتو ترجمہ میں نے پیرس کے قومی کتب خانہ میں دیکھا ہے۔

پروفیسر ولسن نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ عمر میں وجہی سے چھوٹا تھا۔ سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کی تصنیف "سیف الملوک" کے مرتب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے کیونکہ مثنوی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امید دل کا آرزومند ہے سلطان کے تقرب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جانے کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ وہ اس امر کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

مثنوی سیف الملوک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا ہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مدمقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا تقرب حاصل ہو گیا اور دربار میں رسوخ ہو کر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اس پر خاص عنایت تھی گویا ملک الشعرا کی صورت تھی۔ سلطنت بیجاپور کو شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا۔ جہاں اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

بلوم ہارٹ نے غواصی کو شیعہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شیعہ ہونے کی جرأت کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مثنوی سیف الملوک میں نہایت خلوص کے ساتھ وہ خلفائے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں کئی ایک شعر کہے ہیں۔ اسکے سوا برٹش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

فدا ہوں انکے ولیوں کے اوپر   سقور رافضی خارجی کا سٹ کر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دنیادار ہونے پر لعنت ملامت کرتا ہے اور آئندہ سے نظم نہ کہنے کا تصفیہ کرتا ہے۔

غواصی کا انتقال کس سن میں ہوا تیقن کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے ۱۰۲۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس یک ہزار ہور پنج بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

مطبوعہ نسخہ سے ۱۰۲۷ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار ہور ستا دیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اور مثنوی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ کیمبرج کے مخطوطہ سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار ہور پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

چونکہ ۱۰۳۵ھ میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اب نفس مثنوی کی صراحت کی جاتی ہے۔ مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول حمد ہے اسکے بعد مناجات پھر نعت۔ نعت کے بعد منقبت۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح۔ بادشاہ کی تعریف۔ سخن کی تعریف۔ اپنے حالات ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ یہ الف لیلیٰ کی مشہور داستان ہے اسلئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔ کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الٰہی جگت کا الٰہی سو تون — کرن ہار رحم بادشاہی سو تون
تیری حکم تل نوکر اسمان کے — رعیت ملک تیری فرمان کے
بھریا نس گراں سیچہ تاری چشم — کریں تو نبات سون النک دم بدم
فرنگیاں سو سجلیاں کی پچ ساز سون — زحل کون رکھیا فرنگ دار تون
رہیا سچا تون غنی معو ہی رہی — غنی تجہ بغیر از نہیں کوئی رہی
تون مقبول اپن مقبلان کا سبھی — تون ہی نور روشن دلا نکا سبھی
جو کوئی زندہ دل ہی تون انکا حیات — جو کوئی مے جو تجہ سات تون انکا نکات

سچا تون محمد سچا مصطفیٰ — سچا تون ہی احمد سچا مرتضیٰ

ہی یو نوی مضمون یہی لاکی اپلنے دیسے تی — ہو نبع یچ طوطی نمن رولن لگی در یقین

کہ سیف الملک ہور بدیع الجمال — یو دونو ہیں عالم میں بے مثال
انن دو ہی کا داستان بول تون — سو دفتر انن عشق کا کھول تون
کہ لئی داستان جکیں ہی کئی اچھیں — ولی کوئی ایسا نہیں کئی اچھین
تیری تائیں آیا ہی یو استہان — ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان

کہ حضرت سلیمان کی وقت پہ — اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں — شہنشا نہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں
انہ لدار عادل جوان مرد تھا — مسلمان خدا ترس با درد تھا
بندا اسکی گھر کا سو اقبال تھا — بسا سو اسی کو تھیریاں مال تھا
اتنے گھوڑی پاکا نہیں نولاک لسے — تیرند از تفنگی تہی سو لاک اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :-

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر میری جو ھدران پرتی ولساف کر
دیوی داد میرا بھوت مان پاؤن الپس دورتی تا گریبان پاؤن
کہ یو شاہ میرا خریدار ھوی تو تازہ میرا طبع گلزار ھوئی
کہ غمگین ھون ہیں سخت بیسارتی دھرون دغدغی لاکہ اس آزار سنے
اگرچہ ھون شہ کی بندیا نہیں حقیر دلی شعر کی فن ہیں ھون بی نظیر
کہ موں کھول یونہیں کھوں کیا اپین گواھی دھی یون شعر اپین تا جہین
بھر حال یو نظم الصام سون کیا ہیں تول شاہ کی نام سون
برس یک ہزار اور پنج تیس ہیں کیا نظم یو ختم دن تیس ہیں
جو عارف وجودان تہ اکت شناس صفا اس بی حاصل کرین بیقیاس
پری کان کون سب دھی یو کام کون دیوی زور ادک خاص ھوا عاکون
لکھن ھار یو لاب پر لاسب پائی سدا خسروای کیرا آپ پائی
ھزار ھو ھزار بیت یو لیا تمام و یکبار یکسات کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کون یو مدام بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجودہ نسخوں ہیں اشعار کی کمی بیشی کے علاوہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اسکی وضاحت کی جاتی ہے۔

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم مکمل	برٹش میوزیم نامکمل	کیمبرج یونیورسٹی	نسخۂ دیگر کیمبرج ناقص
حمدیہ	ورق ندارد	۱۹ شعر	۱۶ شعر	۱۹	X
مناجات	ابتدائی ورق ندارد آخری (۸) شعر ہیں	۱۷ شعر	۱۷ شعر	۱۷	X
نعت	۲۱ شعر	۲۱	۲۲ شعر	۲۱	X
منقبت	۳۴	۳۴	۳۰	۳۴	X

مدح جیلانی	۱۵ شعر	۱۶	۱۶	۱۶	×
مدح بادشاہ	۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱
سخن کی تعریف	۲۸	۲۳	۰	۲۳	۲۳
اپنے متعلق	۱۷	۱۷	۰	۱۷	۱۷

اِس تختہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ اشعار کی کمی و بیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔

برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پر بعض اشعار کی توضیح کیجاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منجملہ (۷) آخری شعر دونوں نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۷+۱۲+۹ = ۲۸) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔

ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اول حمد واجب ہے کرتار کا   دو عالم کا وارث خریدار کا
قضا ہو قدر اسکے ہے ہاتھ میں   نہیں شک شبہ کچھ ہے اس بات میں
حکم ہات اسکی ہے حاکم وہی   سکل خیر شر کا ہے عالم وہی

میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعر ان کے بجائے یہ ہیں۔

الہی حکمت کا الہی سو تون   کرنہار جم بادشاہی سو تون
تیرے حکم تل نو کرا آسمان کے   رعیت ملک تیرے فرمان کے
بھریا تس کیرا ان بیچ تار چشم   کریں تو بتاں سوں الَنگ دم بدم

چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں اسلئے انکا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بعض اشعار جو ان نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ فاضل اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

مناجات

جوکوئی زندہ دل ہیں تو انکی حیات　　جو کوئی ہیں تجہ ساة تو انکی سات

نعت

فدا ہون انکی ولیوں سکے اوپر　　سنو رافضی خارجی کاٹ کر

منقبت

کہوں اب نبی سکے جو ہیں چار یار　　اوتن چار یاراں گیر اب شمار

ایکس ایک سون بی دو دھرمن سدف　　نہ کم بیش کر یہاں زیادہ حرف

ابا بکر صدیق اول نامدار　　سو دوسرے عمر ہیں بڑے نام دار

جنو کا عدل جگ میں مشہور سے　　عدالت فاصل وہی ھور سے

سو تیجا ہے عثمان جامع قران　　فضیلت بزرگی بس سے عیاں

بادشاہ کی مدح پر برٹش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔

قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو برٹش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

بچن تیج ھوے خدا کا صفت　　بچن تھی ھوے نعت ھور منقبت

بچن تھی شہاں کون سراتے اہین　　بچن تھے بھوت مان پاتے اہین

بچن تھے ہوے نام نیکی بدی　　بچن تھی جو ہوئی ہنستی سباتدی

بچن تھی دلان ھات لیتے اہین　　بچن تھی کیتی چنچو دیتی اہین

بچن تھی بری ھور بھلی کام سب　　ہر یک برکون ہوتی سگل نام سب

اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت عمل کا موجب ہوتا قصہ کے ختم ہونے بعد

اختتامی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں پھر تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلاں منزلاں ٹاک ٹاک　　　یکایک مصر مین سو بچہ کئی یو ھاک
جو صاعد و سیف الملک نونہال　　　سات لے ملیگا بدیع الجمال
تا کاتاک آتی ہیں جیو نو بہار　　　سلامت سوں لیاتا ھی پروردگار

خاتمہ کے اشعار کے منجملہ ذیل کا شعر دونو نسخوں میں موجود ہے۔

کیا سامنی جا ملیا پوت سوں　　　گلے لالیا دور کلک وت سوں

اسکے بعد انڈیا افس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سوں بلا شہر میں لا ئیا　　　دی بہوماں ایمان کر پائی یا
دیا اپنی بادشاہی اُسے　　　سلاماں کئی سب سپاہی اُسے
سرافراز صاعد کی جو حق کیا　　　وزیری حکومت کی اس سردیا
لگے کرنے سیف الملک راج خوش　　　ہوئی عرش کرسی و معراج خوش
خدا اسکے منگا دیا جیو مراد　　　دیوی ہر مسلماں کون دو دن مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور "سبب نظم کتاب" کے عنوان سے کل (۴۴) شعر کہے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہوجاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مذکور نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں "سبب نظم کتاب" کا عنوان ہی نہیں ہے بلا عنوان (۱۵) شعر ہیں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کیمبرج کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اسلئے ان کی صراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر　　　　میری جو ہر الت پرتی دل صاف کر
دیوی داد میرا ہوست مان پاؤن　　　　الپس دورتی ناکر سیاب پاؤن
کہ یو شاہ میرا خریدار ہوئی　　　　تو تازہ میرا طبع گلزار ہوئی
کہ غمگین ہوں میں سخت بسیار تی　　　　دھروں دو غمی لاک اس آزار تے
پریشانی کی میں جا خیال میں　　　　ل آیا ہوں ایسی رتن دو مثال میں
جو بھو کی نول شرتی کچھ امن پاؤ　　　　تو اس تھی رتن خاص ڈھونڈ ڈھونڈ پاؤن
اگرچہ ہوں شھکی بندیاں میں حقیر　　　　ولی شعر کی فن میں ہوں بی نظیر
کہ ہوں کھول یوں میں کھون کیا اپین　　　　گواہی دی یوں شعر اپین تا پکھین
بہرحال یو نظم اطعام سون　　　　کیا میں نول شاہ کی نام سون
برس ایک ہزار او پنج بیس میں　　　　کیا نظم یو ختم دن تیس میں
(تمیں)

جو عارف وجودان نزاکت شناس　　　　صفا اس تی حاصل کریں بیقیاس
پری کان کون سب آدمی یو کام کون　　　　دیوی نزدت ادک خاص ہور عام کون
لکھن ہار یو لاب یہ لاب پائی　　　　سدا خسروائی کر آپ پائی
ہزار ہور ہزار بیت بولیا تمام　　　　دیکیا ریاسات کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کون یو مدام　　　　بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کی یہ مثنوی فارسی نثر سے دکھنی نظم میں ترجمہ کیگئی ہے۔ لہذا اب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ غواصی نے اصل مضمون سے کہاں تک استفادہ کیا ہے۔ اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

انڈیا آفس[۵۱] اور برٹش میوزیم[۵۲] میں فارسی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

---

[۵۱] انڈیا آفس میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۷۸۸) و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ اور ۷۹۲) ان میں بعض خلاصے ہیں۔
[۵۲] برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) ریو

ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایتھے مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو صراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :۔

"سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ مولف کا نام نامعلوم"

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تمہیدی دیباچہ بھی اس میں موجود ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار حاصل کئے حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بے جا خرچ پر افسوس ہوا۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عدیم المثال ہوگا۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ ایسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا حسن نے ایک سال کی مہلت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دمشق پہونچ کر منادی کرائی کہ جو شخص دل چسپ قصہ سنائے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان دمشق کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں حسن سلطان کے دربار میں باریاب ہوا تحائف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا۔ محمود کے ملاحظہ میں کتاب پیش کی۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے۔ یعنی بوستان ایرم۔ قصہ سیف الملوک اور قصہ شاہ پال بن شاہ رخ۔ محمود بہت خوش ہوا۔ اور حسن کو سرفراز کیا"

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی مگر ایک داستان کی حیثیت سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے۔

اصل فارسی عبارت اور دکھنی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے۔ دکھنی سیف الملوک فارسی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونوں کا ساتھ ساتھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی

"در عہد قدیم در شہر مصر پادشاہ بود
عظیم عزیم و کریم و در عدالت چوں عمر ابن خطاب
بود او را صفوان شاہ مصر گفتند او از تمام
ممالک خسروی خود تا قریب چہار صد محل در خدمت
خود داشت خدا تعالیٰ او را فرزند روی نکردہ بود
این سبب در الم میسوزد قضا را شب
بخاطر شریف او رسید کہ مبادا در باطن من
کسانے فتنہ باشد کہ باعث بے فرزندی اند
سبب او باشد بر خاست و غسل بجا آورد و
جامہ را پاک پوشید در خلوت در آمد و از جمیع
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات باز گشت و
توبہ و استغفار بجا آورد"

دکھنی

کہ حضرت سلیمان کے وقت پر
اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں
شہاں میں اتھا اس شرف تہاؤں تہاؤں
از لدار عادل جواں مرد تھا
مسلمان خدا ترس یا ورد تھا
بند اس کے گھر کا سو اقبال تھا
بسا سو اسی کو ٹھریاں مال تھا
اتھے لکھو پری یا کاں میں نولاک ایسے
تیرندانہ تنگی تہی سو لاک اسے
اتھا لشکر اسکی کنی بی شمار
سخاوت میں ہور عدل میں نامدار
سدا راج کرتا اتھا آپ ستا
دلی اس نہ بیٹی نہ بیٹا اتھا
سو یک دیس اسمیں اندیشا کیا
فکر زاد ہو من میں یوں لیا لیا
کہ اپین ملک حال پروردگار
نیا کچہ دیا ہی جو نیں اس شمار
دلی کوئی جنت اس رکھنہار نیں
میرے بعد از اس کوئی اس شہار نیں

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اٹھ کر بہت کچھ خیرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ آخر وزیروں نے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ نجومیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کیجائے۔ تو اولاد ہوگی ۔ بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جسکا نام سیف الملوک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کرکے سویا رات خواب میں خواجہ خضر نے اسکو بشارت دی کہ تجھ کو روم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح افزا سے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ مصر نے تحائف وہاں روانہ کئے۔ خواجہ خضر نے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ بڑا نامور ہوگا۔

اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونو قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو۔

نثر فارسی

پیشکش ہاے مصری طیار ساخت بارسول
عاقل و دانا روانہ شہر روم نمود۔ راوی
ایں حکایت راچنیں روایت می کند کہ سلطان
صفوان شاہ فرود آمدن گذارید از احوالات
گلستان خوبی و گل و غنچہ شاہی رومیر اسامع
کردید کہ ملکہ روح افزا در خواب قیلولا بود کہ
دو شناسی جمال جہاں آرای حضرت خواجہ
خضر علیہ السلام عالم ظلماتی را بنور جمال جہاں آرا
حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ظلماتی بنور جمال
خویشتن نورانی مزین کردانیدہ۔

دکھنی نظم

دیا حکم آنند پا بی حساب
لکھن نامہ شاھی یمن کوں شتاب
جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دبیر
اشارت سو شاہ منکہ پایا دو پیر
سمج شاھی او دلکی سورات کون
لکھا نامہ بیکی کر اس دہات سوں

....

انکی مھتران سون خزانا کئی
یمن کی طرف خروانا کئی
یکیک ملک یکبیک شہر یکیک ولات

یکایک کریکایک کوٹ لک دہات دہات
الٹکتی الٹکتی چلی تا یمین
خبرکئی یمن کی شہنشاہ کن
کہ شاہ ملک کی مصر کا بی نظیر
محبت کون بھیجیا ہے اپنا وزیر

نثر فارسی

روزی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید و در شکارگاہ بشکار مشغول بود کہ قضارا روزی در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید و سر در زمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد و گفت کہ عمر بادشاہ دراز باد کہ اللہ تعالیٰ شاہزادہ عطا فرمود کہ در ملاحت و صباحت گوی از یوسف بردہ بشنیدن این نوید بادشاہ را خوشحال تمام روی داد و با آرندہ این مژدہ انعام خاص داد و صد ہزار بدرہ زر نثار کرد۔

(اسکے بعد ایک طویل عبارت ہے جسمیں نجومیوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کرکے نام تجویز ہوا ہے۔)

دکھنی نظم

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگن ہار کا
سو بیٹا دیا شاہ کون بی بدل
سورج چاند تھی خوب نرمل نپھل
خزینے دفینے سون کھولن لگیا
رتن راس دھر یکی رولن لگیا
کنایا ترہ جگ مینے کاج یون
کتا ناسکی جگ میں کوئی راج دودن
دعا سون اچایا ہات بھو صدق ساٹ
منگیا اپنی فرزند کون بجید حیات
خوشیاں ستا امرت کھرسا فال دیک
سو سیف الملک کر رکھیا ناؤ نیک

جنگ کا سما

نثر فارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ امادہ جنگ شد
دربرابر صف بصف آرد ست غلغلہ دیو و جن و
عفریت و پری در ملکوت افتاد جہاں پر تیغ و
تا یک گشت تا سہ روز و سہ شب درمیان
تلوار بریاں ۔ (؟) و عفریدان جنگ داشتند
آوازہا یا ہای درکنیز (؟) میار سیدہ واز
آسمان سہ روز و سہ شب خون میبارند گویا
سقایان آب پاشی میکردند بعد از سہ روزہ
طاقت لشکر قلزم مرتما ندو ہزیمت ہنہارو
لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلزم بقتل رساند
و تمام سپاہ اورا غارت کردند با چہارتن
شاہ قلزم را اسیر کردند۔

دکہنی نظم

کھنہار یو قصہ حرب کھول
کھے اس وضا سوں زبان حرب کھول
کہ شہبال بن شاہ رخ بے نظیر
جو صاحب تھی کو وہی سونیا بول پھیر

....

ہوئی جمع جنگی ہنر بران تمام
فوز ہور خون خار امیران تمام
یکیک جان یک کوہ یا برج جیوں
لی ہاتاں تاں میں فتنی بھری کوزہ جیوں
لی رخ دندی پر جو ہلتار تھے
زمین ہیبکی کھائی تھی بھار تھی
غضب ناک ہو جیوں انکی دل ہوئی
کلیجی کہپار انکی پھوٹ جل ہوئی
تراٹی شراران سوں جیوں پر غمان
ہوا کھا پرا جیوں نکہ پر آسمان
سلح پوس پولاد کی کوٹ جیوں
پر آشوب سمادر کی لوٹ جیوں
اوتالی ہو آفت بھری عزم سوں
کھرا کہ میدا نمیں رزم سوں

بھیا یاؤ جیون قہر کا شور سات
سلطنت کی اکن سلک اونہی زور ست
کئی قصد پرتی کون دو دھیر تھے
زمانا ھوا تل اوپر سپر تھے
اوتھیا شاہ شہبال وئیں زہر ہو
پڑیا اسکی لشکر پو جیا قہر ھو۔
او دو راج دو دھرتی پر دھم ھوی،
پھری فو جکون فوج درھم ھوی،
اوتھیا غل جد ھر کا ادھر مار مار
قیامت زمین پر ھوا اشکار
جھلک دیک بجلیاں سی تروار کی
اوریں فاختی سخت سینسار کی
دلیراں جو شہبال کی پائی بل
سو فوجاں کون یکد ھرتی اسکی کھوندل
جو دو پرا اسکی صفپر پڑی دلیراں
سو کھیری پڑی ھور پڑیاں اختراں
ستی دھرت پر یوں مونڈیاں کا ٹکاٹ
سو کسکوں سمجتا نہ تھا بات گھاٹ
جو دریا لھو کا ابلنی لگیا
لکت اسپ دکشتی ھو چلنی لگیا

سپراں تیر اس لھو کی سمندور تی
جو دستی تھی جیوں بہ بیری روز تی

دھراں سب تپٹ موج کی لوٹ مار
تھی دیتی نکلتی تھنکان کی سار

بلا بانکی بانات کوں جیوں اک لائی
زمیں ھور زمانیکوں دیتا ک لاہی

غضب پر غضب کا جو مارا ھوا
سو ایسا بپرا کچھ دھولا را ھوا

دنیا غیب ہوی اس دھولاری تلین
کنواں تا کیا دیس اندھاری تلین

لیا گرد جا ڈھانپ اسمان کوں
دھنواں سانپ ھو نکلیا بھانکوں

سو دریا ہی قلزم کوں صعوبت چھوتی
زمیں کی تلیں کا ہی اپر پڑا او تھی

بپاراں پہ پا سخت رکرا ھوا
کھیں نیں سو نادرو جھپکرا ھوا

چپڑی پیٹھا اسکی کھد پہ ہی وھیاں
سو حلقا ھو چو ندھر بیری وھیں

یکایک فتح آسمانی جو پائی
پکڑ شاہ دریا ہی قلزم کوں لیائی

نظر اسپو شہبال کی جیون پیری
سوار اج اس راجکی دین اوپری
کھایوں کہ تجکوں تجھو رون آنال
کروں کا میلاد ھومیں پای مال
کہ سنپریا ھی تون آج مجہ ھاتن میں
توں سچ بول جھوٹا نکھو بات میں

داستان کا خاتمہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

چیزہا بسیار از مروارید کہ ہر شب چراغ وغیرہ
جواہرات وزربفت وتیلک الوان دیگر و
عطریات وزر ونقرہ باحشم تمام ملکہ خاتون
را نکاح بستہ بہ شاہزادہ دادند۔ وہزار فیل و
لشکر آں ملک را وداع کردند شہر بشہر
منزل بمنزل میرفتند تا نزدیک شہر مصر
رسیدہ کہ اینک سیف الملوک آمد با مردم
تمام وکام دل حاصل کردہ رسید بہ شاہ خبر
رسیدن فرزند شنید از پس از فراق پیر
شدہ بود جوان گشت وی این بیت
خواند.......

دکھنی نظم

سعادت کی ساعت میں خوشحال سون
پیریا پہول کا عقد اسپال سون
ملی جیوں او شہزادی ھور اوجوان
ھوا شاد سیف الملک کا پران
....
دیا خلقتاں ھور تو از سش کیا
روانا ہی کر نیکا سارستش کیا
دیا کو ہراں لال ھور گنج تیا
وھاں تہی وھیں ان روانا کتا
او سب مال وھن ...... حساب
.... پھر شتاب
چلی منزلاں الخ

جو صاعد الخ

از صومعہ برآمد و با ہی دولت در رکاب سعادت
نہاد با جملہ وزیراں و ندیمان و خاصگان
با تمامی عام از شہر بیرون آمدند ....
شاہزادہ از اسپ فرود آمد شاہزادہ
دیدہ با پوشش شاہ فی الحال سر نہاد
شاہزادہ برداشت و برکنار گرفت و
بسیار گریست "

تا کاشاک الخ
جو عاصم نول شاہ دیکھے جھوک جھوک
ہوا تھا جو کا ہی نمن سوک سوک
یکایک خوشی آئی آنند کی
نچھل نور دیدی خرد مند کی
پھو گیا ہور آیا کی اک پران
بودھا پنک تھا سو ہوا پھر جوان
وھیں غم کی جھڑی سوں نکلیا بہار
لی ارکان دولت کوں سب ٹیکبار
میلا سامنی جا کہ وئیں پوت کون
گلے لا لیا بہوت گللوت سون

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوتی مزید دو صفحے مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف سے سلطنت کی - گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہکر انتقال کیا سیف الملک نے سوگ کیا - بدیع الجمال کی ماں اس خبر کو سنکر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی - بدیع الجمال کو حمل کے دن گزرنے پر لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام تاج الملک رکھا گیا - (۱۵۰) سال سیف الملک نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیمار ہو کر مر گیا - بدیع الجمال کو اسکا بہت رنج ہوا چنانچہ ختم کتاب فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے -

"تمام مرد و زن سیاہ پوش شدند و خروش از مردم شہر برآمد
بدیع الجمال این بیت میخواند و میگریست "

ایمرک ہزار خانہ ویران کردی　　در ملک وجود غارت جاں کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بجہان　　بردی بزیر خاک یکساں کردی

مندرجہ بالا مقابلہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ دکھنی ترجمہ کس قدر کامیاب کوشش ہے بلکہ یوں خیال کرنا چاہئیے نفسِ مضمون کو پیش نظر رکھکر ایک قصہ لکھہ دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ غواصی کے بہترین شاعر اور صاحب کمال ہونے کی یہ ایک بدیہی دلیل ہے۔ غواصی کی شاعری پر طوطی نامہ میں بحث کیجائے گی۔

برٹش میوزیم کا مکمل نسخہ با تصویر ہے۔ متعدد رنگین تصاویر ہیں۔ ان سے قطب شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ مجرا اور سلام کا طریقہ اہل دربار کا لباس۔ رزم و بزم کے حالات باغ۔ جنگل۔ دریا کے منظر۔ شاہی محل۔ دربار عال۔ گھوڑوں۔ ہاتھیوں اور اونٹ کے ساز وسامان۔ غرض مختلف امور واضح ہوتے ہیں۔ آرٹ کے لحاظ سے ان کو بڑی وقعت دی جاسکتی ہے۔ اور اپنے فن کے لحاظ سے بہترین نمونے کہے جا سکتے ہیں۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں چنانچہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس اسکے کئی ایک نسخے ہیں۔

طوطی نامہ

برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے ہیں۔ یورپ کے دوسرے کتب خانوں میں کوئی نسخہ نہیں ہے۔

(۱) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۲۳۹ اڈیشنل) ورق (۱۶۲) سطر ۱۲۔ نستعلیق کاتب شیخ ابومحمد قادری سنہ کتابت ۱۱۷ھ

(۲) نسخہ ثانی نمبر (۹۷۰۰ اڈیشنل) ورق (۱۷۷) سطر ۱۲ نستعلیق۔ کاتب موہن لال تاریخ کتابت ۲۹ شوال ۱۱۴۹ھ

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ضیاء نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہوا۔ غواصی نے اپنے تخلص کی بھی وضاحت ہر قصہ کے آخر میں کی ہے۔ اسکی تصنیف یکم رجب ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ء) میں ہوئی پوری مثنوی ایک ہی خط سے لکھی گئی ہے۔ اسکا کاتب شیخ ابومحمد قادری ہے اور سنہ کتابت ۱۱۷ھ" اسپرنگر کی تشریح اسطرح ہے:۔

"طوطی نامہ نمبر ۶۰۸۔ طوطے کی کہانی جس کو مولانا غواصی نے دکھنی نظم میں لکھکر عبداللہ قطب شاہ کے نام پر معنون کیا۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں طوطی نامہ موجود ہے مگر اس نے مصنف وغیرہ کی صراحت نہیں کی ہے۔ ڈی ٹاسی نے بھی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا غواصی نے نخشبی کے طوطی نامہ کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اسکی تصنیف کے وقت غواصی کی وہ حالت نہیں تھی جو پہلی تصنیف سیف الملوک کے وقت تھی اب وہ سلطان کے دربار میں بارسوخ، صاحب عزت و مرتبہ تھا نہ صرف دربار شاہی میں بلکہ

قلمرو قطب شاہی میں اسکا مقابل کوئی اور شاعر نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم رجب ۱۰۴۹ھ ہے جسکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی بخشش حضرت تے جب مجھ مدد ۔۔۔ دیا میں اسے نور و آج اس سند

برس یک ہزار ہور چالیس پہ نو ۔۔۔ ہوسے تجھے یو موتیاں پر دیا ہوں نو

لطافت بھری مثنوی یو عجب ۔۔۔ مرتب کیا خوش ہیں پہلی رجب

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لکھتا ہے۔

جو ابیات ہیں اسمیں الف چار ۔۔۔ برابر ہیں لاکھ بیت کے ہر چار

قصہ کا خلاصہ اسطرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سمندر کے کنارے تھی ساتوں سمندروں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے نایاب جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا جوان ہونے پر باپ نے ایک حسین و جمیل خاتون سے اسکی شادی کر دی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لیئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار هون قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا مجھ میں ایک عیب ہے یعنی میں آنے والے امور کی خبر دیا کرتا ہوں۔ چنانچہ عنقریب ایک قافلہ عنبر کی خریداری کے لیئے آنیوالا ہے اسلیئے جس قدر عنبر بازار میں موجود ہے تو خرید کر لے تاکہ آئندہ

نفع ہو۔ نوجوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور عنبر کی خواہش کی سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہوگیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نوجوان بی بی پر مدت گراں گذری ایک دن اپنے بالاخانہ پر سے مصروف نظارہ تھی ایک سجیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دلپر تیر نظر نے کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ چونکہ اسکا دل بھی اس پر آگیا تھا یہ راضی ہوگئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نوبت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کرکے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہوگا جو ایک رانی کا ہوا تھا (اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے) اس عرصہ میں صبح ہوجاتی ہے۔ اور سوداگرنی کا ارادہ کل پر ملتوی ہوجاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصہ میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۳۵) کہانیاں کہی جاتی ہیں آخری دن سوداگر بچہ سفر سے آجاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ لیکر پورا حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ نے بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کرکے فقیر ہوگیا۔

اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار:۔

خدایا جو دانا ہے تون غیب کا ۔۔۔ ہے ستار بندیاں کیرے عیب کا

نہ اشکار تجہ ہے نہ انکار تون ۔۔۔ نہ چون و چرا سون دھرے کار تون

سدا ہی اپین کہتا ہے سو تو نجہ ۔۔۔ جیویں مارتا ہور جیلاتا سو تو نجہ

رتن خاص دریاے لولاک کا — جھلک لامکاں نور افلاک کا
محمد نبی سید المرسلین — سدا روشن اوستے دنیا ہور دین
عدم میں سے عالم کوں پروردگار — اسیکے کیا نور سوں آشکار

سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں کہتا ہے۔

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں — ثریا کے تارک پہ اسکا ہے چھاؤں
کہیں قدسیاں صاحب صدر اُسے — کہ ہر شب سو دیتے ہیں شب قدر اُسے
شرافت ہیں گرد اسکے نعلین کا — ہے سرما چنا ہر سور کے نین کا
و کہت زور در طالع اس راج کی — صفا دار روشن دلاں آج کی
کئیں یوں بحق علی ولی — کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

قصہ کی ابتدا

جن اس جوہراں کے سمندر کا کہیر — [illegible] بے نظیر
سو یو جوہراں کار لیا تا ہے یہار — جو ملک ہندوستان میں ایک ٹھار
کہتے ہیں جو تہا کوئی سوداگر ایک — وجاہت منے پاک صورت میں نیک
اُتم مالکا بہوت کیتے بخت دار — کہر اُس کا سو تہا مین بندر کے سار
جتنے اس زمانہ میں سوداگراں — وتے اُسکے انکی تہے جیوں چاکراں
کیا تہا خدا یوں اُسے سرفراز — جو تہے ساتوں سمدر پر اسکے جہاز
شہاں پاس نہیں کچھ سو اُس پاس تھے — یکیک نور تن کیچ نور اس تھے
سدا تازہ تہا ذوق کا باغ اس — دلے فرزنداں نہیں سو تہا داغ اس
کیکدیس پنچیں کوں او باغ جیوں — خدا کے کرم تے ہوا باغ جیوں
ہوا کہر منے ایک فرزند اُسے — سو ویسا ہوا آج تک نہیں کسے
نشانیاں سعادت کے لئے ٹہار ٹہار — ہوا اسکیں اظہار یوسف کے سار

گہر اس کا جھلک سنے لگیا نور تے ستارا اچھل آیا نکہ دور تے
کیکدیش کون جیوں ہوا ان جوان سو دیتا باپ ہنگام اُسکا پچھال
نہینے ایک محبوب مہتاب سے لطافت میں ترل پھل آب سے
دہنا اثرت پیدا کیا کر نہ دیر کیا لاکہ خوشیاں سے کار خیر

سوایسے بیٹے یک چھپلا جوان پری اسکوں دیکھی تو دیوی پران
پھرے وبدے سات آتا دیکھ سو اپنے طرف خوش نہیا تا دیکھ
جو تہا مرد کا عشق من میں اول جو دیکھی اُنسے سو کیا او نکل
بچھاتیا رُخ اس کا او چنچل جوان سو رہا یادو یہن عشق کا تیر بان
جوں اس بانکے کہاو کاری لگی انتر نیچ دونو میں یاری لگی
بہتر تہا سو اِن جیو را وارتے امنک سات اُن تو تکتا پہار تے
یکایک نہ اس دہنکوں بہار آئی جائے نہ اُس جوان کوں بیس کرجا ہی جای
بہرحال اُنسے عشق بہاند میں میل چلیا اپنے منہ پھیر تیزی کوں ٹہل
ملا یک بڈھی مکر زن کو شتاب دیا اُسکن تکی خوش کیا بے حساب

خاتمہ پر کہتا ہے۔

سخن پروران یکتے یک ہیں زیاد دلے آور ہے مجہ زبان کوں سواد
یو الاف نہ عیب تے دور ہے سلامت کی آسمان کا سور ہے
جہان میں جھلکتا اچھو جم مدام بحق محمد علیہ السلام
غواصی اگر توں ہے سچلا غواص لگا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گگن بن تے جہر جیئیوں کلاب آفتاب لیا آپسین پہول میں مغرب کے داب
کنول چاند کا نہ ملا سے بدل چمن تے جو شفق کے آیا نکل

سورج روپ دِستا جو یوسف کے سار　　لیا چاہ مغرب میں اپسین اُتار
سو مشرق کے مچلے کرہی کرب تے　　جو یونس کے بچھنے چھند نس چیتے

جنوں اپنا کیا دیس پھر اتمام　　ہوا جمع یکبار اندہارا تمام
کیا سور مشرق تے مغرب کون چل　　ستاریاں بسنے چاند آیا نکل

سورج چوتہی آسمان کا دیدبان　　کیا دیدوا نیکوں مغرب بیان
نکل چاند جا سوس مشرق سنے بہار　　جنوں آیا سو پھر غمزدی ہوا و نار

جو فرعون خورشید کا چھوڑ مشرق　　ہوا غرب نیل آب میں جا کہ غرق
سو مہتاب موسے نمن دور تے　　جوں آیا نکل مشرق کے طور تے

جہانگرد خورشید جنوں وقت شام　　کیا غرب کے گہر بیٹے جیا مقام
نکل چاند مشرق کے بارہی سنے بہار　　جنوں آیا سو ادولبر با بیقرار

سپینے کا پنکی سور جنوں سیر کر　　چلیا غرب کے آشیا سنے بہتر
بکولا رسپے سار کا صاف چاند　　کیا دیکہ پروا نزا نچیل سر کوں باند

سورج دیس کے روم کا بادشاہ　　کیا جا کر مغرب میں جنوں تخت گاہ
رہن شام کے ملک کا راج چاند　　نکل آئیا دیکہ اودہن سلے ساند

ذرفشتے جو شمشیر کون یہاں سکے　　دہی دال پنجہ غرکی میان کے
فلک مشرق کا کہول رنگیں غلاف　　لیا ہات میں چاند کا سیف صاف

اجت دیس کے رین کا دیندار　　ہوا غرب تسبلی کمہن جو سوار
ہندو چاند کا رین کے ہند تے　　جو آیا نکل اودن کے بیتے

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں لفظی اختلاف کے علاوہ اشعار کی کمی و بیشی بھی ہے قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی و بیشی نہیں ہے بلکہ لفظی

اختلافات ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی مدح وغیرہ کرتا ہے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے ختم قصہ کے بعد دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

نہ ہے بخت دولت نہی اقتدار　　　　نہ ہے وقت وساعت نہ ہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۶۷) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۲۵) شعر۔ ان کے منجملہ (۳۴) شعر تو دونوں میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں باقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لعل والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

جو سلطان عبداللہ اس دور کا　　　　ہے راجا سلیماں کے طور کا

شگفتا کیا دیکہ اس کا کرم　　　　سو جہلگیا میری طبع کا جام جم

کرون کیون نہ میں شکر ہر دم ہزار　　　　جو سن خوش ہوا یون شہ روزگار

جیوں اس شہ کی خاطر پر یو قبول　　　　گلن تے ہوا مجہ پہ رحمت نزول

جب یوں نظم میرا عروسی کیا　　　　سو یچ مجہ سوں آ دست بوسی کیا

کیا اے سخن صاحب تمیز　　　　بچنگی سو پایا ہے مصر کا تون عزیز

تیری طبع اپہ ال صد مرحبا　　　　سچا تون پایا ہے منظور آل عبا

موہن لعل والے نسخہ کے بعض زائد شعر حسب ذیل ہیں۔

عجب دلکون عیسی کی پورا اج تہی　　　　لگیا سو کہی ای خدا کی نہی

تون ای بات چنداں عجب کہہ نہ جان　　　　کہ کرتی ہوں میں تجکوں خاطر نشان

طلب گار هُول هو مولی هی تون — کہ مولی کہ خلعت میں اُولی هی تون
تون عارف هی گر نکتہ دانی منی — نجها دیک اپنی معانی منی
جو هی کون آیا هی کس کام کون — مشرف کس بدل هی تیری نام کون
کہیں جسکون مجموعہ اسرار کا — سو تون هی نهیں کوئی تیری سار کا

تیری ذات میں پور اللہ هی سب — تیری قید میں ماسوا اللہ هی سب
تون جانی کسنی لیس نی جُبتی — اُجا تون سکی دم انا الحق مستی
گهی عبد هور گاہ معبود تون — گهی هم ایاز هور محمود تون

اُجا دم جم اللہ کی نام سون — متارہ سدا عشق کی جام سون
خبر تجکون دی نفی و اثبات کا — کیا یا نکوں سو ختم اس بات کا

لفظی اختلاف بهی ہے مگر چنداں اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :-

موهن لعل والا نسخہ

کتک کہانی اما سنائیں هوی
منج اس دهات لوگان میں رسوا کئی

سن او خواجہ یو قصہ دل سب تهی توڑ
دیا اس قفس میں تهی راؤ تیکو چهور

ابو محمد والا نسخہ

کتک کہانی اما سنائیں هوا
مجه اس دهات لوگان میں رسوا کیا

سن اهی قصہ او خواجہ سب تے توڑ
دیا اس قفس میں تهی راؤ تیکو چهوڑ

طوطے نامہ نخشبی کے مقابلہ کے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ کہانی سنسکرت میں لکهی گئی تهی جسکا نام "شکا سپتتی" تها سنسکرت سے

فارسی۔ دکھنی ۔ اُردو۔ انگریزی۔ جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ نثر مصنفہ ضیاء الدین نخشبی۔

(ب) طوطی نامہ نثر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ (نثر) محمد قادری۔

نخشبی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے انڈیا آفس اور تین نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور چند نسخے آکسفرڈ میں بھی ہیں۔

نخشبی اپنے زمانہ کا نامور باکمال مصنف ہے۔ عشرہ مبشرہ۔ کلیات وجزئیات سلک السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں ۷۵۱ھ میں اس نے وفات پائی ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رائنس نے ۱۷۹۲ء میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۵۸ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لباس پہنایا۔ غواصی نے دکھنی میں منتقل کیا جسکی صراحت ہو چکی۔

نخشبی کے طوطے نامہ کو اولاً ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے اختصار کیا اسمیں بھی طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے (۵۸۹ ۱۰-۱- اڈیشنل) اسکا ایک دکھنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آیندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نخشبی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کر دی گئی ہے۔ برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے (۱۶۸۴۴ و ۱۶۸۴۲) اور انڈیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۲۷۵۰ و ۳۵۷۷) موجود ہیں۔

قادری کی کتاب ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۰۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۰۶ء میں جان ہاڈن نے اور جرمن ترجمہ ۱۸۲۲ء میں ہوا ہے۔

سید حیدر بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۲۵ء میں لندن

سے شائع ہوا اس کے بعد ہندوستان سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے اسکا ایک مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کا طوطی نامہ نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ غواصی نے جہاں اصل کہانیوں میں کمی کی ہے وہاں نفس مضمون میں بہی اختصار کیا ہے اور کہیں حسب ضرورت بیشی بہی کی ہے۔ ذیل میں اصل فارسی اور غواصی کا ترجمہ ساتھ ساتھ پیش کیے جاتے ہیں

نثر فارسی

تاجری بود طوطی داشت کو یا کار بار خانہ
بدو مفوض کردہ بود ہرچہ از صلاح و فساد
بدیدی و از دو بیداد معائنہ کردی یکبیک
بدو باز نمودی وقتی تاجر جای بہ تجارت
رفت چوں مدت غیب او دور دراز کشید
زن او را با یکی از جوانا محلت سری
خویش افتاد ہر شب او را در خانہ آوردی
و با او ہم بستر شدی طوطی آن ہمہ معائنہ
کردے اماں زبان بغمزی نکشادی
و ہم جان تجاہل نمودی ....

بعد از چند گاہ تاجر در خانہ آمد طوطی ہمہ
احوال ماضی باز نمود مگر نکتہ عشق زن
پنہا داشت ۔

نظم دکہنی

سنیا تہا جو سوداگر ایک بے نظیر
اتہا اُسکنے ایک راوان گہیر
وفادار خوش فام شیریں کلام
ہنر غیب کی تہا سیج ہیں تمام
کرے گہر کی سب دیکہ پائی وہاں
دیوے نیک و بد کی نشانی وہاں
جیوں ایک دن او سوداگر نام دار
چلیا کرنے سوداگری ایک ٹہار
لگی دیس کی بیگ پایا نہ آن
تہی جان اسکی عورت لگی تلملان
جوان اسکی باڑے میں تہا ایک خوب
لگاہی چہپا عشق اسے دیک خوب
منگلی جنیو تو گہر بلایا ہیچ اُس دن
کرے ذوق پہولوں سدا بر سیج اسو
اور اوان جکیج اُن کرے سو سُنہا ہے
ولی موں پہ عورت کی ہرگز نلیا ہے

منڈی شہر انیں لی گردان کر
نجانیچ تیون چپ رہی جان کر
جیون آیا او سوداگر اپنی مقام
خبر گھر کی رادین کون پوچھا تمام
کہنکا جلکچ تہا کہیا اسکی سات
ولی ٹئیں کیا فاش کی بات

نثر فارسی

طوطی چون سخن ایجا رسانید با خجستہ آغاز کرد کہ بانوں می ترسم نباید کہ شوہر تو از سفر بیاید و تو از روی شوی چنان شرمندہ مانی کہ آن زن زاہد از روی شوی شرمندہ ماند پیش ازانکہ صبح از مشرق ندمیدہ است برخیر و جانب دوست شو و شرم اشکنی اولیکن خجستہ در استعداد رفتن بود کہ شوہی او در خانہ آمد و غوغا از غلام و کنیزک برخاست کہ خواجہ رسید و میمون از سفر بازگشت خجستہ بحکم ضرورت چار و ناچار خوشش و ناخوشش در پای شوی افتاد۔ و میمون بعد از مانی پیشش قفس طوطی رفت و از حال ماضی تفتیش

نظم دکھنی

کہیا یونکہ ای نار ہر گئیوں تو آج
تیری منکی مقصود کوں دی رواج
شتابی سون جا یار کون شاد کر
بیتی دنکی یاری نہ برباد کر
ثرت دور کر دلمیں کا دغدغا
مبادا ایکا یک تجہی ہوی دغا
جیون دودھنی بدھنی گنبدن
ہوی مستعد جاونی یار کن
شفق شرق دہرتہی ہلوا پیدا ہوا
سو غوغی سون وتین مرد پیدا ہوا
ہوی شاد سب گہر کی باندی غلام
چھپیا نہین بہگلات اسکی تمام
پڑیا مرد کا گہر سی جیسوں قدم
خوشی ناخوشی سون کر اپین

کرد. طوطی گفت الحمد اللہ کہ تو بسلامت و
سعادت و بخانہ آمدی و در غیبت تو
خدمتی کردہ ام کہ ہیچ وقت کسی خدمت نکردہ
باشد. شہد ترا از زحمت یکس مانع
شدہ ام و کل ترا از دست انبوہی
او باشش نگاہ داشتہ ام اگر بر رسم
شکرانہ مارا از قفس آزاد کنی کیفیت
گذشتہ بگویم و سرگذشتی عجب
باز نمایم میمون عہد کرد کہ ہمچنان کنم طوطی
احوال عاشق شدن زن او خجستہ
و برزمین زدن شارک باز نمود گرفت
وکیفیت پنجاہ دوم شب است کہ او بحیلہ و
تدبیر و بدمدمہ و تزویر و فیلسوفی نگاہ
می داشتم و چشم بر آمدن تو نہادہ بودم
الحمد اللہ کہ ہیچ چندین شب من ضائع
نشد.......... میمون
طوطی را آزاد کرد و خجستہ را گردن زدہ و
خود سر تراشیدہ و جامہ صوف در
پوشیدہ در صومعہ در رفت و بطاعت مشغول
شد.

رکھی سیس جامرد کی پانون پہ
بجا پلا سیج کی ٹھانون پہ
ادب سات ہوا اسکی آنکی کھڑی
خوشی آدسون گفت وو یک گھڑی
جو زمیوہ کچ تہا سو لیا اس کھلائی
محبت کی پیالی سون شربت پلائے
ہوا آسودہ گھڑیں گھڑیاں تیں چار
چلیا بعد از او مرد را دہن کی ٹہار
اٹھا بول ای طیر شیریں زبان
کیا صرف منج بعد کیوں کہ بیان
تیرا لاڈ کس دہات خاتون چلا سے
تجی وقت بی وقت کیوں کام آئی
نہتی ہور بڑی گھڑی تہی کس طرح
میری دہیر بول ای موافق رفیق
اور روان کر اول شنا ہور سلام
کیا خوشی دل اسکا چلیا خوش کلام
کہی کا جکیج تہا سو کہ کہول کر
اٹھیا میسوشا اسد ہاتسون بولکر
کہ ای خواجہ ہیں تیر تہا غیب منی
کیا خدمت ایسی جو ذلیسا کئی

کیا نیں ھی اسدو رمیانی اچھون
سنیا نیں ھی کوئی اس مانی اچھون
منج آزاد اس پنجری تھی اگر
کریگا تو کوئنگا تجی سر لبر
کیا شرط اس سون اسی دہات ان
سو بولن لگیا تب کہ ای خواجہ سن
جو ھی گہر کی خاتون تیری حلال
تیری بعد اپین تن ک سک سنبہال
جو جہاڑی یہ چیڑ کہول گہر کی نجانے
نظر کوئی پڑیا سو اسون عشق لائی
یکایک جو ھوئی عشق تہی بی قرار
چلی باراول سو شارو کی ٹہار
کنی مشورہ بہار جاتی یدل
تیرا ننگ ناموس کہاتی بدل
او شارو نمک کہائی تہی کر تیرا
نجانی دی مانع ہوئی تہترا
سو ماری جوان پنکہ اسکی مرور
بزان آئی میری طرف اسکو چھور
کنی دی رضا تک جو میں بہار جاتون
ندی بارسون یک گڑی گم کر آؤن

تب اس باب میں دور اندیش کر
اسیکا چ ھوا پس میں پیش کر
حکایتاں سنی کر گرفتار اسی
دیا گھرتی جانی نہ میں بہار اُسی
صبا لک سنا بیس لی ہر رینا
تون آئی تلگ تو رکھیا اس جتن
بڑی شکر جو تریح میرا تمام
نہ تا چیز ھوا ئیا آج کام
ھی تو مرد اس کا او تیری حلال
تجی بہائی تہوں رکہ لی اسکون انال
خدا ستین رہا کر جو میں یا نتی جاؤن
جو اس غم تہی فارغ ھو کیچ قرم پاؤن
کہ اس عورتاں سون نہ جیتیا ھی کوئی
او جیتی انو تہی جینی است دھوئے
سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ
دیا اس قفس میں تہی راو نکیوں چھوڑ
جو غیرت کی آگ اسکی سینتی لگی
سنتیا توڑ عورت کون یکبار گی
لٹا گھر فقیران کون سب ایکبار
گگلی گہالی خرقہ صوفی کی سار

لگا اس حق ستی پہچت اُس تہی
دہو اواز عورات کی جنس تہی
شبا نفس کا کاڑ دل تہی سنم
کیا صرف طاعت سون باقی جنم

نثر فارسی

طوطی گفت در غرایب اسمار و عجایب اخبار چنین دیده ام که در بنی اسرائیل زاهدی بود زنی داشت و پسران زاهد روی بطلب نفقه از خانه بیرون آمده با مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست یکدرم حلال داشت و در یکدست ده درم حرام گفت ای زاهد که کرد حلال ضرورت کرد و او را با حرام چه کند زاهد آن درم حلال بستد و روان شد صباوی چند روز پیش از آن مرغی هفت رنگ گرفته بود و بر دست هر که می فروخت چون خرنده در خانه می برد و از دست رها میکرد مرغ می جست و چشم او می کشید۔

....

زاهد چون دید که کارخانه او ساخته و اسباب کاشانه او بر داخته گشت گفت زاد و راحله

نظم دکھنی

سنیا ہوں جو یک کوی زاہد گہیر
اتہا زہد میں آپنی بی نظیر
یک عورت تہی اس کو بیٹا بی ایک
ولی تہا او نہنوا او طالع میں نیک
گذرتا اچہی اس پہ فاقہ مدام
بغیر از حلال ان نکہاوی حرام
مسلم پہریا بینوای سون گہر
سو یک رات سپنی میں وقت سحر
بشارت دیئی کوی آ اسو ضا
کہ ای جو گذرتا ہی تج پہ جفا
گر آج اُٹ جاتون صحرا کی دہیر
انکہیاں کہول کر دیک چو پہیر پہیر
پنکی ہفت رنگی لی کوی ناگہان
شکاری لیگا تجی ایک دہان
لی اس پاس تہی ادہکی مول تون
ولی بہی کسی دہر نکو بول تون

بدست آمد اکنون به این نیست که قصد خانه کعبه
کنم و محرم سعادت ابدی شوم زن را
وصیت کرد گفت باید که تو در غیب من
چنان باشی که زنان نیکو سیر باشند
بی مصلحتی از خانه بیرون نیائی و در بام و
دریچه نظر نکنی و بالاتر وی دغم مرغ و غم
پسر من بواجبی بخوری۔

که جس گهر متی او جناور اچهی
تو نعمت سو بهر دایم او گهر اچهی
چکیچ هین خواص اس پنکی مین تمام
انگی دن په دن هوئیگی نجکون نام
جیون اس دہات کا خواب اسکون هوا
گزا دنت اسی دہات او نیبوا
جو صحرا کدهن سیر کرنا چلیا
سو ناگاه وان یک شکاری ملیا
نظر جیون پڑی اس پنکی پہ سو وین
لیا مول جانی نه هی هور کئین
خوشی سات پهروان تهی آیا جو گهر
کی عورت اس مرغ کون دیکه کر

....

لگیا پرنی جیون مرغ پنکه جهاڑ کر
جهڑی دور تن سو لیا کاڑ کر

....

کتیک نو بہار هور کتیک خزان
خوشی سات گذران کر بعد ازان
مراد اپنی حاصل هوی دیکه کر
نیت حج کی او زاہد نیک کر

کہیا اپنی عورت کی دہر کہول حال
کہ واجب ہوا منج اپرال اتال
جو کئی کی اسباب کا سبج کرون
ایس وانلگ اپنڑ سون ہو حج کرون
حیات سات رک ایسین گردانکر
نکو خاطر اپنا پریشان کر
اچ اس مرغ کی حفظ میں رات دن
نہ غافل ہو فرزند تہی ایک چھن

کلام پر ریویو | غواصی کی دو مثنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اُس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تہا اور یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تہا۔ کئی ایک شعرا کہنہ سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اسوقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی دربار میں رسوخ حاصل کرچکا تہا اور اس کی حیثیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تہی۔ جوانی کا عالم گزرچکا تہا پیری کا زمانہ تہا ہمعصر شعرا میں کوئی مدمقابل نہیں تہا۔

دونو مثنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونو فارسی قصوں سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تہا افلاس میں گزر ہوتی تہی۔ دوسری مثنوی کے وقت وہ مالدار تہا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تہی۔ دُنیا دیکھ چکا تھا دُنیا اور اہل دُنیا سے مستفید ہوچکا تہا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تہی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گھمنڈ تہا تو دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آچکی تہی۔

دونوں مثنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے پہلی مثنوی بتاتی ہے کہ

غواصی کس طرح مغرور ہے۔ اظہار خودستائی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد سے وابستہ ہے۔

دوسری مثنوی میں اپنے دُنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے آئندہ سے نظم نہ کہے گا۔

غواصی کے کلام میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ تصنع سے پاک ہے۔ بیان کی دلکشی اور صفائی قادر الکلامی کے شاہد ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا مصنف اپنی شعرائی کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اردو میں اسکا نسخہ موجود ہے۔

مثنوی مصیبت اہلِ بیت؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۲۲/۳ بلوم ہارٹ)۔ ورق (۵۱) سطر (۱۳)
تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کا نام
حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ
کیا ہے مگر وہاں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔

احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا
ابن نشاطی نے پھول بن میں احمد کا نام بھی لیا ہے۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے اسکی ایک
مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مضمون کے لحاظ
سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے
جدا جدا عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔

چند عنوانوں کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

(۲) قصہ شاہ مرداں مرتضیٰ علی علیہ السلام

(۳) ذکر امام حسن علیہ السلام

(۴) ذکر یزید ابن جہنم ملعونہ علیہ الانہ

(۵) ذکر یزید ابن عبد اللہ علیہ السلام بکوفہ

(۶) ذکر فرزندان عبد اللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن محمد و برادران محمد

اسکے بعد کربلا سے متعلق عنوانات ہیں شہادت امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

سنو قصہ مصطفٰے کا جو ہے سرورِ انبیا — جنکی واسطے پیدا ہوا دو نو عالم دین و دنیا
جن کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمۃ للعالمین — اول ان کوں پیدا کر کر بعد از کینا دنیا دین
دنیا میا نے روشن ہو کرامت خاطر کہ سے — امین اللہ سو وفات پاجا کر جنت میں رہے

ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ مابعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے واضح ہوگا یہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے مہر میں حضرت علیؑ کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علیؑ پر فتحیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے چھپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی مگر یزید نے آپ کی عورت کو لالچ دیکر آپ کو زہر دیدیا۔

آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی شواہد نہیں ہیں جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے اصحاب کی تصنیف قرار دیجائے مگر طرزِ عبارت کے لحاظ سے اسمیں شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا مزید نمونہ حسب ذیل ہے۔

قصہ شاہ مردان مرتضیٰ

اول قصہ کھوں شہ کا سنو لو کان دیندار   جینی کاتی کافر بیحد ھوا اسلام تو قرار
ناؤن جگت ہیں دو نور روشن ھی علی کا برقرار   تھا پیارا مصطفی کا اپی حیدر شہسوار
کئی یا دن مو جھکری سار فتح کر اسد اللہ ناؤں پایا   تاج دار ھل اتی کی بدل کی خطاب جسکون ناؤن آیا

اٹھا ملجم یک حرامی جتو شہ کی لی کیںیا   دیکھیا عورت یک چھجی پر عاشق ھو کر وان رھیا
دیکھی عاشق ھوا بیحد سنپیر پاچھا تدی منی آ   کہی تیں کام توں کر بتو ھوی موی جیو کا شا

بولی میری مہر میانی یک سو باندی سب غلام   سوا زر تین ھزار ھم لیاؤن بیکی کر تمام
سر حیدر میرا دشمن تیں سکا سیر جب لیا دیگا   تو اسی وقت خوشیاں ستی منجسون ملنی پا دیگا

اصحاب ساری لاکی روتی کہی سب مل یا امام   لیو خلافت تمی اپنی ھمی راضی ہیں تمام
کر زیارت مرتضیٰ کی ھوئی منبر پر سوار   شہ سیا توحید سارا عالم دئی بیعت کہی ہزار
شہ کا دشمن تو ملنہ کا کر ماری گردن اس وقت   تا قیامت جلنا الکھین لکھیا تھا یوں اسکی بخت

دیکھو یاران معصومان پر وقت کیسا آپڑیا   پردیس جانی طفلان اوپر کیا مشکل اٹھپڑیا
دو نو فرزند مسلما کی آہی چھپ کر قاضی پاس   ڈر کر قاضی کا پڑیا گھر سون پکڑ اپنی جیو کی پاس
کوتوالیانی لای پکڑ کر عبید اللہ کون دی خبر   بھجیا ان کون بندی خان دکھبارا کھو قید کر

تو حرم کون بلا اپنی شہ وصیت کئے تمام
ولی میری سکینہ آج اینیم ہوئیگی اسوقت
ہیں سنگ چوتاتی پائن شہادت یا ہیں

رونا پیٹنا زاری کرنا مومنان کوں ہو حرام
میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا نا سخت
ہمنا خاطر دشمنا ہیں زاری کرنا نا تمن

دکھلا فرزند پیاسا اپنا بہوت یا تان کئی امیر
بیٹیا نیز آ اُس طفلکوں سمت بار و شہ کا ہات

ولی ملحد لعنتی او بہر کشہ شد سوں یا یا تیر
تلملا کر جیو دتیا وہان او طفل نی اسی سات

نزدیک تہا تو ہو دی لشکر کافر الکا تل اوپر
نزان سلاع . . ابن غالب آیا کافر پرنی او
محکم طفیل ہو ابن نوفل عمر سعد نی بلا کر
جو گرد سوں آکر کھیری علی شہ کون کافران
جو اکبر نیز ہی تہیل کر انکی ہو کر جا پری
سمیت او فوج پچیا لیا کر عمر ابن سعد اوپر

تو عمر نی بن غالب کون بھیجا لیرتی علی پر
ایکہ ہات مار اکبر کیئے اسکوں ٹکری دو
دو ہزار سوار دیکر بھیجیا لڑنی خاطر علی پر
یکجوان پر چل کر آئی دو یذید کی وزیران
دہی شکست وان دو ہزار کون پری فوج میں جا پڑیا
ساری نوجوان ہیبت کہا کر ہوی کافر تل اوپر

پھر خوش ہو علی اکبر کافران پر جا پری
پیادی ہور سوار ہان سار مار توتی یکبار لمام
ماریا نیز ابن نمیر نی علی شہکوں اوسوقت
اس زخم سوں علی اکبر تیری سستی گیر پڑی

تو گرد کر سب یذیدی تیر تفنگ سوں آلری
تو زخمی کر علی شہکون کیتی کافر اپنا کام
پیچھیں منقل ابن مرت زخم کتیا آسخت
یکجوان پر نوجوان جو کر سب ملکی کافر آلڑی

لیکی سعیدون کو فی میانی ملحد انی جسوقت
بلا کیسی کربلا میں پڑی شاہان تج اوپر

پیری چل سب عزیزان ہوا لٹکا رایا حسین
پنج ہلالان تیری نبکیان ہوا ندہارایا حسین

سن خبر یو مصطفی سوں جکت تھا را تہا ہلول
ٹوٹ پلکوں ھوا غم یو دھر دو بارا حسین

ایکیلا دیک زنگی میانی دغا دیتی کیتے
کیوں ڈوبی کر تیر تفنگ کا کیتے مارا یا حسین
تس دن رو رو حسین احمد بولے جسکوں شہہ کا غم
او بہی رو رو آپین غم سوں موہ بچارا یا حسین

اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مخطوطے یورپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (بلوم ہارٹ ۱۰۳) ورق (۱۳۳) سائز ۱۳ × ۸ ۱/۴ سطر ۱۱۔ خط ن
تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس (بلوم ہارٹ ۱۲۲) ورق (۵۷) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۷) خط نستعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا ولد مراد بیگ ابن محمد کریم مازندرانی تاریخ کتابت ۱۱۳۴ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۸۱/۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سائز ۸ × ۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ بمقام کرکٹ پالہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی مصنف ابن نشاطی۔ یہ فارسی کتاب بساتین کا ترجمہ ہے اسکی تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ء) میں بزمانہ عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور کرنل میکنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ اسٹوارٹ کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے بھی کچھ صراحت نہیں کی ہے صرف بساتین سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈی تاسی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

"ابن نشاطی دکن کا شیعہ مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس میں پریوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب بساتین سے اسکا ترجمہ

ہوا ہے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف ۱۰۴۹ھ (۱۶۵۵ء) میں ہوئی ہے انڈیا آفس کے نسخہ سے ۱۱۰۳ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا) عمدہ تصویروں سے مزین ہے۔ طوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب کیا جاتا ہے یہ ۱۰۴۹ھ میں لکھا گیا ہے"

اس مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سنہ تصنیف میں کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (۱۶۲۹ء تا ۱۶۷۵ء) بتاتا ہے۔ ڈی ٹاسی کی ذاتی رائے کچھ نہیں ہے۔ آغا حیدر حسن صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں ذیل کے شعر کے مدنظر ۱۰۷۶ھ قرار دیا ہے حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے

اٹھا تاریخ لایا تو یو گلزار   اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پر چار

مگر یورپ کے مخطوطوں کے بموجب اس کی تصنیف ۱۰۶۶ھ میں ہوئی ہے جہاں کے تینوں نسخوں میں شعر اس طرح ہے۔

اٹھا تاریخ لایا تو یو گلزار   اگیارہ سو کوں کم تھے چھتیس پر چار

ڈاکٹر محی الدین قادری مولف اردو شہ پارے نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مصنفین یورپ نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا شیعہ شاعر ہونے اور اس کی تصنیفات کے بیان پر اکتفا ہے مشرقی تذکرے بھی ساکت ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک معزز عہدہ دار تھا۔ نثر نویس تھا مشہور پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف مثنوی سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی امیر کبیر یا ملک الشعرا کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہدہ پر خوش اور قسمت پر شاکر ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعرا امیر فیروز۔ محمود۔ خلیلی۔ احمد اور شوقی کا معترف ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر جب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو دکھنی میں منتقل کرنے کے قابل پایا ۱۰۶۶ھ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھکر پھول بن نام رکھا۔

ابن نشاطی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا؟ کب انتقال ہوا یہ تمام امور پردۂ اخفا میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پھول بن اور دوسری طوطی نامہ مشہور ہیں۔

طوطی نامہ کا وجود بالکل کم بلکہ نہیں ہے۔ اس لئے بعض اصحاب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

یوروپین مصنفین میں صرف ڈی ٹاسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سنہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے وہ غواصی کا ہی طوطی نامہ ہے۔ بہر حال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔

پھول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نعت۔ پھر منقبت خلفاء راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھکر اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کشمیر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پھول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل شیدا تھا روز آکر چھیڑتا پھول کملا جاتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا لڑکا ہے ایک زاہد کی دختر پر عاشق ہوا دونو کی ملاقات ہوتی تھی جب

زاہد اس سے مطلع ہوا تو اس نے بد دعا کی جس کے باعث وہ پھول ہو گئی اور یہ بلبل بن گیا۔ بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی چھڑکتا ہے دونوں اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔ اور بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہوتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی فرمائش کرتا ہے وہ قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے در قصے ہیں۔ آخری قصہ ہمایوں شاہزادہ مصر اور سمنبر شاہزادی عجم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے اس پر مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمنبر کی شادی کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہو گی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے اشعار :-

اول میں حمد رب العالمین کا   دل و جان سوں کہوں جان آفرینکا

خداوندا تجے ہے جم خدائی   ہمیشہ تجکوں ساجی کبریائی

محمد پیشوا توں سروران کا   اہے سر خیل سب پیغمبران کا

زبان کو منقبت کے سات کھولوں   نبی کے جانشیں کا مدح بولوں

دیباں جسکے ستائے ہیں علی یاں   ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف۔

کروں تعریف میں اس تاج در کا   سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی   اچھو جم حق سوں اس کے پیش بازی

صلابت آج تیرا اسے سجانی   کریا ہے دشمناں کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی منے
محبت دیکھنے کی آرسی ہے

عبارت سب کسی دو نیں سمجھتا
کھان مشکل عبارت کس سمجھتا

تیکھے ہے فارسی میں دستکہ آج
نکرسی ترجمہ ہی کوئی سنجہ باج

اسے ہر کس کتیں سمجا کون توں بول
دکھن کے بات سوں سایاں کون کھول

پھول بن کے جنگ کا انداز ملاحظہ ہو۔

یکایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ
اٹھی دو دھرتی جھکریکی سلگ آگ

ملی دھر جال آکر ا جہ دھا دو
ھوی دو دھرتے لٹ پٹ بلا دو

سلح پوشاں کی یوں دستی تھی فوجان
کہ کیا تھر کے دریا پو موجان

دلیران کے دسی یوں تن پو جوشن
غضب کے اگ جیوں کیتی ہیں روشن

ھوان چار آئینہ سون مل دسی یون
اگن پانی میں تے نکلی اچھی جیون

کھڑا سو قایم اپنی پا نو ٹکوں کر
دسیا صف ھو کہ جیوں سد سکندر

نکل آ یکہ تازاں دو طرف سون
ھوی آ سنکے پچھین کر اپنی صف کون

اول تند و تیز جھکریکی جیون آئی
اگن دین تیر کے لکریاں سوں سلگائی

دلیر سیوں دلیران ھات میں ھات
ملائی کر ز دھور شمشیر کے سات

لگے سٹنی سر او پر دو اسر کان
کنکوریاں پر سٹیں جیوں چور سر کان

ٹھٹا ٹھٹن دیکہ ھور سنکر کھٹا کھٹن
لئی دانتاں میں انگلی لرد ھرت کھن

لگیا تیران سوں ھور بھالیاں سوں آکام
گئی چھاتیاں کی سب پٹیاں کون پیغام

بٹی تیران سھی سینی کے سیران
جھجھر ھو کر رھی سینی کے سیران

ھوا ایسا شفا شف ھور شٹا فش
زمانہ کہا یہ ھو کر کیا غش

تماشا روبرو آنکھول کر آتک
یکیک کے یک سنی میں سوں دیکھیں جہانکہ

تنک کی ٹیک چھاتے میں خنجر مار
بلوکر کار سٹتی تھے دلاں بھار

مونہیں تیراں رھی سو لک دستی یوں
حقیقاں کاندی لئی ھیں موں منی جیوں

دلیراں تنکوں لک تیراں پیری سو
نظر تل سار سل ھوکر دسی دو

دھنک سوں تل دس آیا یوں ھر یک تیر
مکر کیا قوس میں آیا اھی تیر

تیز بیٹھیا سو ھر یک سیس کوں پھوڑ
دسی یوں مغز کا جیوں لھو بھریا موڑ

یتی رکری کئی جھکری تلین اس
یتی ھو چو رکئی رکری تلین اس

بھریا تھا سب ھوا رو جانسوں جہاں تاں
وجود ات تل زمین دستی نہ تھی کاں

دریا ھوکر ابلنی کوں لگیا خوں
اجل کچھ اکہ جا بیٹھی پھرا موں

ھوا اسٹھار پر عالم تنیا ٹھار
چلیا دیکھ ھوکہ عزرائیل بیزار

کیا چھپ کر دھلا ریکی تل اسمان
ھوی غائب نظر میں سوں چندر بھان

ندیکہ سک کر یو فتنہ ھور یو جنگ
دنیا جینی سوں اپنی آئے تھی تنگ

بھیا جو مصر بادشاہ پر فتح کا باؤ
کنارہ پکڑ لگیا مقصود کا ناؤ

دیکھا یک مصر کے شہ کی دلیراں
ڈٹا کر دلمیں جیوں بیٹھی وو شیراں

پھرایا دین تک اس شہ کا سر بل
سو پایا مصریاں یکبار کی بل

خدا نے فتح ایسا مصریاں پائے
جو وانکی شاہ کوں جیتا پکڑ لیائے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے یورپ میں پھول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزوی اختلافات اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر ہی ہے۔ مثلاً جزوی اختلاف:-

نسخہ ۱۰۳

ازل سمجھی نہ تیرا کچ ہدایت
ابد بوجھی نہ تیرا کچ نہایت

تیری تعریف کا انجا ہے پایا
خدا قرآن میں تجکون سراپا

نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر
سب اسکے ضبط میں تھا بحر معمور بر

نسخہ ۱۲۲

ازل کون نیں سمجھ تیرا ہدایت
ابد کون فہم نیں تیرا نہایت

تیرا تعریف کرنے کسکو حد ہے
تون ہی ارواح آدم سو جد ہے

نہ تھا ثانی اسی روے زمیں پر
تھی اسکی ضبط میں سب بحر معمور بر

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۲ کے مطابق ہے۔ اشعار کی کمی بیشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاتمہ مثنوی پر نسخہ ۱۲۲ میں صرف چار شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ۱۰۳ میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکہ ماہ رجب — کما لیت کون پونچیا عید کون سب
یو پھلین تین معنی لک لکایا — پنم کا چاند ھو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت دل لھو ہوی پر — کتک دنکون دسیا یو شک ھو تر
کنت میں آئی سو یکبار بیتان — ھی ستر اسو پو دو سیں چار بیتان
اچھو شہکون مبارک بھو لبن یو — نظر میں جم اچھو شہکی چمن یو
انو پر بھی اچھو دایم مبارک — جو کو اسبات نکا دھرتا ھی پارک
لکھنا ریکون جم بخشو سعادت — دیوی دایم پر نہاریکوں راحت

مسلمانان سون یون اسیدھی مج　　سخن دانان سون یون امیدھی مج
کرنیکی تو میرا یو پھولین سیر　　کھو یکبار اچھو کر عاقبت خیر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سون
محمد مصطفےٰ مولی العجم سون

اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۲) میں حسب ذیل صرف چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب　　کمالیت کون انپر یا عید کون سب
یو پھل بن تین مہنی لگ لگایا　　پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سون بہوت دل لہو ہوا پر　　کتک دن کون دسیا یو شک ہو تر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سون
محمد مصطفےٰ مولی العجم سون

انڈیا آفس کے دونوں نسخوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نسخے خالی ہیں وہ سنبر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے۔

دیگر تمام نسخوں میں ذیل کے عنوان کا:-

جواب نامہ شاہان کا جو انپر بابلک آرا کہیں　　اسے عنوان تے دونو کون کرے شہرانپہ ہورانے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج　　فراغت سون سدا کرتا رہا راج

اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان شروع کرتا ہے اپنی مثنوی کے خوبیوں کا اظہار کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۶۱) اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نسخہ ۱۵۳ میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۱۳۴۱) شعر کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ "عدالت کار کہ اپنی" الخ کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن نشاطی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے :-

جنوبی ہند میں کرپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے بھی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں رحیم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ رحیم خاں کے آباو اجداد بیجاپور کے اُمرا تھے۔ ان کا جد اعلیٰ بہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۷ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں رحیم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ رحیم خاں کے بعد اس کا فرزند نیکنام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کر لیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ نیکنام خاں بھی فوت ہو گیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخر ش مغلیہ حکومت کی جانب سے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنایا اور اس کے خاندان نے سنہ ۱۱۹۱ھ تک تقریباً خودمختارانہ حکومت کی عبدالنبی کے فرزند عبدالحمید خان (متوفی سنہ ۱۱۵۹ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایما سے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے منہر اور ماہیوں کی شادی کے متعلق پھول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تصنیف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تکمیلہ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یوروپ کے کتب خانوں سے فارسی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جا سکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ (ع ۳۰۰۱) باتصویر ہے (۴۳) بہترین تصاویر ہیں جو آرٹ کے لحاظ

سے قابل تعریف کہے جا سکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہے اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے مکان سے ملحق باغ اور تالاب ہے ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خانہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوارے چل رہے ہیں سلطان مصاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند زاہد مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سماں پیش کیا گیا ہے کسی میں برات کی روانگی کا کسی میں ضیافت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط۔ کسی میں جنگل بیان کسی میں دریا سمندر غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

کلام پر ریویو

ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پھول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو مناظر مثلاً چاندنی رات۔ نیند کی خوبی۔ اور فن شکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور عمدگی سے نظم کئے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی بھی قابل ستائش ہے۔ غرضکہ اپنی

گونہ گوں خوبیوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لیے ایک غزل بھی کہی ہے جو پھول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کر دیا جاتا ہے

اچھے تازہ چمن پیوستہ میرا
شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا

لطافت ہیں ہے جیوں خوباں کی ابرو
ہریک مصرع جو ہے برجستہ میرا

دیا ہے جگ کوں رونق یکطرف سے
ہے یو بازو جو دو رستہ میرا

بہوت خوں جگر کھا کر ہوا کھل
کلی تھی جو تھا دلبستہ میرا

کرم سوں حق کی پایا آج راحت
فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

پھول بن کے متعدد نسخے یہاں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

"قصہ بہرام و گل اندام"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر ۱۰۵۹۵ ایڈیشنل۔ ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴¾ خط نستعلیق کاتب سید مظفر۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکھنی مثنوی مصنف طبعی۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے جو ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء ہے مثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی کے نام پر معنون ہے"

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"۶۴۳۔ ایک قصہ (۱۳۴۰) ابیات ہیں جس کے اختتام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ قصہ چالیس دن میں ۱۰۸۱ھ میں منظوم کیا گیا۔ اور شاہ راجو حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے"

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس نے طبعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی۔ تاسی نے طبعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے طبعی نے خود اس کی صراحت کی ہے:۔

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب بہوت فکر کر رات دن بے حساب
جو نامہ پڑیں گے تو بہر خدا پڑو فاتحہ نام لیکہ مرا

گنا بیت بیتاں کوں اک جو دل　　ہزار اور ہے تین سو پر چہل
اتھا سال تاریخ کا خوب نیک　　سنہ یکہزار اور ہشتاد یک
یو نامے کو طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اپنے خاص دکھنی ہونے کا بھی اظہار کیا ہے یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اعلیٰ قابلیت کی بیّن شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعراء کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا درباری شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ وہ شاہ راجو حسینی کا بھی معتقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجو اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود ستائش کرنے کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

بہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخر کے پیچھے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ بہرام کا قصہ عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نمونہ کلام

الٰہی یو طبعی تیرا داس ہے　　دے ایمان اسکو ترا آس ہے

الٰہی بچپکا منجی تاب دی — میری حبیب کی نیکوں اب دی
الٰہی منجی میتی بات دی — طبیعت کی راتو بیکوں تا بات دی

محمد نبی تو خدا کا رسول — یو پیغمبران باغ ہے توں سو پھول
خدانی کیا تجکوں اپنا حبیب — یو منصب نہیں ھر کسیکوں نصیب
سہاتا ہے مہر و نبوت تجھی — یو دولت ہوا ہے عنایت تجی
علی یا ولی توں ہے شیر خدا — کہ تج پر تی ہے جیو میرا فدا
غلط نہیں سچا توں علی ولی — تیری شان میں ہے یو ناد علی

ولی توں پرا ہے لکر شاہ راجو — چلا آیا ہے شہ تیری کھر شاہ راجو
اچھیں کا قیا متکی دن رو سفید — تیرا موں دیکھیا سو کھر شاہ راجو
فلک پر توں ارتا ہے شہباز تمن — کرامت کی لا شاہ اپر شاہ راجو

خدا پاس اچاھات کرتا ہے طبعی — دعا تجکوں شام و سحر شاہ راجو

لکیا ہیں یو جو یو سنوی بولتی — یو موتیاں نجھل دہال یوں رولتی
یو وجہی میری خواب میں آیکر — مکہ اپنا سورج تا و دکھلا یکر
سرا سر سنیا جوں میری سنوی — کیا بات طبعی ہے تیری نوی
ھو خوشحال سن کر یو باتان بہری — اسکی لی ھا تا نہیں ھا تان میری
پری پیار سوں اپنا یو مثل — سنیا سو پریا خواب تھی ہیں اچھل

روایت کیا راوی نیک نام — بہوت فکر سون یو حکایت تمام
اتہا ردم کی شہر میں بادشاہ — کہ سردار ایسی بہوت تہی ھور سپاہ
ادشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا — سخی ھور فاضل اور کامل اتہا

سوالاک تہی اسکون ترکی غلام — جو الماس تہا رنگ انکا تمام
جو حبشی غلامان سوالاک تہی — او تیلم کی تیون حسن میں پاک تہی
اگرچہ او شاہ جہان گیر تہا — نہیں تہے کہ فرزند دلگیر تہا
اسی غم سون دن رات روتا اچہی — جنم اپنا دکہیں کہوتا اچہی
قضا تی نکلا ایک جبار نی — نظر کہول دیکہیا سو کرتار نی
حرم میں دیا حمل ایک نار کون — کیا شکر او شاہ کرتار کون

حکایت سنو شوق تی دوستان — کہ تہے یو گلستان ھور بوستان
فراقی ھو بہرام جنگل پکر — لگیا بات چلنی کون شام و سحر
خبر کچ ندہر بہوک ھور پیاس کا — خبر کچ ندہر سال ھور ماس کا
ادہی رات اٹکر بلانی لگیا — کہ جو ہیں سٹی تملانی لگیا
لگیا رونے شاہ تی زار زار — گلاندام یاد کر کر پکار

تول شاہ بہرام خوشحال ہو — کہ جیون پہول لالی تن لال ہو
پریا مانگی ھور باپ کے پاون جا — گل اندام کون لا کو قدماں پو با
دیکہی جو نکہ ماباپ فرزند کون — سنی سون لگالی اچا چہو تیون
اٹہالی بڑا ھور سیارہ باپ — اتہا تہنڈ لی ھور اسی بہوت تاب

کیتک دیس بیدا زادو کشور ہوا ۔۔۔ ہوا شاہ بہرام تی بادشاہ

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب ۔۔۔ بہوت فکر کر رات دن بے حساب

پڑہا مہر پر نیکی تو بہر خدا ۔۔۔ پڑہو فاتحہ نام لیکر میرا

کینا پیت بیتا نکوں میں ترک جو دل ۔۔۔ ہزار اور سے تین سو پر چہل

اتہا سال تاریخ کا خوب نیک ۔۔۔ سنہ یکہزار اور ہشتاد ایک

یو نا سیکوں طبعی کیا ہے تمام ۔۔۔ بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجاپور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود۔ طبعی کی مثنوی ان دونو سے فوقیت رکھتی ہے۔ طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کی اعلیٰ شخصیت کا بخوبی اظہار ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کی خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ یہ خوبی امین اور ملک خوشنود کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی اس کو ان دونوں پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا جاتا ہے۔

طبعی

الہی یو طبعی تیرا داس ہے
دے ایمان اسکوں ترا آس ہے
الہی بچن کا مجھے تاب دے
میرے حبیب کی تیغ کوں تاب دے
الہی بچن کا پلا مجھے شراب
کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب

امین

کیا حمد اور نعت کوں مختصر
نیں میں کیا طول یو سربسر
یکایک میرے دل پہ آیا خیال
قصا یک کہوں میں مقیمیں مثال
زبان پر بچن خوب آتا چلا
یو مضمون خوشتر بناتا چلا

گل اندام کی تعریف

او زلفاں دلاں کو ہندو سلے اہیں
غلط میں کیا دو سپنو لے اہیں
بھواں باگ نک ہور انکھیاں ہرن
کہ او موہتی ہے عجب من ہرن
او گالان کی سرخی سو لالے میں نیں
او بالاں کی خوشبوی بالے میں نیں
دسے پہول دو سینوتی کے دو کان
چنپے کی کلی ناک ہے درمیان
عجائب او چاہ زنخدان سے
کہ غرق اس میں دین ایمان ہے
دو جوبن سو چولی کے دو ہات میں
جو امریت پھل چپ رہے پات میں
اتہا پیٹ جو آرسی ناد صاف
کہوں کیا جھکتا اتہا جیوں شفاف

بانو حسن کی تعریف

عجب سیس پر اس لبنے بال تھے
بچنگ شاخ صندل پر رکھوال تھے
جبیں دیکھ اس کی چھپے آفتاب
لے مکہ پر اپس کے ربن کا نقاب
بھواں پر اسی کے نظر کر ہلال
کیا تن کوں لاغر اپس کے کمال
تین دیکھ آہو پریشان ہو
چمن بیچ نرگس سو حیران ہو
عجب اسکی آنکھوں میں ڈورے تھے لال
کچن میں کارن بنائی جو چال
دو گالاں صفا کی ثنا کی نہ جائے
دیکھت آشنا اس کے رشک لیائے
یہ خال نادر تہا اس گال پہ
بہور ہو کے بیٹھا ہے گل لال پر
دو لب آب حیواں لبریز تھے
کہ با شہد شکر موں آمیز تھے
اتھے دانت مکھ بیچ ہیرے جڑے
دہن کے صدف بیچ موتی جڑے

امین

جہ ہال وہ خوشی ساتھہ ہنس بولتی
گلال اور موتیاں گئی رولتی
سینہ پہ دو پستان ابھار تھے
یا دو برج مشکیں تاتار تھے
شکم موج دریائے سیماب ہے
اسے ناف تس بیچ گرداب ہے
چرن دیکھ چنپا کھلا باغ باغ
وہ رخ دیکھ لالا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے بھی مناسب ہے مگر چونکہ ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے جو دونوں کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

محمد عادل شاہ کی مدح از ملک خوشنود	ابوالحسن تانا شاہ کی مدح از طبعی
توں سلطاں محمد شاہ غازی	شہ بوالحسن سچ توں شاہ دکھن
جہاں کوں شاہ سوں ہے سرفرازی	تجھے شاہ راجو مدد بوالحسن
سخی عادل بہادر نوجوان سے	دیا ہے خدا پادشاہی تجھے
توہی طالع ملکمیں (؟) ترکمان ہے	سہاتا ہے ظل الٰہی تجھے
نبی کے لطف کا دل ہے خزینا	شہنشاہ توں آج دن سور ہے
انگوٹی تو فلک چندر نگینا	ترے پرتے شاہان بلا دور ہے

طبعی

ملاحت میں جیوں سورجیندر ہی توں
صلابت منے جیوں سکندر ہی توں
ترا نام کا قطب تارا دِسے
ترا پردہ بادی بھرارا دِسے
دل وجان تے اپنے لیے بادشاہ
یو عالم کتے تجکوں عالم پناہ
رتن ہے سخاوت کی توں کھان کا
بھکاری ہے حاتم تیری دان کا
عدالت میں فاضل ہے توں شیروان
برابر نہیں تیرے نوشیروان
توں مردی کے میدان کا باگ ہے
تیرے گھر میں دن رات رنگ راگ ہے
شہنشہ توں راجا ہے چھتر پتی
گگن تیرے دربار کا ہے ہتی

ملک خوشنود

کہو ہی ثانی سکندر یا کہ جم ہے
میں شاہاں کی جبسنگے ڈر سوں نم ہے
دیکھت شمشیر تیر ہو رستم کی ہانکان
پھاڑاں پھوٹکر ہوتی ہیں پھانکان
گگن کا توپ تیرے سوں کیا ہے
کرن سورج کا لے پرچم کیا ہے
کرے جب شاہ تیراندازی ہنر کا
کلنگ تس بھال سوں ہوے چندر کا
فلک چندر ستارے ہے جہاں لگ
جہاں میں بادشاہی کر تداں لگ
خضر کا دے الٰہی زندگانی
سبھی دشمن ہیں توں کر آج فانی
کھیا یک روز یو شاہ جہانگیر
جو انگلی کیمیا کا پاک اکسیر

دکھا کر قدم اپنے دل شاد کر
یو غم دل تے طبعی کے برباد کر

ملک خوشنود موتی صاف رولیا
ایس کے تانو کا تاریخ بولیا

بہرام اور گل اندام[1] نام ایک فارسی مثنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کوئی امین ہے۔
طبعی کے کلام کا نمونہ گزر چکا مثنوی میں اس کا زور بیان واضح ہو گیا خوش قسمتی سے طبعی

---

[1] سلہ ۱۳۳۲ اوڈیشل۔

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی مثنوی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

شہنشاہ کون تسلیم کر کر اول کیا شاہ بہرام تی یو غزل

تیری ہات میں شاہ جم جام اچھو ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو
جگت کی شہا نیں توں اچہ نیکنام کہ دشمن تیرا سے سو بدنام اچھو
چندر سور کی جام تی آسمان تجلی غسل کر نیکون حمام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزاں تیری جہاں تک عدو ہیں سو کم نام اچھو

اچھی لک کئی سور زمیں پہ قرار
تیری یک پو قربان بہرام اچھو

میری شہرتی یار خاطر کیا پرمن سو ر نار خاطر کیا
پیالی تی دل کا لہو بہوت کر میں او یار خون خوار خاطر کیا
لے دریا منی غم کی ای دوستاں میں اس در شہوار خاطر کیا
کلا ندام بن کوئی غم خوا نہیں میں او یار غم خوار خاطر کیا

میری باپ کون بولا ہی یاد توں
کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام پر جب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک کہنہ مشق اور بلند پایہ شاعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔

قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے۔ اس کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنٹفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کا بڑا باضبط آدمی تھا اور باقاعدگی اس کی طبیعت میں داخل تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں اسکے نسخے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

قصہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بلوم ہارٹ نمبر ۱۷) ورق ۲۹ سائز ۶ ۱/۲ × ۴ ۱/۲ سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ دکھنی زبان میں مصنف امین یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ عمر میں بزمانہ ابوالحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف رجب سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی مدح ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ٹاسی نے بھی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس ھور نود سال میں　　　رجب کی اٹھا دیس دن رات میں

کہ توفیق خدانے مجھے حبیب دیا ؎ تدان یو قصا میں مرتب کیا

امین کے نام والے گولکنڈہ اور بیجاپور میں متعدد شعرا گزرے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا مصنف وہ مشہور اور معروف امین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا ترجمہ ایک دوسرے امین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس امین کے متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب بھی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پھر سلطان عبداللہ کی مدح پھر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے :-

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جمیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔ ان وجوہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روضہ مبارک میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور خستہ دیکھکر ایک شخص نے ان کو جبراً شراب پلادی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا۔ جب اس کے قبیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا اس عورت کو لڑکے کے سمیت ان کے پاس لائے اور دادخواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انہوں نے جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے مواجہے میں سزا شروع ہوئی آخر اثنار تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمر سے بیان کیا وہ سن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ صرف افسانہ ہی ہے حمد میں (۲۲) شعر ہیں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے منقبت میں سولہ شعر ہیں حضرت گیسو دراز کی شان میں اور دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مدح ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الہی میرے دل میں یوں گیان دے ۔۔۔ ہمیشا توں منجہ میں تیرا دھیان دے
تجہ بن منجے کوے ادھار ہے ۔۔۔ ہمیشہ تیرا ذکر منجہ یاد ہے
میں توفیق نکلتا ہوں تیر کنی ۔۔۔ ذکر صور عبارت دی مہر سی منی
تیرا ذکر دایم میں کرتا اچھوں ۔۔۔ تیری ناوں کا ورد پڑتا اچھوں
توں نصرت دی یوں کفار پر ۔۔۔ کروں صفت تیرا میں اشہال پر
لکھوں یک قصہ میں عجب بی نظیر ۔۔۔ توں ہو اس قصی پہ منجی دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دو تو جگیں سلطان ہے ۔۔۔ توں ساری نبیاں کا سوامیاں ہے
کہ جتی نبی صور دیا نہیں اول ۔۔۔ سوا ایسا دیا نیں کسیں فضل
خدانی بزرگی دیا ہی اوسی ۔۔۔ یہی ایسی بزرگی دیا نیں کسی

اس کے بعد مزید (۱۰) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اور فاطمہ زہراؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کی مدح ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر ہی ۔۔۔ سبھوں میں مشرف کے یوں شکر ہے

خدا نے اونکوں صحیفا دیا — بھی بعد از نبی کی خلیفا کیا
عمرؓ ابن خطاب عادل اچھے — کہ سب عادلاں میں او فاضل اتھے

حضرت گیسو درازؒ کی مدح ۔

مہی سارے دنیا منے تون بندے نواز — محمد حسینے مہی گیسو دراز
کہ سارے دنیا منے تون مہی دستگیر — تیری سب کو اتے صغیر و کبیر
کہ سارے دنیا منے جو تون ہے امام — تو جے پیر کر مانتے ہیں تمام

اس کے بعد اور سات شعر ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بلا کسی عنوان کے (کیونکہ مندرجہ صدر بیانات عنوانات کے ساتھ ہیں) مدح بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے ۔

حسن شاہ عبداللہ آفاق گیر — کہ سارے شہاں منے سو تون ہے کبیر
تون ہیں گیات دنیا ہے عالی نول — خدا نے دیا تجہ سعانی فضل
تیرا نانون شاہاں منے مشہور ہے — تیرا کھرک ساریاں منے مشہور ہے
تیری چھانو تل خلق آرام ہے — تیرا ملک تجکون سرانجام ہے

سزاوار اس شاہ کون یو صفت — تو ہی کفر مور دین کا لی سدت
اگرچہ یو نامہ سنگی ہو شاہ — تو مقبول ہوے خلق میں یو قصا
امید ہے جو مجکوں کرے شہ قبول — ز برکت محمد و آل رسول
ہوا کن نیکیون تی یو روشن تمام — دنیا نکا یو میدان گلشن تمام

در بیان سخن لطافت گوید ۔

دنیا منیں ہنر کی سخن کون اسے — سخن تی ہنر کی لپٹ کون اچھے
سخن تی ہوے اوجو فاضل بشر — سخن جس میں ہے سو او کامل بشر

نیز یہ اشعار کے بعد کہتا ہے ۔

کیا ھون جمع سب میں رضان مثی	دیا ھون یو نامہ عاقلاں کی کھتی
اگر کوی عاقل پڑھی عیب اوسی	تو سرپوش ھو تم اگر عیب اچھی

امید ھی میرا اس خدا کی اوپر	کہ جاکا ھوی مجکوں جنت بہتر

اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ھوں کتا بانمیں نہایت خبر	ھی احمد کی بعد از روایت دیگر
کہ ھی نام انکا دنیا تکون پناہ	جو کوی تانون لیو تیو جاوی گناہ
اگر ھوی نبیکا کرم جس اوپر	خدا کا بی رحمت ھوی اس اپر
ابابکر بعد از خلافت کیا	او ساری خلق پر عدالت کیا
عمر ابن خطاب عادل ھوی	کہ سب عادلاں میں او فاضل ھوی
ولیکن او تو تھی مدینی بھتر	اتھی چونکہ صاحب خزینی اوپر
ھوا دین ایسا کمالات منیں	دو جو تھی نبیکی عدالت منیں
کہ اسوقت صحاب ایسی اتھی	سدا دلسوں اقرار کرتی اتھی
زبانسون ذکر اوسو کرتی اتھی	عبادت میں سر بھویں دھرتی اتھی
عمر کون جو اسوقت فرزند یک	خدانی دیا تھا او دلبند ایک
اتھا حسن میں جو تک او آفتاب	کہ دوشن ھوا استی یو ماہتاب
عجب خوبصورت او دلدار تھا	عمر کا جو اسپر بڑا پیار تھا
ابو شحمہ سرنانون اسکا رکھی	دنیاں میں نہیں کوی ویسا سکھی

صحابی جتی تھی سو دلگیر ھو	عمر کون کئی عرض تقصیر یو
کہ شحمہ کون بخشو تمیں پیار کر	دکر میں تو ھمنا ستوار کر

کہ شحمہ بدل سبکوں مارو تیں
اس مشکل ستی بھار کا پروتیں
اصحابیاں نکون سمجا کو بولی عمر
شریعت کی باتاں نکون کھولی عمر
اصحابی جتی تھی اپن ٹھار ٹھار
بھی روتی لگی سب وھاں زار زار

خلق سب خدا سون مناجات کر
منگی سب دعا شحمہ کی ذات پر
اتھی خلق عالم اسی شور میں
لیجا کر رکھی شحمہ کوں گور میں
اوسی رات دیکھی جو حیدر نی خواب
بھی بولی او جا کی عمر سون شتاب
دیکھا خواب میں آ جکے رات کون
اتھی شحمہ حضرت کی سنکات یون
او پینی تھی کپڑے عجب خوب سی
او دستی تھی خوبو نکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بہوت خوش تر عجب خوب ھی
قصا نہیں یو قصا بہوت اپر د بھے
کہ یو بات سنکر جتی خاص و عام
او آمین بولی سو نی تمام

اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈراتا ہے اور پھر

کیا ھون قصا ہیں عجب طور میں
کیا یو قصا آ جکی دور میں
یو دل دھو تون اپنا خرابات سون
بھی چپ رہ تون بعضی خیالات سون
اکھا وات عمل یو قصا فارسی
نظم خوش دعا دیکا ھی آرسی
سمایا اسمیں جو جینک کے سار
نزاکت لطافت میں ھی خوش نکار
یو تصنیف نصیحت ھی اللہ کا
کہی سو مدت پا ہی اللہ کا
تخلص انو کا جو نامی اسے
یو نامیں تخلص کر آمین سے ھے
پروتی اتھی دور یو اسوقت پر
اتھی انکی سولا برس کا عمر

یو دلکی صدف سون اپی ھو غواص — نیکالی یو موتیان عجب نیک خاص
دیکھیا میں قصا یو لطافت بھریا — لطافت بھریا ھور نزاکت بھریا
شکر جو میں کرتا ھون اس بات تی — قصہ یو پورا ھوی میری ھات تے

خدا مدت منجہ ھدایت ھوا — تہڑی فکر سوں میں مرتب کیا
وزن کا ترازو میری ھات میں — رھی فکر دلکی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یار کر — پرویا جواھر کون میں ھار کر
ہزار ایک برس ھور نو دسال میں — حبیب کی ہستا ویس وہی رات میں

کہ توفیق خدائی منجہی حبیب دیا — ندان یو قصا میں مرتب کیا
یو بنیان جو چھی سو اوپر سات کر — پرویا ھوں موتی نمن دانکر
اگر کوہی پڑنیکی اپس پیار کر — رکھینیکی کل میں اپس ھار کر
الہی بیا مرزاین ھر سے مرا — مصنف اد قاری نویسندہ را

تمت تمام شد قصہ ابو شحمہ

در مقام سنگ پٹن

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب امین نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی تہی اور کسی اور نے اس کو ۱۰۹۱ھ میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے مقابلہ بہی نہیں کیا جا سکتا۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم ھارٹ نمبر (۲۴۳/۵) ورق (۷۹) سطر (۱۶) خط نستعلیق۔

بلوم ھارٹ کی صراحت :۔

"امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت خلفائے راشدین کی منقبت۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد حسین گیسو درازؒ کی مدح ہے۔ مصنف عزیز۔ تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۹۰ھ"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ۔ ڈی، تاسی کسی نے بھی اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پھر بلوم ھارٹ نے بھی صحیح حالات نہیں لکھے۔ مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی صحت طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دھروں نام قصہ حسینی نکر
بھی کد کوئی ایسا نکتے بشر
(ص ۷۹ ب)

قصیاں میں قصایو اسے آبدار
حسینے قصہ یو اسے آبدار
(ص ۸۰ ا)

بلوم ھارٹ نے جس شعر سے سنہ ۱۱۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے صاف طور پر سنہ ۱۰۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

سنے ہجرت نود پر ہزار ایک سنہ
گنذرکے نبی ما فنا صور رھنہ
(ص ۱۴۵ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ مصنف کے متعلق بلوم ھارٹ نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سنو اے عزیزاں قصہ دلپذیر قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر
(صفحہ ۶ ب)

عزیزاں سنو کہاں سو کان دھر حسن شہ کا قصہ دھیان دھر
(صفحہ ۸ ب)

عزیزاں سنو بات دل و جان سو کہوں بات سانچے میں ایمان سوں
(صفحہ ۱۴۴ ب)

نہ رھنا کفر میں اتنا اے عزیز لیا ایمان سگل یو چلو با تمیز
(صفحہ ۱۴۴ الف)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسب ذیل اشعار دیکھو۔

سینا کاٹ دھر حبیب بچن خواص یو سرن کر کھیا یوں نیت داس ہو
(صفحہ ۶۹ ب)

ہو دین خواص ھور عام کوں فام یو رھیں بعد میرے میرا نام یو
(صفحہ ۸ الف)

اے یاران سنو بھی علی خواص کے کیا صفت جب میں ایسی ذات کے
(صفحہ ۱۴۵ الف)

امید میں دھرون یوں خدا پاس یو دیدار مجکوں کرین خواص او
(صفحہ ۱۴۶ الف)

رکھیں بھی جرن پاس نبی خواص کے   گل اندام نازک مشک باس کے
(قصہ ۱۴۱)

جگت خواص ہور عام کوں شاد کر   او دیسہ سب کا بربادکر
(قصہ ۱۴۶)

اسپرنگر نے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک دکھنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ یہی ہو جس طرح غواصی کو غواص لکھا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو "خاص" ظاہر کیا ہو۔ اگرچہ دکھنی تذکروں میں بھی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی عہد کے اور بیسیوں شعرا جن کا کلام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہرحال میری رائے یہ ہے کہ قصے حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تھا۔ زبان کے لحاظ سے بھی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔

خواص کے کچھ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تھا صوفی شاہ قادری سے بیعت تھی ان سے خلافت بھی ملی تھی۔ اس کو شاہی دربار سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعویٰ نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل و اصحاب جمع ہیں آنحضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکھے اس حکم کی بنا پر اس نے قصہ لکھا پندرہ ذیحجہ ۱۰۹۰ھ کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی۔ قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے حمد پھر نعت خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح پھر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہوجاتا ہے۔ کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؑ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے حالات نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبدالمناف کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک ہاشم تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دن جبرئیل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابو بکرؓ پھر عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جمیل خاتون زینب نام عبداللہ ابن زبیر کی بی بی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پایا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باپ سے بیان کیا معاویہ نے ابن زبیر کو مال وزر کا لالچ دلا کر زینب کو طلاق دلا دیا۔ عدت کے ختم ہونے پر موسیٰ انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا ان کا بھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن ابن علی سے ملاقات ہوئی آپ نے بھی اپنے متعلق کہا موسیٰ زینب پاس پہونچے اور اس کو تینوں کے ارادے سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مال زر اور دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کر اگر آخرت کی خواہش ہے تو حسنؑ کو پسند کر۔ اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو زہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؑ سے جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر ہاشم نام نے محمد ابن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر آمادہ کیا وہ بھیس بدل کر آئے اور یزید سے ملاقات کی اس کو قتل کیا امام زین العابدین کو طلب کرکے

بادشاہ بنایا گیا اس توضیح کے بعد اب کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

تون سبحان ہے پاک پروردگار — سدا ایک ہے تون اسے برقرار
تون نرمل نرنکھار نردھار ہے — تون اول ہور آخر ہنھار ہے
نہ تج نیند غفلت نہ انکھیاں لگے تون — سدا جیوتا ہے تون بن جیو سون
نہ تج باپ مادر نہ عورت اسے — نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اسے

نعت بلا کسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد تون ہے نور وتنا کھنبیر — جگ آدھار ہے ہور جگ دستگیر
شرف یو جو تجکون خدا نے دیا — اپس نور تے تجکوں پیدا کیا
تون صاحب ہے لولاک تعریف کا — تون سرورنبیاں میں ہے عاریف کا

منقبت — تون ہے اہی ابابکر صدیق تول — سو ایمان حق پر توں لیا اول

....

ابوبکر بعد از عمر نہ ہے تون — خلافت کیا تون بھلے طرح سون

....

نبی کا جنوائے سو عثمان تون — خلیفا عمر بعد ہے جان تون

....

تون عثمان بعد از خلیفا علی — ہوا ہے دو جگ میں خدا کا ولی
تون ہے شیر حیدر خدا کا ولی — شجاعت تیری سن جہان کھلبلے

....

مدح غوث — تون اہی غوث اعظم سو ثقلین ہے — تون اکمل مکمل سو کونین ہے
کھیا رب نے تجتے سو حجم کلام — توں نوری نبی کا علیہ السلام

....

بھی تج بعداز حضرت ہیں بندی نواز　　محمد حسینی ہیں گیسو دراز
دیکھی تج سے رتبہ اپسے زیاد　　کیئے نو نام تجپر سے شاد

مصنف کتاب لکھنے کی وجہ اس مدح گیسو دراز کے تحت اسطرح لکھتا ہے۔

سنتا تھا سو یکرات میں خواب میں　　ولیکن دل اندر اتھا یاد میں
کرم لطف کر منج پہ عالم پناہ　　نبی یا محمد شفیع الگناہ
بدر چودویں چاند کے برج کا　　سکندر حسن کا دریچے برج کا
آسئے دید بی سون چندر سو رہی　　نہ چندر سورج کون اتھا نور یو

حسن ہور حسین بہی اتھی چہار یار　　انور ہیں علی شاہ دلدل سوار

کھڑا ایک طرف میں تھا حیران ہو　　بجھے تلتل نبی پر قربان ہو
دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک　　ہور حمت خدا منج سے پیارا دیک
بٹھاسے سمور اپ پکڑ ھاست منج　　توں سے دوستی میرا کھے سات منج
اسے پیار میرا اپہ تج زیاد　　توں تلتل میری دلکوں کرتا ہے شاد
اھوں ہیں محمد نبی الختم　　ہوی نور تے منج پو ساری عدم
کہوں بات میں ایک توں کان دھر　　سینے پر توں چلتا رہے کیان دھر
قصا ایک حسن شاہ حسین کا پنجیل　　بنا توں دھریت سب قصے میں فضل
دکھن سال موتے پنجیل دھال سکے　　بیا توں سمندستے اپر خیال کے
کندوں ھار اسکے یون کانت سون　　شجاعت حسین شاہ بہوت تہا سون

ابتدا قصے جس کا عنوان لکھا گیا ہے "در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ"

نھے عبد المناف کوں پھل دو پسر
یکس نام ھاشم امیہ دیگر
ولیکن دونوکے پیٹیاں یک لگیاں
ہوا یک لخت او اول نیچ تھیاں
کیا تھا پنچ میچ انکوں خدا
کتے چیر شمشیر سوں تا او جدا

ابابکر عثمان عمر ہور علی
اچھیتکے یا نہ فاطمہ ہور ولے
کہے جبرئیل ای حبیب خدا
مریضاں کتیں توں طبیب سدا
سنتو بوتنا ہوں بیان وار سوں
توں او ہمارا امت نرا دھار کوں
معاویہ ہے یک تج بڑ ذات کا
یزید اسکوں بیٹا ہے کذاب کا
کھڑی ازھیں عدو ہوکہ جسکے نیت
کتاویں تیری آل وندی سخت
نہ ہے پہر توں ہور فاطمہ یا چہار یار
کتے آل کوں تج عدو تھار تھار
اپیں بھی عذا بانتے مرجا یکا
نکل تن کے کھرڑی اہونیا یکا

اگر چاہے ہے دولت دنیا دار کوں
سو کرنا یزید کوں نکاح آج توں
دگر چاہے ہے صورت حسندار توں
نکاح کر توں قاسم بن عباس کوں
اگر چاہے توں حق نے رحمت کری
بکھے دنیا ہور عقبی لینے سر پری
سو کرنا نکاح توں حسن جاں کوں
بولیا یو ھمارا سو سچ مان توں

اتھا ناؤں اس کا سو اکبر علی
ولیاں میں خدا کے اتھا اکمل ولی
اتھا او چندر سشہ کیرا پیار کا
صورت میں اتھا او بنے سار کا
دیکھی شاہ اسے جب نبی یاد آدیں
اپینے سوں لگا کر تھے تلتل ائیں

اُٹھا غلغل تب او تکبیر کا
اٹھا شہ بالک حسین شبیر کا
پڑیا جا غنیم پر سوار و قہر ہو
چلیا مارتا دھر پر دھر ہو
لگیا تو رسنے بی ضرب بیشمار
منیہ پان تھے غنیم کیان پیری ٹہار ٹہار
کیا سب دنیدیا نکو نیراستے تل اپر
ماریا چار سد سوار جنگی لشکر
ولیکن نہ پانی آسنے پائیا
سو پھر باپ کے پاس دبا لیا گیا

چلیا مارتا کچھ کتر بیت تا
اورن سو رہا تشنہ بیری دھیت تا
لیا مار جا اس شمشیر کے سوں تین
کچھ یارسا ہی پیر پایا مار وین
پڑیا بیدھڑک یو موئے لکت سکل
تراس بھیس بدلا چلیا او نکل

بعیسے سکینے پہ سکینے او کسر لئے لکیا
محمد حنیفہ کون نامہ لکھیا
کہیا ای محمد تون ہے شیر نر
تون فرزند علی کا توں ہے زور ور
تون اپنے تیری بھائی پر حسد ہوا
کاٹیا سر یزید لئے حسین شہ ہوا

یزان شہ محمد حنیفہ تول
کیئے پڑھنا سب دنیدیا نکون کچل
خلافت دیا شہ کنول پھول کون
او فرزند حسینا کے مقبول کون
کرایا شہرن سب حکیت خواص سون
دلا خلقتاں پان اخلاص سون

بیٹھے ہاشم تاجیر گنبھیر کون
دیا تشریفاں بہوت یکبد حبیر سون
تھے تابیری لکسا اسید ہات سون
کیا بخشش شہنشے کے نہایت سون

رہے روشنے جگ میں اس نور تے ہووی معین سکت سور کے سور بکے
دنیاں میں برکت انو ہیچ سے وکرنہ فنا ہو ورا ناچ رہے
ہو رحمت انوال اولیاد پہ جتے تابعین ہور جفا ذات پہ

قصہ کی انتہا یہاں ہو جاتی ہے اس کے بعد بلا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی مدح شروع کر دی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے متعلق اظہار کیا گیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

کردن بکھے صفت میری پیر کی اور روشن منورا سے سور کی
فرض ہیچ اپرسے پوشہ کارنے ثنا کر بدل شہ اپروا رنے
بکرصا مت میرا جیندار اوس رات او حضرت صوفی شہ قادری قرأت
جکا کرشت جھکوں کرم پیار سوں رکھیا کر الیس ہیچ نراد ھدار کون
ہوا نور پر نور بہی نور کون کیا دل منور ادک سور کون
پیرین ایک پر پاک سیتے امی کر پکڑیں دیک چراغ شاہ شرف پائی کر
تہا مکشوف شہ کوں دنیا دین سب اوپوتا میرا کان سے معشوق رب
عرش نے سدری الکس چھپیا کچھ نہ تھا مراقع بیٹھے شاہ رسے دیکھیا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریضوں کو ان سے شفا ہوتی تھی راجا پرجا کوئی ان کی نظر میں نہ تھا۔ ان کو کچھ غصہ نہ آتا تھا اس کے بعد لکھا ہے۔

اُسے نورنے کچھ دیکھیا پاس منج جنم جگ جتے لگ رہے پاس منج
اسے نور نے منج سدا نور رہے و لے شہ غم و دل سدا چور رہے

اس کے بعد لکھا ہے۔

تو برکت جنیدر شہ کے ہر حال میں لے آیا ہوں ایسے رتن لال میں

وکرنہ نظم کے سکت کان منے | یو توفیق ہوی ہنچ چندر جکب پتنے
ولیکن بدن پیس پائی کیا | نزان یو قصہ مج نشانی ہوا

کیا میں مج جب نبی کا تمام | بلا بھیجے مج علیہ السلام
دیکھا میں بھتر جا کہ بنکھان سکل | تھے عریان نور اپنے سکل پیے بدل

جیب و راست یاران سکل نام دار | بیٹھی تھی کند دری اپر نام دار
بلائے نزدیک مج اوک پیار سول | ملیا مج کھے آج اہی یار تون
اپسکے نزدیک آو نچ سلائے | نزان ھات بھتر شاہ آپ بہائے
ہوی فارغہ کھان کھا شہ نول | منگائے نزان پان کھاسے بدل
پنیان پان سکے د د نچھل لیائے | دسے یک مج دوجی شہ اپی کہائے
نزان یک میندا سا زرد شال تہا | پیٹیے درپشیان کا بھتر خیال تھا
دوجی یک ھری شال کا جامہ نچھل | سفید پاک سالو کا نامیان سکل
منگائے سو دو جال اولیا ہی کر | نیائے مجھے لیا بہوت چاؤ کر
نزان ھت پکر منجہ کنک راؤ گئے | رضا دی نزان مج اپی دھاپنچ رسے
ہوا دل منور اسی وقت پر | پھریا دوک جون شہ بہرا بختور
اہی یاران سنو بھی علی خواص کے | کیا صفت جب میں اسے ذات سے
ایا شیر بیکے بھتر گھر منے | لرزنے لگے سب پیری در منے

علی مشیر میں ہون خدا جانتا | اتا مج ملاقات سکے واسطا

ہوا ایک غائب استطہار پر
ای شاہ محمد نبی بھاے کر
ہوا ہیں انکے تے سکاسن بھتر
تہی یاران سکل بھے انکے تہا چھتر
اپین شہ رسالت پناہ پیار کر
بھتر کھر ہماری دسے تاج سر

....

میں تو کچ نہ شاعر ہوں دعوا کردن
نہ شعرا پر میں ہلا وہ کرون
فقیر ہو پیریا ہوں سدا سوچتا
کریں عاقبت کیا نہ مج سوچتا
حکم پر نبی مج کون لاچار ہو
کیا ہوں بزبان نظم آ شعر او
دعا بھے کر مج اپر ای عزیز
پڑی پر قصہ یو عزیز با تمیز
مرتب ہو ذی الحج کیری چاند میں
پہرپیں تب خلق سب کیری کان میں
بھے تاریخ چندر دیں اثر نیم میں
پیری پر جو کوی اس دھر دنین میں
سبب یو شرع کے موافق اسے
نہ مانے اسے جو منافق اسے
نہ ہو سے تجاوز درہ دین میں
بشارت نبی یوں کئے نین میں
سجنے دین ایمان پر قام سے
لذت اس قصہ کا اسیچ نام ہے
کیا قدر یو او ہلا دل کلام
بلطف محمد علیہ السلام
ہزاران درود و ہزاران سلام
زبان پر محمد علیہ السلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی نہیں ہو سکتی۔
جہاں تک میرے معلومات ہیں اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

قصہ پدماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (بلوم ہارٹ ۴۴) ورق (۲۱) سطر ۱۲

سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :-

"قصہ پدماوت، رتن سین راجہ چتوڑ اور پدم شہزادی سیلون کی کہانی مصنفہ غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد جہاز کے ذریعہ چتوڑ کو روانہ ہوتے ہیں۔ کتاب نامکمل ہے"

اسپرنگر اور گارساں دتاسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل ہے۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل ہے مگر مصنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

اس مثنوی سے متعلق صراحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پدماوت کے قصے سے متعلق پوری صراحت کردی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد جائسی نے ۹۴۷ھ میں پدماوت کے نام سے اس کو "بھاکا" میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے رقم ۵۵ ایک اور نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں ہے نمبر ۸۲۹ اس کے (۱۶۷) ورق ہیں ہر صفحہ پر بیس سطریں ہیں یعنی تقریباً (۳۳۴۰) شعر ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱ رجب ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ خط نستعلیق پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سنوروں ایک کرتارو | جینہہ جیو دینہہ کینہہ بسنت رو

"بھاکا" کے بعد فارسی نظم و نثر میں مختلف اصحاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے چار منظوم ہیں اور دو نثر میں لکھی گئی ہیں۔

فارسی میں اولاً ۱۰۲۸ھ میں ملا عبد الشکور بزمی نے جہانگیر کے عہد میں اس کو "پدماوت" کے نام سے منظوم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (۱۵۸۲ ع) پر موجود ہے۔ اس میں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی مدح بھی کی گئی ہے اور وجہ تصنیف کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی ہے اسی کا اردو میں ترجمہ عبرت اور عشرت نے ملل شمع و پروانہ کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج میں موجود ہے۔

بزمی کے بعد عاقل خاں[۵] رازی نے اس کو "شمع و پروانہ" کے نام سے منظوم کیا ہے ۱۰۶۹ھ میں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ رازی نے اپنی تصنیف میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی مدح بھی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور رازی کے تصانیف میں فرق بھی ہے۔

ان دو مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن غازانہ کی جو برلن میں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حسام الدین نے ۱۱۷۰ھ بنام حسن و عشق مرتب کی ہے یہ بھی برلن میں ہے (۹۱۹ - ص)

فارسی نثر سے بھی اس قصہ کو زینت دی گئی ہے ایک لچھمی رام متوطن ابراہیم آباد نے فرخ بخش کے نام سے عاقل خاں کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۲۱۰ھ میں لکھا گیا ہے نمبر (۹۱۸ اڈیشنل) پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن میں بھی ہے (۹۹۸ - ص)

دوسرا فارسی نثر میں بطور خلاصہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو برٹش

---

[۵] عاقل خاں عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ دار خدمتوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۰۹۱ھ میں گورنر دہلی بنایا گیا اور اپنے انتقال تک جو ۱۱۰۸ھ میں ہوئی اسی خدمت پر سرفراز تھا عمر بھی خاصی پائی کیونکہ (۸۲) سال کے سن میں دنیا سے کوچ کیا۔ عاقل خاں جہاں تدبر و سیاست میں اپنی آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر ادیب اور مورخ بھی تھا جس کی تصنیفات سے مہر و ماہ، شمع و پروانہ، نغمات عشق، ظفرنامہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میوزیم میں (۱۴۱ ۱۹ اورنیٹل) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف بہا کا اور نصف ہندی میں میر عبدالجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکھنی زبان میں اولاً غلام علی نے پدماوت کے نام سے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دور کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیان سے تذکرے ساکت ہیں۔

مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا۔ بادشاہ (تانا شاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل نما نظموں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک ایک شعر ہے۔ اس طرح تین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعر اور دعائیہ تین شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی صراحت اس طرح ہے سنگلدیپ کا راجہ کندرپ سین بڑا ذی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مغموم رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔ وزیر ار نے اس کی وجہ دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ وزرا نے نجومیوں سے فال کھلوائی۔ انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑکی تولد ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ آکر اس کو بیجائے گا۔ لڑکی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی نجومیوں کو مالا مال کر دیا پیشین گوئی کے موافق لڑکی تولد ہوئی جو حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پدماوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک طوطا خریدا کیا جس کا نام "ہیرامن" تھا یہ طوطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جدا نہ کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پدماوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک علیحدہ محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک ذریعہ بھی پہرہ دیا کرتا محل کے اندر چند دائیوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

"ہیرا امن" روز قصّے اور کہانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دائیوں نے دیکھا کہ یہاں سوائے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پدماوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لونڈی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ خبرگیری سے غافل ہوگئی۔ ایک بلی آئی اور طوطا پکڑ لیا۔ اتفاقاً طوطا اس کی گرفت سے بچ نکلا اور اڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا راجہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آیا تسلی دی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا بنگال پہونچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا درخت میووں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب برہمن شکاری اس کو گرفتار کرکے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ لے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ برہمن اس کو لیکر چتوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمراں تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی برہمن کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم برہمن کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ حالات بیان کئے۔ پدماوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہوگیا۔ ایک دن شکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لونڈی کے تفویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے غیاب میں لونڈی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی اور اپنے حسن کی داد چاہی اس نے

اوپر کی زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پدماوت کے پاس سنگھ کو نہیں پہونچی اس کو غصہ آیا دائی کو حکم دیا کہ طوطے کو قتل کر دے مگر اس نے راجہ کے خوف سے ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہو کر طوطے کا پنجرہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی دائی نے طوطا حاضر کیا۔ اس نے کل حالات راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ پا سلطنت کو خیر باد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ کو اپنا چیلا بنا کر لے چلا۔ جہاز پر سوار ہوئے چھ دریا پار ہو کر سنگلدیپ پہونچے۔ طوطا راجہ سے اجازت لے کر شہزادی پدماوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی کل حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حسن و جمال کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا کچھ عرصہ بعد عید کا روز آیا طوطے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آتی ہے پدماوت اپنے رسوم سے فارغ ہو کر فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو غش آ گیا۔ ایک عرصہ کے بعد کمند کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کوتوال شہر کو خبر ہو گئی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتور کا راجہ ہے۔ شادی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتور کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آ گیا۔ جہاز راستہ بھولکر ایک دوسری طرف نکل گیا خشکی پر پہونچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنہوں نے اسکو لقمہ بنانا چاہا۔

....

اس کے بعد مثنوی کے اوراق نہیں ہیں اس لئے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بجا لیا اول میں خدا کا سپاس | کیا اوس کے الطاف کا میں سوآس
تحیت یو بعد از پیمبر اوپر | پہنچا بعد از اولاد عزت اپر
علی کا چ دم ہو میری دم میں جسم | جو ہی دور اس دم سوں ہم مو رغم

بادشاہ کی تعریف :—

یو بعد از کرون ہیں ثنا چہار یار کا | شہی بوالحسن اولیا جاہ کا
کتک شاہ اوس کا عدالت دیکہہ تہ | ہوے ظلم ست دیکہ عادل نیت
سخاوت میں مشہور جوں آفتاب | مگر حق اوتارا ہے او سبکی باپ
ہر ایک علم میں ہور بلاغت سنے | نہیں کوئی ہم تا شجاعت منی
سزاوار اچہوا سکنیں یو راج | مبارک اچہو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لایا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

غلام علی نا سمج کہی سو پند | پرتی تا کہائی سینی آڈ بند

غلام علی جس سوں دل لائی | بچہڑنی سوں بہتر جو چہو جائی

غلام علی جکی تین ہی حیات | جتی حق کی توفیق سوں کوی دات

غلام علی پیم کی جہو کنی | کہ جوں مج کی کس پیہ پتی بو کنی

اب مختلف مقامات سے نمونہ کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابتدا قصہ۔ کہ ہی سب جکتر منی سات دیپ | سنگل دیپ اسمین کا ہی ایک دیپ
کہ او دیپ میں ہی سنگل پدمنی | نہ چتینت نہ ہستن نہیں سنکنی
سنگل دیپ کے نار کا بات سے | سنو میں کہو نکا اوکس وہات ہی
اتہا ایک راجا سو بہو گن گنہیر | سنگل دیپ کے ملک میں بی نظیر

نکاتا دل کنار دیپ سین اتھا
حکمت میں برابر اس بن نتہا

نہ تھا کوچ لشکر کون اسکی حساب
کہ جون کہن پہ تاریان منی ماہ تاب

خزینہ بہری کوٹہریان کئی ہزار
جواہر کی صندوق تہی سو ہزار

چلیا اور کہ ساتھ دریا گذر
تماشے جو دیکہتا ہر یک تہار تہار

بنگالی میں یک خوش باغ تھا
جو جنت کی دل رشک سون داغ تھا

اتروان لگیا سیر کرنی کی تین
جو میوی کی جہاڑ انپہ پہرنی کی تین

وہانکی قدیمی جو رانوی اتہی
ہیرامن کون دیک آئی ملنی وتی

دیکہی جون یو ہر د بہوت شیرین کلام
ہوی بہوت خوشحال رانوی تمام

وزیران جو تہی جوان نوچی نول
سولا سولیا سات اپنی سکل

فقیری کیا ہیں راجا کہنپر
کہی کیروی کستان سب وزیر

چلی کوچہ پر کوچہ دن رات او
تماشے دیکہت خوب ہر دہات او

ستیا کار دل سیتی آرام سب
دیا چہور پیرت سیتی نام سب

کبہی آئی بستی منی پائی پیچ
کبہی اور ہی بہوکی ہور کہای پیچ

منکا کہ ہیرامن کون پوچہیا یو بات
کہیا سرب سب مہاراج سات

کہیا ہیں یو مطلب کتے تین پائیا
نجومیان کہو سو بچا آئیا

ہوا دلکون تحقیق یو بات سب
جو بولیا اتہا پیر جیس وہاہی تب

اپکی کیا چہو کون تب قرار
رتن سین کون دیک لیا یا پیار

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً:

غلام علی جس سوں دل لائے | بچھڑنے سوں بہتر جو جیو جائے
کتے خون دل سوں سو دل لاؤ نا | تو یک تل منے توڑ کر جاؤ نا
جناور کے جامنے سے وک پائے | تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی نیں دنیاں میں وفا | کدہیں ہے خوشی ہور کدہیں ہے جفا
کہ جون کاندکا ہے چونا زندگی | تو ہرگز نہیں کس کوں پابندگی
دنیا کا لیوے کام کوئی سرا و پہ | پھرے او کتے کے نمن دربدر
دو دن کا سو جینا نکر پائمال | توں ہرٹ حرص کوں جو رہے خوش حال

مثنوی نامکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ :-

جو ایسی بلا میں جو کوئی آئیا | ہمیں کوں یہاں تا سیج بہا ئیا
کہیا سن او راکس نیچ کیان ہے | غرض وند در و ونہ سو تاوان سے
میں راکس توں انسان میرا خوراک | لے آیا ہوں یہاں تجکوں کرنے ہلاک
دیوانا ہی توں جو منج لیا ئیا | میری بات سن سات توں آئیا

یورپ میں اس کا کوئی اور نسخہ نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔

اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ یہ دکھنی "بدماوت" کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دکھنی میں منتقل کیا گیا ہے۔

یو قصہ انتھا بہوت شیریں سخن | ہوس کر کہ لایا ہوں دکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے دکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کس فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بزمی کی پدماوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

سنگلدیپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بداخلاقی کی تعلیم کرتا ہے۔ راجہ نے ایک بلی روانہ کی ایک دن پدم غسل کر رہی تھی بلی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً بچ نکلا۔ بنگال پہونچا پھر برہمن کے ذریعہ چتوڑ کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لونڈی نے طوطے سے ناراض ہو کر اس کو قتل کرنا چاہا مگر دائی نے اس کو پوشیدہ کر دیا۔ رائے چتوڑ جس کا نام "رت برن" تھا پدماوت کا دیوانہ ہو کر جوگی کا بھیس لیا اور سولہ ہزار فقیروں کے ساتھ روانہ ہوا سنگلدیپ پہونچے طوطا پدم کو رت برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونو کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تیر نظر جگر کے پار ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ و پیغام سے واقف ہو کر ایک بڑی فوج کے ساتھ فقیروں کو گھیرتا اور گرفتار کر لیجاتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو کل حال بیان کرتا ہے اب پدم کا باپ معافی طلب کر کے شادی کر دیتا ہے اور دونو چتوڑ روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں طوفان آتا اور جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رت برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتوڑ میں داخل ہوتے ہیں۔ علاء الدین سے مخالفت ہوتی اور وہ حملہ کرتا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رت برن قتل ہو جاتا اور پدم ستی ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف رازی کی شمع و پروانہ میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگلدیپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ رہکر علوم سے واقف ہوا حاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف بہکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت رنج ہوا۔ طوطا برہمن کے توسط سے چتوڑ پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی

کے سپرد کی۔ رانی طوطے سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تعریف نہ سنکر قتل کا حکم دیا۔ دائی راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کرکے راجہ کے آگے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف ہوکر عاشق ہوگیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور "کام سین" کا قصہ بیان کیا مگر اثر نہ ہوا آخر جوگی بنکر روانہ ہوا چند رفقا نے ساتھ دیا سنگلدیپ پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو دیکھ کر دیوانہ ہوگیا طوطے نے ہمدردی کی اور سیف الملوک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم کے پاس گیا حالات بیان کیے محل سے باہر لایا دونوں کی ملاقات ہوئی۔ جوگیوں کے آنے کی خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہاز غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختہ کے ذریعہ کنارے پر پہونچے اور بعد مسافت کرتے ہوئے چتوڑ آئے۔ علاء الدین اور دیوپال دونوں نے پدم کے حسن وجمال کی خبر سنکر حملہ کیا۔ دیوپال نے ایک دلالہ کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیوپال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا اور پدم ستی ہوگئی۔

فارسی نثر جو فرح بخش کے نام سے لچھمی رام نے لکھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے۔ کیونکہ اسی مثنوی سے نثر میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قصے کے لحاظ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی رائے نہیں دی جاسکتی کہ دکھنی پدماوت دراصل کس سے ماخوذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ ادل الذکر سے ماخوذ ہو۔ ذیل میں پدماوت کا مقابلہ ہرسہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کرلیں۔

پدماوت دکھنی	فرح بخش
	ابتدائے قصہ
سنگل دیپ کے نار کا بات ہے	آوردہ اند کہ در ولایت سنگلدیپ
سنو میں کہونگا او کس بات ہے	فرمانروئی بود کہ او را گندرپ سین می گفتند در
اتھا ایک راجہ سو بہو کن گنبھیر	پیشہ عدل وانصاف از نوشیرواں گوئی سبقت
سنگل دیپ کے ملک میں بی نظیر	می بردو در سخاوت با حاتم پہلوی ہمسری میزد

فرخ بخش

و در شجاعت دستی داشت که بر رستم دستان
همدست میشد ۵

فریدون حشمتی جمشید جاهی
سکندر شوکتی دارا پناهی
ز عدلش چون رخ خوبان مهوش
بیک جا جمع گشته آب و آتش

تمامی راجه های آن ممالک مطیع او بودند و بر آستان عرش نشانش بعجز و نیاز سر می سودند در همگی ولایت او احدی نبود که گرسنه می بود تعداد سپاه او از احاطهٔ بیان بیرون بل از مور و ملخ افزون تشنه لبان بادیه آرزو را از چشمه فیض خود محروم نمی ساخت۔

گویند که پدماوت طوطی داشت همدم و همساز محرم راز ذات سخن نام آن طوطی هیرامن نهاده ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود و از غایت الفت پی او یکدم آرام نمی گرفت بلکه از جان عزیز عزیزتر می انگاشت۔

پدماوت دکھنی

نکلا ناون کندر دیپ سین اس اتھا
حکمت میں میرا راج اس بن نہ تھا
بسا سو سو راجی اتھی اسکی تل
کمر باند خدمت میں حاضر سکل
نہ تھا کچ لشکر کون اوسکی حساب
کہ جون کھن پتنا یاں تھی ماہ تاب
خزینہ بہتری کوٹھریاں کتی ہزار
جواہر کی صندوق تھی سو ہزار
سوایا و عالی جو راجا اتھا
ولی اوسکی تین کوئی فرزند نہ تھا

اتھا ایک رانواں او سے پیار کا
نہ آدم میں تھا کیان اس سار کا
جو تھا عقل کامل و پنکھی کی تین
ہرامن رکھی ناون طوطی کی تین
نہ ایک تل کریں الستی اوسکون دور
ہمیشہ رکھا اوسکون اپنے حضور
تھا کیان نہا اس پنکھی میں بہوت
سکیں بات ہر کچھ سنی سو نروت
برس نو منی ہو کی روشن ضمیر
یو دو نو ہوئے علم میں بی نظیر

فرخ بخش

القصہ چوں طوطیان بدام افتادند صیاد ہمہ
را در قفس حبس کردہ متوجہ خانہ شد در اثنا ر
راہ طوطی ہیرامن بصیاد گفت کہ اے صیاد
توجہ فرما و بند طوطیان بکشاد و مراد رنبید
خود نگاہدار انشاء اللہ آنچہ بہاے ہمہ طوطیان
خواہی گرفت من ترا زیادہ ازاں خواہم داہنید
کہ تمام عمر بفراغ خاطر در عیال و اطفال
بگذرانی ۔

پدماوت

تضا سوں جو آیا شکاری ادھر
پری سگلی رانوی سو اسکی نظر
کنک ڈال جہاڑ اکی او توڑ کر
تتی پاند سب یک کوں تک جوڑ

....

ہیرامن بوسن نین ہیں نیر لیا
کہیا شاد اچہ قرض کا غم نہ کہا
بچا منجہ کوں توں کوی راجی کے پاس
جو کچھ ہی سو براد یکی تیری آس
ہوبیکا سرافراز ہر بات تی
دلادن بہوت کوچہ ہر دو ہاتے
میرا مول پوچھے اگر کوئی تجی
مکر مول توں چپ دے کہادی منجی

فرخ بخش

رای اقبال این معنی کردہ کمر ہمت بہ
پشت کرمے عشق بر بست و بوقت شب
ازجا برجست و تنی چند را از رفیقان خود
ہمراہ گرفت اگرچہ کمند اندیشہ بکر و کنگرہ حصار
نمی گردید اما کمند بہ حصار انداخت مثل او
رفیقانش ہر چہار طرف کمند انداز شدند و

پدماوت

رتن سین جوں کہٹ کیا انسوں بات
کذ چپو سبہی اٹ چلیا ایک رات
لکیا جاک کر کوں جو محبوب تہی
رتن سین کی جیو کی اپروپ تہی
سبہی سب وزیران کمند ان اپہ
جو مضبوط سارے کنگوریا تکیوں کر

فرخ بخشی

از حیات جهان باز کشیده بر حصار افتده هنوز
راهی از نخل وصال پدماوت بر نخورده بود که
از هر چهار طرف شور و شر افزود و از پاسبانان
قلعه غریو برخاست و جمیع سپاه راجه
سنگلدیپ بر در شاه خود گرد آمدند تا آتش
فتنه را باب تیغ فرو نشانند راجه گندهرب سین
به ندیمان خود گفت چون باشد که حکم در قتل
جوگیان کنم که مرتکب این چنین امور ناشایسته
شده قدم از جاده ادب بیرون نهاده اند۔

مردی خرد منش همراه راجه از وطن آمده بود
او را ازین معنی اطلاع پذیرفت صرفه جان نکرده
مانند شیر دلیر گشته پیش راجه گندهرب سین
والی سنگلدیپ رفت و گفت اگر خواهی که راج و
پادشاهی من پایدار ماند راجه رتن سین که
والی هند است ضرر مرسان نه دانی که تشکل در ویش
است پادشاه ملک خویش است۔

پدماوت

چری یک پچهی ایک جوان پاسے بل
مهاراج تها سب سون اپنی اکل
گئی دور لگ چرہ کی اس کر اپر
ہوا وہان کی کتوال کون جون خبر
لی لشکر اپکا سو دور آئیا
اپر سیتی سب کون تلی لیا گیا
بندیا کہنچ مشکا جتنی تهی فقیر
پرے بند میں بادشاہ ہوا وزیر

. . . .

جو اتنی میں راجا کیا حکم تب
کرو قتل یکدهر فقیران کون سب

قضا سون براہ جو کامل فقیر
اتها گندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتها
دیواری رتی اس سون ہمدم اتها
سنیا جون خبردار کر آئیا
نرت گندرپ سین سون یون کهیا
تنجی لوک کہتی ہیں وہری اسے
دلی جلکی راجیان میں کهر سیا اسے

پدماوت

تیرا نک جو دیکھو سو کنہگار ہوئے
تیرے نک میں آئے سو خوار ہوئے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار کچھ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار کچھ
مہاراج پوچھا کی یو تاج سر
کیا ہوں ستم میں کہو کس اپر
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سوں تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اس کا حقیقت جو سب
ہوا اس کی واقف مہاراج تب

نظم بزمی فارسی

در بحر جزیرہ است سنگل
با قلعہ و کنگرہ مکمل
پہنائے زمین زی حس نیک
در پلۂ او سپہر پاسنگ
ہر برج حصار او سپہری
ہر خشت جہاں فروز مہری
....
ہر کوچہ و فوج ماہ رویان

نظم دکھنی غلام علی دکھنی

سنگل دیپ کے نار کا بات ہے
سنو میں کہونگا او کس دہات ہے
اتہا ایک راجہ سو بہو گن گیر
سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر
نکا تا دن کند ورپ سین اس اتہا
جگت میں بڑا راج اس بن نہ تہا
بسا سو سو راجی اتہا اسکے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

بزمی

با خود بہ ساتہ جنگ جونان

حیران برخ پدم ہمی دید
ہم ریختی اشک بازمی چند
چندان کہ پدم درو نگہ کرد
دل سوے شناختن نہ رہ کرد
حیرت زدہ ماند اندریں حال
کین طوطی خستہ پر و بال
گستاخ بروی من چہ بیند
خون ابرو و اشک دانہ چیند
چشم برخم جو تار مو داست
از بہر چہ خبر کی نمود است
زان جا کہ شگفت داست در سر
بروسن بسراے خلوت اندر

....

طوطی ز لپس دعاے بسیار
گفت از شہ شکوہ پر آزار
امروز نیم اسیر دامت
عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا او کر شاہ کا لے پیام
گیا شاہ زادی کون جا کہ سلام
دیکھی اوس کون ادراکی رونے لگی
چندر رنگ انجو سات دہونے لگی
کہی کیون میرے سینے دل توڑ کر
گیا تہا کہان تون منجے چھوڑ کر
کئیں دل کیا کہوں یکا یک نپٹ
کیا عاقبت منجہ سینے دل کوں کہٹ
کتے پیار سوں تج کون پالی ہوں میں
کتا تج دیکہوں اپسیں جالی ہوں میں

....

ہر امن دلاسا دیکر بہوت دہات
تن سیں کا سب کہیا کہول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکھنی پدماوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

صبحدم گر ہوائے فصل بہار
لالہ بشگفت گشت گلزار
شہ زتن سیم بہر صید بہشت
تاکند در شکار ملک گشت
بانوی خانہ مثل فصل بہار
بستہ برخود ہزار گونہ نگار
شہ در آئینہ جلوہ ساز نیاز
باخیال خودش نیاز و ناز
اندر آئینہ دیدہ زین
عاشق نفس خوداں خود بین

....

خود بخود شہ جمال زیبائی
خود تماشا و خود تماشائی
زین سخن سر نہادہ بر زانو
سر برارم ز قصۂ بالو
کرد اندیشہ کین خجستہ نوا
گشتہ دمساز تا خدا یو سرا

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آئیا بہار کھیلین شکار
سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
یکیلا پنکھی دیک غنیمت ہوا
اپسکون زریتی سیتی بہر سنگار
مکلل ہو کر آئیی رانوین کے ٹھار
کہی تو کیا ہے جکت تل اوپر
جو آیا ہی تون سات دریا گذر
نظر تل عجائب پر یا ہی بہوت
بشہ ہر روش کا دیکھا ہی بہوت
کہون کیا تیری میں تیا کیان ہی
نہ تجہ کیاں کا کوئی انسان ھے

رازی

در تجرد حال روزن مرد
کرده درویشش اثر بهر درد
زین تحیر دل همه بگرفت
گفت با صهم دگر ز روے شگفت
حاش اللہ این جوان نہ گداست
فردوست رجبه اشش پیداست

....

این گدا نیست هست رائے رتن
شد ز عشق پدم جلاے وطن
شاه چتور رائے رایان ست
گرچه در کسوت گدایان است
به که این پند بنده به پسندی
سر فرازش کنی لیفر زندی
کز من یاورت نمی آید
طوطی این وصف بر تو بکشاید

غلام علی

قضا سون ہوا او جو کامل فقیر
اتہا کندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جون خبر دور کر آ گیا
ترت کندرپ سین سون یو کہیا
تجے لوگ کہتے ہیں دہر ہی اچھے
دلی جلکی راجیان میں کہری اچھی
ہر اک جو دیکھی سو کہنکار ہووے
تیرے ناک ہیں آے سو خوار ہووے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار کچ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ادر کچ
مہاراج پوچہا کی یو تاج سر
کیا ہون ستم میں کہول کس ابہ
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سون تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا اسنکے واقف مہاراج تب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پدماوت کے دیگر دکھنی اور اردو قصوں کی بھی مختصر صراحت کردی جائے۔

غلام علی کے تقریباً پچاس ساٹھ سال بعد ولی ویلوری نے پھر اس قصہ کو رتن و پدم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ولی کے متعلق مزید وضاحت۔ دور مغلیہ میں آ گئے درج کی گئی ہے۔ اسپرنگر[۵] کی فہرست میں یہ مثنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

---

[۵] مولف اردوئے قدیم مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو صراحت کی ہے (جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اردو کا جامہ پہنایا گیا) وہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ رتن و پدم اسکو ولی نے سنہ ہوش میں لکھا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا (اسی کتب خانہ توپ خانہ اودھ کی کیٹلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ ہاشمی) اس کے چار صفحہ تھے اور جس میں کم و بیش چار ہزار ابیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوئی ہے۔

خدایا تو ہے پاک پروردگار
ترنکار و آنار داچھی انار

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے منجملہ ان کے وہ مقامات یہ ہیں۔

ولی تیرے کرم کی ہے مجھے آس | نہ کر اس آس سوں ہرگز تو نراس

ولی ہے یو سب خالی بہانا | اسی کا کام ہے دینا دلانا

(اردوئے قدیم طبع ثانی صا۱۰۱)

کہ عبدالمجید خاں[۵۱] قلعہ دار سدہوٹ کے زمانہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے چنانچہ خود مصنف نے اس امر کی صراحت کردی ہے۔

حراست خاں امیر ایک نامور تھا | سکونت گاہ اسکو سات گدہ[۵۲] تھا
اتھا وہ اہل ورد و نیک اعمال | رفاقت میں اتھا میں اس کے خوش حال
قضارا وان سوں ہو قسمت نے برخاست | سو آیا میں طرف کڑپہ[۵۳] کے دہر خواست

---

۵۱ اس کے متعلق مزید صراحت سدہوٹ کے مخطوطات میں درج کی گئی ہے۔

۵۲ سات گدہ علاقہ مدراس میں واقع ہے یہاں کے جاگیردار مشہور تھے ان میں حراست خان ایک نامور جاگیردار تھا۔ ولی ویلوری اولاً اسی جاگیردار کی ملازمت میں داخل تھا۔ اس کے بعد وہ سدہوٹ آ کر قلعہ داروں کا ملازم ہوا۔

۵۳ کڑپہ کا دوسرا نام سدہوٹ ہے۔

نواب عبدالمجید ابن عبدالحمید ایک — اتھا وان نامور صوبہ سعید ایک
سو ادسے شجاع پروانہ لکھ کر — لیسلاک نوکران میں منسلک کر
تعین کر مجکوں سدہوٹ کو روانہ — کیا او صاحب شیرین زمانہ
سو حسب الحکم میں سدہوٹ کو آیا — زنگا رنگ وان تماشے میں نے پایا

ان دونو دکھنی کے علاوہ ایک اور مثنوی اُردو میں لکھی گئی ہے جو گل شمع و پروانہ سے موسوم ہے اس کو اول ضیاء الدین عبرت نے شروع کیا تھا مگر مکمل نہ کرسکے اِن کے انتقال کے بعد غلام علی عشرت نے مکمل کیا اور ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (بلوم ہارٹ ۱۹۶)

عبرت نے اپنے قصہ کو عبدالشکور بزمی کی پدماوت سے اخذ کیا ہے بعض مقامات سے ان دونو یعنی عبرت اور غلام علی کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ دونو منظوم ہیں صرف زمانہ کا فرق ہے

گل شمع و پروانہ — **پدماوت**

سخن سنج معانی محرم راز — کیا ذوق یکدن شہی نامدار
ہوا یُں اس طرح سے نکتہ پرداز — نکل آئیا بہار کھیلن شکار
کہ ایکدن دشت و صحرا میں تن سب — سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
شکار افگن تھا با صد زیب و زین — یکیلا پنکھی دیک غنمت ہوا
پہنچ کئی نیزہ باز او سپاہ ہزاروں — اپسکون ندینی سپتی بہر سنگار
بیان دشت میں تازہ عشتیان — مکلل ہو کر انی رانویں کے ٹھار
یلونہی دہوم جنگل میں مچائی — لکھی تون کیا ہی حکمت تل اوپر
غضب کی آتش اوس بن میں لگائی — جو آیا ہی تون سات دریا گذر

شمع و پروانہ

کہا آئینہ ساں اوسکی طرف رو
کہا ہنسکر کہ ای مرغ سخنگو
نہایت تو پڑا ہیگا جہان میں
رہا اکثر ہی بزم گلرخان میں
بہار سبز کی مانند بہر جا
ہر ایک صورت کا گل ہی تو نے دیکھا
چترنی پدمنی کو جانتا ہے
ہر ایک کا حسن تو پہچانتا ہے
پدم کا تو نے ہیگا ناز دیکھا
ہے اسکے حسن کا انداز دیکھا

جو سید زادون نے وہ طوطا اوڑایا
پدم کی ہوش کو گویا اوڑایا
وہ طوطا تہا جو سرتا پا توکل
اوڑا کہکر کہ اب تیرا توکل
خیال اوسکا چلا رو کے ہوا پر
دہی وحشت کی دستی کہول شہپر
کبہو جون چشم کرتا سیر دریا
کبہو مجنوں کی صورت دشت پیما
تہا دل بستہ خشکی و تری کا
کہ وہ سایہ زادہ تہا ایک پری کا

پدماوت

نظر تل عجائب پر پڑا ہی بہوت
بشر ہر اودیش کا دیکہا ہی بہوت
کہوں کیا تیری میں تنیا گیان سے
نہ تجہ گیان کا کوئی انسان سے
تون سچ بول منجہ روپ سا خوب کہیں
دیکہا ہوئیگا رہ دیپ اپر روپ کہیں
منجہ ایسے چتور چہت کے ناری اچہی
کہ جون کنونتی بیچ ہون پیاری اچہی
نظر تل تیری آج کیسی ہون میں
نہ در بول تون حق سون جیسے ہون میں

ستارا دو سپاک کے سمندر میں
پڑیا بخت گرداب کی شور میں
جو طوفان اوتہیا تب پریشان کا
پڑیا فکر آکر اپس جان کا
بچہڑ کر گیا تہا ہیرا من نکل
شہر چہوڑ بیت سون پکڑیا جنگل
کتی دن رہیا اس بیابان میں
کیا در فرا ہی ہوا جان میں
لگیا شاہزادی کہیرا غم اوسی
جو آتا اتہا یاد ہر دم اوسی

مثل شمع و پروانہ

بسانی رنگ عاشق دردمساز
نہ تہا آرام اوسکو غیر پرواز
ہوا پر سبز طوطا فوج در فوج
نظر آئی اوسی جوں بنہک کی موج
جو سکی طرح سے گرم فغان تہا
برنگ نالہ روز و شب روان تہا
ستم کش نے جو اپنی جنس پائی
تیا سں اوسکو کیا فضل خدائی

اودہر تو اوسکو تہی ہی انتظاری
کہ آپہنچی پدم کی وہاں سواری
اوٹہایا جوہی پردہ اونی یکبار
نگاہی دونو کی باہم ہوئیں چار
کہون کیا عشق نے جلوہ دیکہایا
ایدہر اسکو اودہر اوسکو غش آیا
ایدہر اودہر سوئی دونو وہ بیہوش
کمال نشہ میں جیسے قدح نوش
وہ کہا اوسطرف تیری مژہ سے
ایدہر بسمل ہوا اوس تیغ نگہ سے

....

پدماوت

ایدر ہوا رکہی ہوا کی اوپر
نکر کر پر پیکا کر اپنی نظر

....

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر
تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار ٹہار
بنگالہ میں یک خوش باغ تہا
جو جنت کی دل رشک سوں داغ تہا
اتر وان لگیا سیر کرنی کی تیں
جو میوی کی جہار انپہ پہرنی کی تیں

یکایک نظر تل فقیران دیسی
دیکہی کوری نظران سیتی ہر کسی
چلی ان کی سب پہیر سینی نکل
سوائی عاشق کہنی جو چنچل
دیکہی سو رتہا ہی تا بات کا
جو روشن کر نہار اپس جان کا
ہوے بہوت خوش حال اوسی دیکہ کر
جو ہی حسن میں او بہوت نیک کر
کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان
دیوی منجہ کون پرسی سو دان

علل شمع وپروانہ

حروف رمز چہاتی پر بنا کی
چلی القصہ وہ صندل لگا کے
وہ حلقہ کان میں دیکہہ جو اوسکے
ہوئی حلقہ بگوشش اوسکی وہ دل سے
پہنا کر دلکو جوگی کی جٹا میں
ہوئی رونق فزا دولت سرا میں
زبس مضطر نہایت مثل سیماب
فغان و نالہ برلب چشم پر آب
طپش سے دلکی از حد نا گوارا
غرض جوں توں وہ گذرا روز سارا

پدماوت

کہی یا خدا منجہ دلا توں ایسے
بغیر اسکی منجہ کون ندی بہر کے

و صندل سوں چہاتی پہ لکہی جواب
نہ تہا دیکہی منجکوں تیری مین تاب
تو کیا واسطہ یہاں تلک آ گیا
میری تیں بہی دیکہنی پا گیا
منجی بہی ستیا لیا کی اس فند میں
پنت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پدماوت کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تہا اوس کو اپنے فن میں ید طولی حاصل تہا مثنوی میں جا بجائے اپنی ذاتی راے اور خیالات ظاہر کئے ہیں جس سے اوس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان بہی سادہ ہے۔ اس مثنوی کو گولکنڈہ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جاسکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات ہیں ہندوستان میں نہیں ہے۔

جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۸) ورق (۱۱۰) سایز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کی جنگوں کا بیان جو علیؓ کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ حسنؑ اور حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دکھنی مثنوی ہے جس کا مصنف سیوک ہے۔ مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف سے ترجمہ کیا گیا ہے تاریخ تصنیف ۱۰۹۲ھ ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ نفس مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص "سیوک" جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ متعدد جگہ صاف طور پر اس کی صراحت ہوئی ہے مثلاً

حکایت انگی پھر سیوک بولتا | براہیم اشتر کا جگ بولتا
(ص ۷۶ ب)

یو سیوک تو ہجری کے سال تھی | ہزار یک نود دو کی اپرال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
(صفحہ ۱۰۹ ب)

دے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا ہے سیوک نے اب تجھ کنے | مجھ آسان کرنا دیکھ سر منی
(ص ۱۱)

یہ مثنوی قطب شاہی دور کے آخر فرمانروا کے عہد میں مرتب ہوئی ہے مگر بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو دکھنی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایک دوسرے شاعر غلام علیخاں لطیف سے ان کی چشمک تھی۔ کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی مثنوی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو شاہ نامہ کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی مثنوی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے، ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ مثنوی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں بھی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اصلیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے ایک فرزند علی اکبر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں انہوں نے اپنی بادشاہت قایم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؓ نے اپنی شہادت کے وقت ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسنؓ کو زہر دیا گیا اور کربلا میں انکو (حسین) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو دریافت

کر کے خط پیش کیا انہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا فوج فراہم کی چودہ ہزار لشکر کے ساتھ یزید سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں سنا یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے آپ ادہر روانہ ہوئے۔ اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا وہ آئے۔ بڑی جنگ کے بعد یزیدی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مروان کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آیا اس سے بھی محمد حنیفہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اب یزید نے ملک روم۔ زنگبار۔ فرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی وہاں سے عظیم الشان لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طاغان اور موغان نے مدد دی بڑی جنگ کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہو گیا۔ مگر پھر آپ کے سرداران فوج اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔

ادہر یزیدی فوج نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یزید کے پاس روانہ کر دیا یزید سے آپ کا مباحثہ ہوا آخر آپ قید کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کی فوج آئی اور آپ کو رہا کر لے گئی۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا پھر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثناء میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بندگان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس آواز کے ساتھ آپ گھوڑے سے نیچے آئے خدا کی درگاہ میں توبہ کی اور ایک غار میں چلے گئے غار پر بجلی گری اور وہ غائب ہو گیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہو گئی آپ کے بھائی علی اکبر کو آواز کے ذریعہ آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے عزیز اقارب وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے

کہوں یک جنگ شاہ شیر زمان	حسین شاہ ابن علی بعد زان
سو اس شاہ کا یک غریب بھائی تھا	ابا یک صور بھائی دو مائی تھا
سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف	سو جسکوں بینے سائے جد حنیف

سوایک دن نبی نی علی سون کہے | تون شیر خدا یون سو منجہ سون رہے
رہے مرتضی سون کو خوشحال ہو | سو خوشحال رون رون ہر یک بال ہو
دئی بادشاہی کئے سرفراز | دئی بخش شاہی شہر با نیاز
علی کون بہے ہر یک فرزند انتہی | علی اکبر اسنام تہا کر سکیتے
جو سنکات اسیہاے کی شہ نجف | روانا کئے اسی شہر کے طرف
چلے شہر کے پات دین نیت لے | سو اس بہائی کون آپنے پیت لے
کیت کئے دنکون جا تخت قابض سکئے | جو اس بہائے کون وازری دیئے
سکے راج کرنے عدل لوج سون | روش ریت انصاف کی بوج سون
جو اس شہر سون کربلا دور تہا | سو دونو منے فاصلا دور تہا

مقابلہ دو شخص

دیکا ٹیکہ کہو رکیون دین دب کیا | زنگی دار دفاق اد بہ حبب کیا
مشبب فافا کیا ندو دوار | کیا صاف کہ حیدر کا نعرہ پکار
زبک جا پہیر یا شاد دانشمند | زنگی کی کمر کا پکر کمر بند
لیا دین وجا تزین ہیں لی او پار | پہرا اسکون کر کر زمین پر پچھار
زنگی کون ضرب سو پچہار ہی دیا | سپیہے استخوان اسکی سر ان کیا
جو فنیا نے دیکہا زنکیکا ضرب | ولد کون لگیا پوچھنے حال تب

کہی یون اہی ملعون جانا کدہر | نہنجی آج بہاتا ہون دوزخ بہتر
سو یون بول یکوار سارا کیا | سر چینے کون اسکی آوارا کیا
دیکہیا مارکا فرکون استنہار کہسٹ | دو ٹکری کیا اسکون یکتر سمت

دھمر علی شاہ رو است کہپرا
دیکھیا سعد جیون نہات تا کہا پیرا

تو اتنے میں طوفان مو غان آئی
ترنگہ لاک پردس ہزاران او جائی

یزید انکی دین پیٹ پر آپڑی
یزوزیر یالا ہو سب کرٹ پڑی

مگر نوح کا سپر کہ طوفان تھا
کتیکہ وقت لک سخت گہسان تہا

زمیں پہ لہو کے سوتالی سبھے
دھیدان اسمنے جون نشانی سبھے

ہر یک وار ماریں علی بولتے
زمیں کے کواران نمن کہولتے

ہر یک پاس طرف یون سو میدان کیے
یزیدیاں کے زاریاں کوں زادیادہ کیے

لہو ست پاتیاں کی تنکی تلار
زمیں کا بھریا پیٹ دینے رکار

کھڑک سخت اسد ہات باجن لگے
یزدی کہتو ہو کر رہا تن لگے

پوچھے شاہ او سے کا نسون آیا ھی تون
کہا شاہ آیا ہون میں روم سون

سکے پادشاہ روم کرتا ھی کیا
ملکہ ہو لشکر سو دہرتا ھی کیا

کہا پانچ لک ہور چالیس ہزار
کمدان سٹن بار ٹو میں سوار

روانا کیا تھی یزید کی کمدن
ای شاہ مظفر میری سون جہوجن

دو لشکر کا مقابلہ

حضرت شاہ کہری بانند لشکر کی صف
کہری بانڈ کر شاہ فرزند نجف

او تہی دین یزیدی آتیکے بار مل
ٹیکے بار مل بہار پر بہار مل

حضرت شاہ او تہیائی تر نکان سکل
سو بہایان عزیزان برادر سکل

سو لشکر میں لشکر ملائی کیا
لشکر میں لشکر کہل بلائی کیا

اُٹھیا ہانکہ ہنکارہ چو رہیب تی
اُٹھیا شور چو دہرتی جو لا آفتے

لگے ہاپیٹ و اراں کبل
حنف شاہ کی مومن سواراں سگل

سو اتنی میں طوغان موغان آئے
ترک لاک پر دس ہزاراں او چھائے

پڑے آ یزیداں کی دین بیٹ پر
لگے مارنے سب سب بے جگر

سو طوغان و موغان دین مارتے
محمد حنف پاس انیری اہٹی

حنف شاہ طوغاں کوں دیکھکر
سو خوشی دل ہوئے شاہ حنف شیر نر

لگے مارنے تیغ او تیغ زن
کچلنے لگے یوں یزیداں کا دہن

یزیداں کوں سب زیر پا لا گئے
لئے مار لشکر او جا لا گئے

یزید دیکھ لشکر کے احوال کوں
پچھنے کا سنپے تن پو ہر بال کوں

خاتمہ مثنوی جس میں تاریخ تصنیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیما کیا سربسر
تھی تاریخ تدھان جان خیر البشر

یو سیوک تو ہجری کیرے سال تھی
ہزار ایک تو دو کے اپرال تھی

اے سیوک بنام رسول عجم
محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم

کریم الشکور و غفور الودود
پہنچیا تہا نبی پر سوا رانہ درود

ہے سیوک غلام نبی کا سچا
شفا کر شفا کر شفا کر شفا

یو منگتا سیوک نے اب تجھ کنے
تجھ آسان کرنا دیکھے سر منے

اتنا یو قصہ فارسی سوں اول
کیا دکھنی میں ترجما منجے بدل

ختم کر توں سیوک دعا پر کلام
بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آئندہ میں آئے گا اسی ضمن میں اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بلوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی قصہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دراصل ایسا نہیں ہے۔ محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف میں[۵۱] بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

---

۵۱ اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں نمبر (۱۵۹۲) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کیٹلاگ ایتھے نے کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس کا مصنف محمد عاشق ہے جو عام طور سے شیخ نور الدین محمد عاشق سے مشہور تھا "چہار سو عیش طرب" جو ۱۰۶۹ھ میں لکھی گئی ہے اس کا بھی یہی مصنف ہے۔ کیٹلاگ اسپرنگر میں اس کا ذکر ہے ۹۳۹ ۰ p اور برلن میں بھی موجود ہے ۹۲۳ ۰ p محمد عاشق زین العابدین (جو عام طور سے ملا صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ میں ہوا ہے۔ اس کا ایک دکھنی ترجمہ ظفر نامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا مصنف مفتاح العاشق ہے" ص ۸۷۵

بلوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ یہی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کو جہاں اس امر کا دھوکہ ہوا ہے دکھنی مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے وہاں ایک دوسری سہو بھی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفر نامہ مصنفہ غلام علیخاں (جو عام طور پر مفتاح العاشقاں سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنفہ سیوک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ دونوں جداگانہ ہے۔

ظفر نامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملاحظہ کے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونو مثنویاں جداگانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جداگانہ ہے

حسین و جمیل تھی محمد حنیف اس سے مطلع ہو کر گئے اثنا رسفر میں دیووں اور پریوں سے مقابلہ ہوا آخر پر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سیوک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جدا گانہ ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

"قصہ رضوان شاہ روح افزا"

برٹش میوزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۷۱۶ اورینٹیل) ورق (۸۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¾ سطر (۱۵) خط نستعلیق

یہ نسخہ ۱۲ صفر سنہ ۱۲۰۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"رضوان شاہ شہزادۂ چین اور روح افزا پری کا قصہ۔ یہ ایک دکھنی مثنوی ہے مصنف فائز۔ مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک فارسی نثر سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے۔ سنہ تصنیف کو جو سنہ ۱۰۹۴ھ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا ہے سنہ ۱۸۷۰ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ

"رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فائز نے دکھنی اشعار میں سنہ ۱۰۹۴ھ میں لکھا ہے۔ ۲۸۰ صفحات فی صفحہ ۹ شعر۔"

اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک عشقیہ دکھنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سنہ ۱۰۹۴ھ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار
اوس اوپر نود ادسکے اوپر چہار
ہوا قصہ رضوان شہ تمام
نبی حور علی پر ہزاراں سلام

فائز قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کرنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان رضوان شاہ دیکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے بعض دوستوں کی فرمائش پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و نعت و منقبت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف درج نہیں ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ چین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکار میں ایک ہرنی کو دیکھکر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہوگئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہوگیا اسی چشمہ کے قریب جہاں وہ غائب ہوئی تھی مقیم ہوگیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شادکام ہوا مگر پھر جدائی ہوگئی آخر بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی بامراد چین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش ہے۔

اول نام حق کا لی بولوں سخن	بندہ ہوں اوسکی توحید کہوں سخن
ہی اللہ معبود بر حق قدیم	کہ رحمن ہی خلق پہ ہور رحیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا	تکر یاد اوسی کیوں کروں ابتدا

حمد و مناجات کے چار صفحہ ہیں اور پھر بلا عنوان ہی منقبت شروع کی گئی ہے۔

ہماری نبی کا ہی پایا رفیع	مقدم شفیعاں ہو سب یو شفیع
شکر اوس خدا کون جو خلقت کیا	ہمیں کون محمد کی امت کیا

نعت کے بعد بلا عنوان منقبت علیؓ شروع کی گئی ہے۔

جنی بہائی کی دین کا تہا وزیر
ہی موسیٰ کون ہارون تجہ کون امیر

نبوت کی رتبی میں تہا جی ولی
موہی ہیکلان شاہ مردان علی

امیر عرب شاہ دلدل سوار
شہ لافتا صاحب ذوالفقار

سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔

شبی میں ہوا ھی کسی دلبری
جنا دہوندہی جی کسکون پری

ہریک بات کا ایک قصہ ہوا
ہریک نقل بہی یو پنچ پیدا ہوا

مزہ بہوت نقل و روایات میں
دقت بہوت لگتا حکایات میں

بہوت ہی حکایات اسدہات کی
کتیک تو کتابان ھی اسبات کی

کتیک فارسی کون بہی دکھنی کری
دو لوکاں قیامت تلک تا مری

کتیک نثر او سیں کتیک ہیں نظم
کنی ہیں جمع کوئی عرب کوئی عجم

تو کرنی پڑیا مج کون اس آس سون
نہ تھی نیند مج کون یو وسواس سون

کہ مج سون پچہا کیچ یادگاری رہی
جو مج بعد کوئی بہشت روز ہی کہی

نہ دیکھا اپسکی طبیعت میں تاب
جو کہنی سکون نظم کر کوئی کتاب

نظم میں رسالی کیتا ہوس
سکت ہی جتی کا و تاکام بس

کیا سیر اکثر حکایات کون
رکھیا دل میں اپنی ہریک بات کون

پڑیا تہا میں جتی قصا نکی کتاب
سو قصی میں یکیات تہی انتخاب

اتہا فارسی نثر میں یو نقل
اوسی نظم کوئی نہیں کئے تھے دل

تو میں بندہ فایز ہوس دہر کو تب
یو قصہ کون دکہنی کیا نظم سب

دسیا فارسی مختصر بسط نہیں
دیا شاخ و برگ اس حکایت کون نین

ہٹہیا فکر جان طول تھوڑا دیا
یہ دو نیک طبع آز ماتی کیا

مجہی شاعری کی کدہی مشق نین
کیا ہون بزرکان کی تقلید نین

نہ شہرت مجہی شاعری کی ہوس
نہ انعام پانی کی دل میں اس

مہربان جب مجہ پور بی ہوا
میرا فکر مجہ کون مربی ہوا

طبیعت کی دریا کو آیا ابال
تو موتیان نکل آتی ہر یک بی ڈہال

ابتدا داستان

جتی ہی حکایات کی راویان
یو قصہ او نو یون کہی ہیں بیان

کہ تہا چین میں یک بڑا بادشاہ
دو ہاتی پکڑی اوسکی یک سالہ راہ

اوس اطراف میں تہا جسے تخت و تاج
اطاعت کرین اوسکون دیوین خراج

ولایت ملک کچہ نتہا اوسکون کم
کسی کی طرف سو نتہا اوسکون غم

دلی یون کہی مجہ کو آیند نین
کہ مجہ نسل میں ایک فرزند نین

جو مجہ بعد اچہی وارث تخت دو
جہانگیر نکالی تج ہی بخت دو

میرا تخت کہ اوس سون پاوہی نظام
کرہی مجہ کون عالم منی نیک نام

خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار ہی شاد اچہو
خرم سکہ سون اچہو غم تی آزاد اچہو

خدایا اس یادہی اپنی مدعا
مجہی بہی کرہی مغفرت کی دعا

الٰہی توں فایز کو کر رستگار
دلا اوسکون جنت میں دارالقرار

تن اوسکا پچہتر جای جان سون | ملا روح کون اپنی رضوان سون
جدہاتلک جہان جگ تی معمور اچھی | یو قصہ جہان پیچ مشہور اچھی
کرون کیون شکر اسکی اتمام پہ | ہزاران شکر ہی یو انعام پہ
اتہا جو وقت سال ہجرت ہزار | اوس اوپر تو دا اوسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ کا تمام
نبی ہور علی پہ ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق دو باتیں اور لکھی جاسکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہزادی شہر شہشش کے اوپر بولیا فائز شاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت و پند و اظہار کلام و بیان اپنا۔

(۳) ابتداء داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادیسوں وزیر دو نے عرض کئے کہ عمارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بوڑھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے میجر پیم ڈبلیو کارسنے ۱۸۷۰ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکھنی شعراء کے کلام کو ایک سلسلہ میں شائع کیا جاے اس سلسلہ میں گلشن عشق۔ پھول بن اور قصہ بی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس ۱۸۷۱ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہوگیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی شرح بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکھنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہوتے۔

اس مثنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فائز اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے متعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکھنی مثنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا بجائے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فائز کا طرز بیان بھی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱ قصص اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

"ظفر نامہ"

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۰۹ ورق (۱۵۸) سائز ۹×۵ سطر ۱۷ خط نسخ سنہ کتابت سنہ ۴ جلوس محمد شاہ

کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکھنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔
جنگ نامہ سیوک بھی اسی بیان میں ہے ہر بیان کے پہلے سرخی سے
فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے۔ مصنف کا نام غلام علیخاں اور تخلص لطیف
ہے اونہوں نے خود کو مفتاح عاشقاں سے بھی موسوم کیا ہے وہ قزلباش
قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ظفر نامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ/۱۶۸۴ء میں ہوئی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے البتہ ڈی ٹاسی نے اس کی صراحت کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً

سنہ یکہزار و نود پانچ پہ	بنا کر مرتب کیا یو اچھر
ہزار و نود پانچ تا ہور ٹیکر	نہ رہے لکیاں لعن تیرے اوپر
ہزار و نود پانچ میں با صواب	سب یو مثنوی ہوئی بخشم کتاب

غلام علیخاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر امامیہ مذہب کا پیرو تھا لطیف

تفنن الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی امارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدرآبادی ہونے پر بھی اظہار تفخر کرتا ہے بڑا پرگو شاعر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی۔ ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہنامہ کو ہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ "ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندار سیمرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں"۔

مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علیؓ اور حسینؓ کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں یزید پر لعنت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے ختم قصہ پر چند مرثیے خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم مضمون ہے مگر دونو کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا وہ اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اول مدینہ پر عقبہ ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد یزید سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاہ ذرنگ شاہ فرنگ وغیرہ کو طلب کیا محمد حنیفہ نے اپنے تین بھائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقیل علی کو بلوایا اس کے سوا تین ترک سردار طوغان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جس میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کرکے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیفہ غائب

ہو جاتے ہیں جس پر امام کو سخت رنج ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمراں کر کے خود سلطنت سے کنارہ کش ہو کر سیاح ہو جاتے ہیں کہ ہیں ایک روشن دل فقیر آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ مدینہ آ کر علم استادہ کرتے اور محرم کی بنا رقایم ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے جنگ نامہ اور ظفر نامہ کا اختلاف معلوم ہو سکتا ہے۔

ظفر نامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد

کروں ابتدا بسم اللہ ستے | مدد منگ تے اسم اللہ ستے
کہ اول کروں وصف اللہ کا | جنے جیو دیا سوا لا اللہ کا
بڑا باغنی کل شی کا دھنی | سا کین ہو دیں تس کرم تے غنی

بادشاہ کی بیچ

کہ فی الجملہ کر بولتا ہوں عیاں | مرتب کیا ہور کہاں سو بیاں
تھا جب دور سلطان شہ بوالحسن | شہر حیدرآباد انکا وطن
کیا تب ظفر نامہ کا میں بنا | مرتب کئی لک سونا چپ رہنا
محرم کا جب بدر پورا ہوا | ظفر نامہ کا تب ظہورا ہوا
بنایوں کیا دن کمر باند رات | مرتب سو عاشور کہ چاندرات
ظفر نامہ یکسال میں سب کیا | دہانتی ہر یکتیں سو پڑنے دیا
سنہ یکہزار و نود پانچ پر | بنا کر مرتب کیا یو اچھر
قزلباشں فرد نیلوا نژاد ہوں | ولے نزادۂ حیدرآباد ہوں
ہی تاریخ مولود میرا غنی | سدا دہیان تیرا دی مج ای دہنی
ہوں سلطان عبداللہ کہ دور کا | سو شجاع ہور سنجا ہوں بری تور کا

لطیف ہون لطیف ہون لطیف ہون لطیف | ضعیف ہون نحیف ہون ظریف ہون حریف
مطول نہ کر اب کیا مختصر | سکل ابتدا انتہا سو یو بولکر
ہی پورا یو سب مثنوی کا شمار | سراپا سو بلکہ اوک پنجہزار
نہ ماندہ نہ سست ہو کو نا کر عتاب | کیا خرمی سات ختم کتاب
ہزاران درود و ہور ہزاران سلام | نبی ہور ولی پر اچہو مدام
مناجات حروفات تجہی میں بند | گنا ہون سو دل کر سنو دردمند
کسافت تے جون دور ہتوں صاف ان | لطیف ہے کہ مفتاح دون عاشقان

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاہ نامہ کے جواب پر لکھا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفرنامہ شہنامہ کا تاج ہے | رعیت ہے وہ یو راج ہے
کہ شہنامہ وصف اراحیف ہے | ظفرنامہ مردان کہ تعریف ہے
کہ رستم اتہا یک بلے سیستان | فردوسی کیا رستم داستان
پدر اس کا سیج کرد برتر اتہا | دیے کیا کہ سیمرغ پرور اتہا
محمد حنیفہ شہی انجمن | تمن اول تے کردان کہ کردن شکن

ہمیشہ جی تس دیکہی تو ہور ہوی | کہ شاعر زبردست پر زور ہوی
ظفرنامہ سالم ہے مثل غرور | ہوی تس وکنی تے حفظ اوک روز نزد
نکو جانو یو او بیچ پرواز کر | بندیا ہون سو تس میانے کے راز دہر
ظفرنامہ مردان کا میدان ہے | کہ شہنامہ گنبد ہور یو چوکان ہے
کیا کام است گنکن کہ تین ارسی | وک تس میں عربی ہے ہور فارسی

تون دانا ہی تو دیک دانائی ستے | کہ بینا ھے تو دیک بینائی نے
ظفرنامہ میں کام کیا کیا ھوا | ھے روشن دلانکا یو روشن دیوا

ابتدا قصہ

خبر دیتی ہیں راویان اسو ضا | ہوا کیون اھی سو یو قدر و قضا
کنی کربلا کی سو جیکر ہی میان | حسین ایک نامہ میں لک سب بیان
رکابدار کی ہات دی بولی تب | میں استہار پر جو شہید ہیون جب
تون اسوقت نامہ سولی رات رات | محمد حنیفہ کی دی جا کو ھات
رکابدار اسد ہات بعد از حسین | روانہ ہوا کر کو پر اشک نین
دو منزل سو یک کر کو چلتی لگیا | کہ سیماب نیون بیک دھنی لگیا

دو شخص کا مقابلہ

اسے پلمیں بد حال سے نے مار کر | تجی بہجدیتا ہون دوزخ بہتر
یو سن بات دلمال مردار خوار | تو ہفصد منی کرز تیں نا بکار
اچا کر سنقیا جیکہ دانتا کر ور | تب طالب علی چھین لیے ھت مدور
دہان تے سو نیزہ کہ تیں راست کر | چلایو ملعون دو شاہ پر
و نیزہ صد و بیست گز تہا دراز | تے لے لئے کار کر شاہباز
کہ بعد از غضبناک ہو کر لعین | لکیا تیغ کی کرنے ضربان وہین
ہر یک ضرب اسکی لکی کرنے رد | ہنر دو ایسا د ہو کر سے رد
پڑہوا کر انکی پہل تن پیل تا | نہ دہستا انکہ و چیپ اپ کہیلتا
دیکھنیا زنکی اکل نہ دہستا ھی فیل | نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

کھل دیک بازی وہمت کون ہار
ترنک کیا پچی سنگر تا پکار

ھنی کے کیے چار یک سند قلم
لنبا ہونہر پایا ہیں پونہ نکی کلم

دہمک پھضرب تے چہلم سر پتی
نکل جا پڑیا دور دِک نکبتی

نیکی سیس تے اتس کو ملعون خر
پکیر کر لیا دک دوال کمر

تو طالب علی بھی نکیچ کر سوال
پکر جلد لیتی کمر کا دوال

زنکی کا وزوری بہوت کر تہکیا
ولی شیر کے تیں ہلا نیں سکیا

یو طالب علی حیدری زور کر
اچا کر پہرا ماری یوں بہیں اپر

کہ جون بجلی بادل ستے کپر کپرا
پڑی تیون زمیں پہ پڑیا کپر کپرا

جنگ کا سین

جب کفار کا صف نمودار ہوا
تب اسلام کا تیز تر دار ہوا

ادہر تے فرنگی دو زنگی کدہنک
خبردار ہو پہک کر ساز جنگ

سکل توپیان پین ہو دا سری
بند اسب خران تیں ستری باکہری

فرنگی سو باجا وسکے دہت کا
بجاتے جون دجال کمذات کا

دمامہ سو جون فیل کہ کو زیتون
نفیری سو جون جغد کہ سوزیتون

نشانان سو جون دہوتران کہ مثال
کھری کہول صف بند ہو کالا اہپال

کیتے انہیں دستے تہی جون دہوتری
کتی اتین شیطان کہ تہی پوتری

دک ان تیں سو یو سب صف صفدری
علم ہا کری کہول کر حیدری

تو بانکا دمی حیدری تار تا
کمر کیا ہی طاوس ہنکار تا

تب اسوقت کرنا سو برت در پہری
کہ جون شیر میدان میں کرکری

طبل حیدری سنکو تب بید رنگ
لرزنے لکیا صف تے باشاہ فرنگ

جب اس وضع دو دہر سو کچ بہار ہوا | تو بہا تان نقیبان کا ہنکارہ ہوا
کہ کن پہلوان قصد میدان کر | بکت طفل دست اپس پچھان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہوکر لوگوں کو مرید کرتے اور شجرہ دینے لگے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مرید کرتے وقت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد " بنا محرم " کا عنوان قایم کیا ہے۔ اس میں بیان کرتا ہے۔

کتک دن پچھی دیک ماہ عشور | کہ رسم عزا جگمیں کینی ظہور
شہ دیان تیں کری کر علما وا پندا | وہی دہول سنج میانے غمکا ندا
لوہی دہاتے نقل کر مستفید | مقرر سو دیس کا کرو عید
کہیں کہیں چراغا جلانے لگے | شب و روز کہنچرا کھلانے لگے
کہ تا ریزہ تربت بنانے لگے | حینا بدل دھن لٹانے لگے
کہ ہر شب اپے روضہ خوانے کریں | سہیلیاں اپنی لے سات علا وہ پہریں
کہ بعد از شہ دیان کہ سوا بیعت حضور | کریں ہادی ہو مرثیہ کا ظہور
پرپن ذکر ذاکر ہو کر جب امام | ردا دیان ہو تب بچر بولیں تمام
دہانتی سو عباد و شہ نامدار | اٹھی پول رد رد ٹیکر تزار تزار
ہمارا عزیزان سنو درد دو دک | ہوا کہوں سو کار یو ہیں جہو کھو کر
بنا مرثیہ کا سنو اہی عزیز | کتنا ہوں سو سب کہول کر با تمیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفر نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

کھڑے کر کو جا معرکہ میں ترنگ
اٹھی اسو ضبع بول کر بیدرنگ
اری کافران عادیان پیچ پاہ
بیکی آدنا پہور دانول میا
بنی تیں کرون مار تیلا اتال
اڑموتی کو کر کر کرو مثلی تہال
یو سنکر سہراب زنگی پلید
غضب سات آکر نبز دو لید
کہا آج مج شام کی شہر میں
نئی ھیں یرا پہلوان دھر میں
میرا تیس پر پانچ گز قد اھی
یری عادیان منج انکی رواھی

....

یو پوچھورے تیرا نام کیا ھی سو بول
کی پی نام کی چنگی کرتا کلول

جنگ نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی سکا مقابلہ

طالب علی محمد حنیفہ سے اجازت لیکر میدان میں آئے اور یوں مبارز طلب ہوئے۔

کہایون یزید بان پو نعرہ بلین
جہنم میں اے قوم آتش قرن
چلے آؤ میری اوپر تیس بتیس
کہرک تل اوتارون ہر اتنک کا سیس
اتہا ایک یذیران میں زنگی کتا
خمر بتین ہار اگو دہنگی کتا
اتہا قد اونچا زنگی تیس گز
اپر پانچہ گز مل کہ پنچہ تیس گز
تڑا اوچہ لشکر میں زنگی کتے
او سے ناؤن سہراب زنگی کتے

....

سو در حال زنگی نی وہیں جلد ہوا
سو طالب علی کا مقابل ہوا
کہا یوں اے نادات حیوان خام
تیری ہور تیری بابکا کیا ہے نام

ظفرنامہ

تب ہنس کر کہی ای لعین فہم تین
کتا ہوں سوسن دور کر وہم تین
کہ شیران کتی مجکوں طالب علی
میرا باپ ازل تہی ربکا ولی
یو ملعون وکیا پوچتا داستان
اتا چیرتا ہوں تجی راستان
یو سن بات سہراب زنگی لعین
غضب سات شمشیر والیا سنگین
کہ یون جلد اسکا سو کر ضرب رد
تب ایسا ستی حیدری ضرب فرد
سپر اس لعین کا اتہ کر تہ تنگ
کہ گردن پڑی دہرت پر بید رنگ
و سہراب زنگی سو ہو پانول اتار
لکیا عجز کرنی کی تیں بیشمار
تب اس وقت شہزادہ دیتی امان
وہ دوجا مشکا کر فرس بیگمیان
پچہرا سپر دلی شرم پہر آئی کر
کہ واران لکیا مارنی سر بسر
یک ایسا پہرا ضرب سر میں دئی
اسی اسکی کپہوری تی تل دو گئی

جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کہری دیکتے
مسلمان کا نر جیتی نہی وستے
کہے سن ای زنگی کہوں تج کتیں
میں طالب علی ولد مولا ہوں میں
دیکہ وار زنگی کہ دہشکی کیا
سوا او وار غازی سر پر لیا
پکڑ ہات یکہ داران حد کیا
یو سہراب کو دا ران رد کیا
نزان ہات دونوں میں ہونے لگی
لگے وہات کون بہانن ہونے لگی
کہڑک کون کہدک لک کہپاری ہٹے
کہپاری سون ماتن آری ہوے
سو طالب علی ہات کر یاد او
اسس شور نے اوسکون سکلاہی سو
زنگی پر سوا وہات حیدر کیا
وسے ہور ملا اسکی تکبیر کیا
رکہیا مار زنگی کون دو دہد کیا
یزیدیان سکے لشکر میں تہر کیا دیا

ظفر نامہ

کہ جتنا لنبا تہا سو آتنا بطول
دو حصہ دہو کر پڑیا ہمین تتول
جب اس وضع سہراب زنگی ہوا
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک و سوغان ترک امداد کو آتے ہیں۔

کتا ہوں سنو کہوں نقل عجب
کئی فتح سو تیر ہای و جب
دو کیون فتح کیتین ہیں سو بو لتاؤن
چہپا راز اظہار کر کہو لتاؤن
کتی ہیں کہ یکروز طوغان ترک
کہ عثمان ترک ہور سوغان ترک
یو تینو برادر سو اپنی سرا
کہ تبریز ہیں بیت مجلس بہرا
ہو غمناک تب یون لگی بولنی
چہپا مدعا اپنا کہول نی
اہی یاران کہ لی دن بی حسنین کا
نہ آیا خبر شاہ کی دو نین کا
خدا جانے انکا سو کیا حال ہے
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال ہے

جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے اعظم اور ارقش دو بھائی تھے وہ محمد حنیف کی امداد کو آئے اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھکر ارقش طوغان ترک کو جا کر اس حال سے آگاہ کرتا ہے۔

چلیا وہنچہ ارقش نی طوغان کرن
او طوغان کون ہور سوغان کرن
ہوا جا کہ حاضر و طوغان کنے
لگیا حال یکدھرتی سب بولنے

یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان اس امر کا شروع ہوا ہے۔

"طوغان اور سوغان مدد کو آئے"

بڑان زور دیکر او تھی کو پیچکہ
چلے آئی طوغان سوغان کر
فاما یزیدان اپس ہیں اپس
شتابان بہائی سو جاکہ سہ پڑ کہے

ظفر نامہ

مجالس پی یون یول روّنے لگی
یو تینو تک انجوان تی دھونی لگی
قضارا سو تب ایک قاصد شتاب
محمد حنیفہ کا لا کر جواب
کہ غوغاں ترک ہا تنہیں آ دیا
لی دو نامہ تب کہو لکر دیکھا
تو تسمیں سر اسر ہے حسنین کا
حقیقت علی کی سو دو تنیں کا
و نامہ سرا پا سو پڑ کر تمام
یو کر ملکو غم پا سپکل خاص و عام

حارث بن ابراہیم اشتر کے جنگ کا ذکر ملاحظہ ہو۔

یو جنگ حارث اشتر سی نو خیز کا
کتا ہون سنو ایسی خون ریز کا
کہتی ہیں کہ ابراہیم اشتر کی مین
تہا چودہ برس کا نہنک پوت دین

جنگ نامہ

حارث بن ابراہیم اشتر کا جنگ

اتہا ایکہ اشتر کون فرزند نیکہ
او چودہ برس عمر دلبند نیکہ
اسے ناؤن حارث اتہا کر کہتے
جو ادحارث ابن اشتر کہتے

ظفرنامه

و پولاد همراه لی چالیس کپوت
نواسی سپکل عادی جون نسل بهوت
سب آئی هیں پولاد میں غرق هو
چلی آئی جینی ستی فرق هو
سریان پاکهران باندهکهوریویان کی تین
جہلم توب بند کر کنکیان سر پو دین
غرورے منم سات تو آئی چل
ولی دیک یو ضو هو هی چل بچل

....

منجی ایک فرزند شمشاد تھی
میرے عادیان هیں وآزاد تھی
اس بهیجتا هون کہ لمحه منی
تسی بند کو اپ لائی تیوں جا لنے
یوں اسو ضع تی بول شمشاد تین
پولا کر کہا تسکو پولاد وین
بکی جا یو کو دک پکر لیا کپوت
تون تس حق اپر جون اچھی نسل بهوت
کہ بعد از سو شمشاد مغرور نی
انگی آئیکر پیر فی رن سو رتی

جنگ نامه

سن ای بات مروان فولاد کون
لیا جاے فولاد میدان تون
کہا وردکاں پهیر کی لو وان سون
هر یک یک کا لیان تھی جان تون
میرا دیکه لائق تون چهوری او پو
تو سو عاین منه لهجه تا سے مکو
منگاتا هون میں بهیج فرزند کون
پکر اسکون جلتا چه کس فند سون
اتها پهلوان کس قوی یاد کو
بکاریا اوسے فرزند شمشاد کو
سو درحال شمشاد جا باپ کن
کها باپ جا اس بهجی کون نزن
سو درحال شمشاد میدان منی
کیا وار حارث پو شیطان نے
جو او وار حارث نی رد کو اسی
کیا وار حارث نی بد کر اسے
ایسے وار میں قتل شمشاد کون
مستلیا مار دوزخ میں دنیا میں سون
موا دیکه شمشاد اس حال سون
نه طاقت رهیا دیکه سو سال کون

ظفر نامہ

جلد دالیا تیغ کر دست دراز
توکیا کرسکی شیر کہ تین کر انہ
وھاں حارث اشتر سو کر ضرب دو
تب ایسا ستیا حیدری ضرب فرد
اسی اسکے گہوری تی مثل غبار
کیا جلد فی الفور یک وار مار

....

دوال کمر حارث اشتر کا دین
دغا تی پکڑ کر لیا جب لعین
کہ تب حارث اشتر سو ہیکیج کر
اپی اسکے پکڑیا دوال کمر
دو دہرتی لگیا زور جب زور یون
کہ تب شیر نر کرکو پر زور دون
پھر سی یو فرہاد تین زین تی
معلق اچالیکو مرد جتی

....

یو بد حال فرہاد کا دیک کر
دتار خشن آکر دہ یچور خر
لیکا یک ہوا حارث اشتر اپر
ولملعون مرتد ستیا یک کر

جنگ نامہ

سو سر سالی ور حال حارث اپر
کیا وار حارث پو نیزا پکر
جو حارث نی نیزا پکو کہنچ کر
کیا وار نیزا یکو اس اوپر
رکھیا مار سینی کی پیلا دکر
دیا بہیج سو سال شمشاد کر

....

وفرہاد حارث کے نزدیک آ
یکا یک کمر بند میں ہات بہا
جو حارث نے دیکھا کیا دس سو
پہی کمر اس لیا پکڑ او ....
بزان زور دو نو ہو نی لگیا
سو دو نو منے زور ہونی لگیا
او فرہاد نی زور کرنی لگیا
کیا زور منے بن نہ حارت دکیا
جو یک زور حارث نے حملا کیا
سو فرہاد کون کہیچ دو زانو لیا
اناق اوچا کر لیا سر اوپر
بچھاڑیا زمیں پر پھرا سر بسر

....

ظفر نامہ

یونو خیزد ضرب رد کر کو دیک
اپی بی ستیا حیدری ضرب ییک

....

دیکھت یو تماشا سکل قدسیاں
کہ صد آفریں بولی براے جو ان
یو ہوئی تیغ بازی سو اس حد تلک
کہ خورشید آیا بہ قطب فلک

محمد حنیفہ کے غائب ہونے کے بیان میں کہتا ہے۔

جنگل کہات سب لہو ستی بہر گیا
اچنبا عجب کام شہ کر گیا
جو ارج کہ جب لہو کے ندی چلی
کہ پاتال لگ تسو دہرتے ہلے
لہو میں سو کہورا لگیا تیر نے
چلی کر فرتا اچا سیر نے
یکایک تو اسمان پر سے صدا
دیا غیب ستی سو ہاتف ندا

جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ لڑنے آتے ہیں۔

کیا وار حارث پو ترتا ترت
سو اس وار کون ٹیکہ تا لیا بہوت
کیا وار حارث نے دیجور پر
سو دیجور نے ہات تا لیا مکر
تیران وار پر وار ہونی لگے
یکس یک کہ کلہاری ہونی لگی

....

ادھا رث کون لشکر جتنا سب سکل
کہی مرحبا ای سپاہی اول

لگیا لہو میں تیر نی تر تک سوار ل
او شہید کیہ حیف شاہ دا سوار ل
پہر اسکی اپے سخن جل تھل جو ہو
اکہ سخن علی تھل جو بی داد ہو
تر تک اس بہتے لہو میں پہو پہو کہس
لگیا کرنی بندی خدا ہنس نہیں
لگے کاٹنے سخن بندی خدا
کہ از غیب میتوں شاہ کون آیا ندا

ظفر نامہ

ای میری محمد حنیفہ دلیر
تیا کاٹت ہنوز تنکر ہوی نہیں ہیں سیر
میری آخیر یدہ یو ہیں کر سکل
تمن کاٹت کیتی ہیں یوں رن کندل
یو کر آفریدہ تیری وستے
تو یون بیچکر کاٹ کر کہودتے
محمد حنیفہ یو سنکر صدا
دہیں ہو کو تازہی اپرتے جدا
کہ ترس خدا دیں اپن منہیں لا
یو دیبان ستی ہو ٹیکر دود لا

....

علی اکبر انپری جب آغاز کن
یکایک سنی غیب تے یو سخن
محمد حنیفہ تے نہ ہمنا ہی کام
تمن جاکو پہریان تے اپنی مقام

جنگ نامہ

کہ بندی تیری ہیں یا بندی میری
سمجھ سچ تون تیری ہیں بندی میری
مگر کیا اوتن کا توڑ کرتار ہے
انو کون تون پیدا کرنہار ہے
مگر تون انن کا خدا ذوالجلال
کہ اس دہات مارن تجھی کیا مجال
پیا یون نداشاہ کی کوشش بجا
کھرا کر شہنشاہ ترنکہ ہان بہا
سنیا جون نداشانی اسمان کا
مہربان خداوند رحمان کا

....

علی اکبر اس غازی کن آی کر
کئے قصد اپی بہی کہ جانی بہتر
علی اکبر شاہ نے آواز یہی
ہوا غیب کا انکون آوازیہی
کہی پہر علی اکبر اندر بہتی
خبر یوں زین العابدین کو لی
محمد حنیف سون منجی کام ہے
منجے کام اس سو تجہ صبح شام ہے

جنگ نامہ اور ظفر نامہ قطب شاہی دور کے رزمیہ مثنویاں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی رزمیہ مثنوی خاورنامہ ہے اس کے ساتھ بھی مقابلہ نامناسب نہیں ہے خصوصاً جبکہ بعض حالات قریب قریب یکساں ہو جاتے ہیں۔

خاورنامہ

مقابلہ علی وطہماسپ

ادیوں بولکر قصد جولان کیا
کمان زہ کیا سور میدان لیا
کسی تیر باران دونو ملکر سخت
ھوا کالا خورشید کا روی بخت
بہت تیر ستی انو بر سپر
توں بولیکا سپر انکووان آہی پر
خالی کتی ترکش زتیر جاں تنک
نیزی لیکر او کھولی بازو جنگ
کئی نیزی لیکر او چیدان ستیز
موہی تیری ہا نمیں نہ بیر نہ بر
دہاتھی انو لتی کو پال و گرز
دکھا ہی مردی اپنی بیادہ ہی زر
موہی کو تنی تہی نرم پالہا
سنگین کسی حصت میں کو پاپہا

ظفرنامہ

مقابلہ عقیل علی و قیصر قیصران

کہ قلعجلہ ہشتاد تن مومنان
شہیدان کیا قیصر قیصران
عقیل علی دیک طاقت نہ لا
دتا رخش کا فر پو قہچی چلا

....

عقیل علی تب لموا کاریلی
معلق ھوا کی اپر دال دی
دیکر اسے اپنی انکھی کھینچ کر
ہو صند سو خنجر ہو کر شیر نر
یوں اسد ہات ماری سینہ کی بہر
جھلکی کی تیوں انی پیٹ پر
کہ تب قیصر قیصران مست منم
موا شیر کی ہات تی غنم

خاورنامہ

لیا تیغ طہماسپ کرنی کون جنگ
کیا سشیر سون بہوت کوشش پلنگ
عجب کتی دیکہ حیدر نامدار
اچاتی اپنی سر کی اپر ذوالفقار
کری ایک اس تیغ کون مایہ دار
تون بولیکا خورشید کون سایہ دار
مو ادر تہی طہماسپ کا مکہ جون ہزر
لیا یا مکہ اپر ادپی زرین سپر
ماری سر اپر تیغ اتعن گذار
سپر سر اپر اس سوا جون خیار
جو اس شیر کی تیغ کاتی سپر
چرایا یہی طہماسپ بدخواہ سر
کہوریکی عنیں کون پہرا یا او تیز
چلیا تازہی کون لیکر راہ گریز

ظفر نامہ

مقابلہ علی اکبر و زنگی

سپر گرز کا تب اٹہایون طراف
سنے تیو د وصف کہ خلایق براق
ولے گرز سنگیں دہبک کہ تلے
یو شہزادہ کہ بار بند بند ہلی
ولیکن شجاعت میں کچ شک نہ تہا
وکہل کے تہی یو شیر بیشک اتہا
قضارا دویم ضرب الغا لعین
منکیا سٹتے شہ پر یا کبر دکیں
علی اکبر اسوقت لے نام رب
لیکر گرز تین کار ہتن لئے تب
پہرا کر پہرا کر سو تس سس پہ
ملک تیون سو ماری وابلیس پر
و شیطان سپچ لاک حیلہ سنگات
یو کر گرز دو آپنی دہال سات
نکال کر منکیا تیغ سٹتے بدل
اسے پے لیکر کار بو شد نول
اسے تیغ تیں کر کو سید اعلم
کتے چار تکر تس فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ ازخاورنامہ

لیا ہات اس وقت شمشیر شیر
بہت سر جو تن تہی انی لیا یا زبر
ہر یک حملہ میں ماریا دلدل سوار
وہاں تیں سو مرد بے نام دار
انی کنز لی ہات شمشیر نبرد
کو تیا بہوت اسپتار سر اہی مرد
چلی سکلی یاران حیدر زجائے
پاری مار لشکر کون سکل زپائے
دو لشکا کا لشکروان ایا بہم
ھوا سب بہرپا نالۂ ریز و بم

ظفرنامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید
نکالو اتا بہار لشکر شدید
اسے حکم ہیں چاردہ لک سوار
ملا انہین کنجر ہتی کے ہزار
سکل تین ملا چاردہ فوج کر
پس و پیش وین بحر کا موج کر
چلا لوت کہ بہار مروان لعین
کہرا ہیر رہیا جا کو تب تردہین
یو یزیدیان چاردہ فوج ہو
کہری باند صف بحر کہ موج ہو
دامی بجا لتے سالم سپاہ
نشانان کہری کہول کر رو سیاہ
دک ایسا ہنگامہ تو یو شیر نر
ترنگر تین دٹا آکو میدان پر
محمد حنیفہ سلے صف صفدری
نشانان کہری کہول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لکیا
کہ جون چک یو بادل کرجنی لکیا
یو سنکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لکیا چہور چکر لکا عشق

جنگ مغلوبہ از خاورنامہ

الٰہی کہ گرد مردان جو کیتی شتاب
ہوا کالا استیاہ رکون آفتاب
ہوا وان جبکا چاک تیغ و تبر
جو نیں ہوش رہی کا نیں یکدگر
نیزی کیاں سنیان کیان خون نچاک
زرہ تن پہ مردان سب چاک چاک
نیزی کیان سنان سینہ چہ تہان
پہانڈیاں کیان خان پی کلو کسر تہان
کہویاں دان سینان پی بند زرہ
وان پیکان کہولیان پی بند گرہ
تہاہو بہتا بہتا تہا زمیں کے اپر
سوار انکی پانو تہاری نیں ٹیک دکر
یہی یکطرف تہی لشکر خاوران
برستی تہی شمشیر و گرز گران
یہی یکطرف تہی کوئی خبردار نہیں
کہ لشکر کئی جہکرا کرنے وہیں
تہی وضع سو تا تہا تا شاہ زنگ
زمیں کیتا رومیان کی لشکر پر تنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگون
وہاں دان اجنت جا کرد موج خون

ظفرنامہ جنگ مغلوبہ

جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت ستے دو فوج سب سین ہوا

....

یکیلا میں ان سے جتے لرتا ہون جا
یو بکریان پو ہوشیار پرتا ہون جا
تمہیں ذرہ اپ تمہارے ستے نا ہلو
کرون جب اشارت تو تب آ ہلو

....

ترنگ تیں اسکر کرم کا دہی میں لیا
سکل تیں سو این بانوی وادی میں کیا
کہ مغرب میں کہ فوج مشرق منی
ستمبں مارتے تورتے لیا اسنے
جنوب میں کا فوج ست در شمال
اشارت کئے ہاتہ میں جب اجال
دیکت دو اشارت سکل نیں سنبہال
فرنگ کہچ کرہور ترنگ تیں اچہال
صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار
سجتے پر کو پرچا ردہ لک سوار
محبان لکی سب تو یون مارنے
کہ دعوی حسنین نیں سارنے

ظفر نامہ	خاور نامہ
زراں کا تو سنگر بلند ہاتی ہو	فلک کا دامن سب شفق خون کیا
لرزنے لگے بحر و بر چار سو	زمیں کی تلیں جوں فریدوں کیا
کہ چوندہر یوں غل اتھا مار مار	
پکر سو زنا سوت کا تھا ہنکار	

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پرگو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جا سکتی ہے کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مرثیوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر پھر بھی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے مذہبی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہ نامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہ نامہ تو کجا میرے رائے میں یہ خاور نامہ کے مقابل بھی نہیں پہونچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور بیوک سے اس کا پایہ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں ممکن ہے انجمن ترقی اُردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔

محی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اور نٹیل) ورق (۱۳) سطر (۱۳) سائز ۸ × ۵ خط نسخ تاریخ کتابت ۱۴ محرم ۱۲۷۴ھ

انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۱۳۷/۵) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نسخ۔

برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ نہیں ہے انڈیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک نظم کہی گئی ہے جس کا مصنف افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۲ پر ہوئی ہے"

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر۔ اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکھنی افضل یعنی شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکھنی افضل محی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور قطب شاہی عہد کے بعد بھی موجود تھا۔ میراں شاہ صدر کا مرید اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مثنوی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھی گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ بغیر کسی مدح و منقبت کے مثنوی شروع ہوئی ہے۔

ہتیں قطب عالم محی الدین قدیر | دو جگ ہیں تیرے ہاں تون دستگیر
نہیں چاند تجہ نور دو جگ منہی | تون سلطان روشن اور پیے کنے
محمد کے اولاد ہیں تون رتن | علی فاطمہ کے تون دلکا چمن
پیارا حسن کا تون دل بندھی | حسن بن مثنی کا فرزند ہے
حسینے اماموں ہیں تو ہے امام | ولیان ہیں تو سرور سچا نیکنام

اپنے مرشد کی مدح

میران شاہ معروف او دستگیر | کئی دل میرا پاک روشن ضمیر
ہے افضل خلیفہ معروف شاہ | لیوین ناؤن اس کا تو جائے گناہ
میران شاہ معروف اکمل ولی | سو جدا انکے عبدالقادر ولی
میران شاہ معروف مقبول ہے | محی الدین کے باغ کا پہول ہے
محی الدین دریا او موتی ہے جان | سچے شاہ معروف میران سو جان
محی الدین کا لارلا جائی کا | او ثانی محی الدین ہو آئے کا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

تصدق کیا چہو او نر دوئی پہ | کیا ختم افضل ثنا سر بسر
اگر اس ثنا میں حکوئی شک لیائے | گناہ گار عاصی ہو دوزخ میں جائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تھا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی بہی صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر یو جمع راۃ عسام | کہ صلوٰۃ سلطان پہ سب بھیجو تمام
محمد کیا قسادری باختسم | بھیجو درود سلطان پہ دمبدم

نفس مضمون کے چند اشعار و۔

کہ ایک دیس چلے شاہ بغداد کن | چلے جا کئے بہار اپنا وطن
خبر ہوئی اوسی شہر میں ٹہار ٹہار | ایا قطب عالم ہوا یون ہنکار
کئے تاکید ہی شیخ ثنائی پیر | تکو شہر میں دیوانے فقیر
بلا بھیج لوگاں جمع سب کرے | کہ سلطان کیسا ہے دیکھیں سبے
چلے شیخ ثنا محی الدین کن | کھڑے آجماعت سوں سب ارجمن

یو عاجزی دیکھی سو غوث اعظم | شفقت منی ان پو کئی کرم
ایا حکم درگاہ تہوا سے میرے خاص | جو کچھ تجہ کون ہونا منگ میرے پاس
کہے شاہ مین عاشق ہوں تجہ ذات کا | سمجے کیا ہے پروا کسی بات کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مراثیٔ عہدِ قطب شاہی

دکھنی مرثیوں کا ایک مجموعہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں بیسوں شعراء کے مرثئے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صنف نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل کی وہ دکھنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو بات مرثیہ پن کی دکھنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکھنی مرثیوں کا خاص مقصد مجلس عزا کو رلانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز و گداز رنج و غم کے مضامین اس طرح بیان کرتے تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعراء تھے بلکہ اکثر و بیشتر دیگر شعراء بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح دکھنی شعراء نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعراء کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ سلطان قلی۔ وجہی[لہ]۔ غواصی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواصی۔ لطیف۔ شاہی افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثئے پائے گئے اس لیئے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے مثلاً غواصی اور لطیف ان کے مرثئے بلا کسی صراحت کے اور جنکا حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

لہ وجہی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتب حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

مرثیہ غواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے دس شعر ہیں۔

مرثیہ حضرت امام حسین

دستا نہیں کروں کیا او بیان کربلا کا
پہرتا ہوں زار ہوں میں حیران کربلا کا

آسمان تے خدایا جبرئیل اوتر کو آیا
روتا اوپتے لایا فرمان کربلا کا

کہر یا تا کربلا میں کر شکر ہر بلا میں
کیوں ہی کہ کربلا میں کہ سلطان کربلا کا

ہے دکھ ڑا یو سب تے نیں کس قرار نیتے
پکڑیا حسین جب تک میدان کربلا کا

دکھ سب ملک لئے ہیں ماتم زدے ہوتے ہیں
رو رو دریا کئے ہیں آسمان کربلا کا

چہدا سک سوں سوتا اس دکھ سوں عمر کھوتا
تاریاں سوں روز روتا فرمان کربلا کا

جلتا ہے سورج تی دنیا کھڑی ہے روتی
کان تے ہوا یو کوفی مہمان کربلا کا

منج سک نہیں ہے دکھ میں ہوں میں نڈہال چہمن
لاگیا ہے رات ہور دن منجہ دہیان کربلا کا

کرو رو رو کر پیارا منجہ ستا دکر لئے ہارا
سو ہے حسین پیارا شہ جان کربلا کا

غواصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کربلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الدین صاحب مرحوم کے کتب خانہ والی بیاض میں بھی موجود ہے نیز چند مرثئے مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو کے پاس بھی پائے جاتے ہیں۔

مرثیہ لطیف

غلام علیخاں لطیف کے چند مرثیے ان کی مثنوی ظفر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں[ل۵]۔

یو آہ و فغاں سنکر عباس علی | چلے سکر تے نیر نیں سبلے
کہے تب حسینا کہ اے میرے بھائی | کرینگی نہیں کرتے ہم تے جدائی

ل۵ مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں بھی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا اندراج غالباً نامناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد اشک سوں انکھیاں کو تر کرو | نکلیا ہے پھر یو ماہ محرم نظر کرو
نازل زمیں پو سر تے ہوا غم حسین کا | ماتم زدیاں کو ایک طرف سے خبر کرو
پھر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج | جیواں کوں عود ہور دلاں کوں اگر کرو
سلطان کربلا کی غریبی کوں یاد کر | ٹکڑے جگر کوں ہور دلاں کوں خنجر کرو
ہے درد اگر تمن کوں قیامت کی دھوپ کا | سایہ کوں اہل بیت کے سر کا چھتر کرو
جہاں لگ خوشی دنیا کی ہے سب ناخوشی ہے | ظہور آس ناخوشی تے باتاں میری سحن حذر کرو
شیر خدا کی بات میں پکڑ تگ خاک ہو | آسماں ہور زمیں کے اوپر فخر کرو
سینا رکے گھرنا کوں بقا نہیں فنا ہے یو | تکیہ تم اس گھراں پو نکو یوں بسر کرو
فاقت میں یو وجود ہے پتلا جو خاک کا | پیندا نہ اعتبار تم اس کے اوپر کرو
گر وینداری ہے تو دیو دین کوں رواج | یعنی بشر ہو خدمت خیر البشر کرو
ملکے ہے سرخ رو تمیں دو جہاں میں تو | امرت کنکوں ہور زباں کوں شکر کرو

میری فوج میانے کہ تم تھے نشان
علم سٹ چلے سوی اب کہکشاں

علمدار تم کے قیامت اپر
ہوی باتیں تحقیق مج خوب تر

علم تیں سو عباس دہرت اپر
کہ دین کر کو قایم اٹھی بول کر

نوٹ بقیہ صفحہ ۸۰

امت کی ننگی ہو نہ ملیو باندلیو پاپ
دوزخ میں سب ستم نہ اپس پر قدر کرو

خلق محمد کرم مرتضیٰ علی
انسان ہور حین یو اپنا سپر کرو

دل میں بقا کے گہر کا اگر ہے ہوس تمن
نیکی کے دام خرچ کر جنت میں گہر کرو

بیدرد ہے جکوئی نوشش اس تے خدا نہیں
مرد ہو کلمیں درد کے یکدم گذر کرو

ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا
بار انگلے نہ تیوں جتن اس دل بہتر کرو

نیکی نہ ہے جو کے سبار جو سب کوں عزیز اچھے
امرت کنکوں ہور زبان کون شکر کرو

بے دین ہو یزید کیا دین میں خلل
لعنت مدام اس کے اوپر سہیہ کرو

گر مست علی ہے بات میں ثابت قدم تمیں
آیات ہور حدیث ہور سیں اثر کرو

جکوئی تمنکون جیو دسے پیدا کیا اول
دگر چلو نپت نہ اپسکون نذر کرو

دولت اوپر ابد کی نظر ہے تو دل کوں آج
گنجینۂ محبت اثنا عشر کرو

سینے اوپر تیرے کار ستو بغض کا کلنگ
دل دل سے کو صاف دل کوں تم کا جندر کرو

اور نیز فلک کے بام اوپر اشتیاق تو
پیدا ہی کے سار سے دوست کے پر کرو

آل عبا کے غم سون جنم آج صرف کر
محشر کے دلیس ذوق خوشیانکین اثر کرو

غواص کے زمانہ اچھے لطیف توں
اے عارفان ہو جاؤ تمیں یو اچھر کرو

مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثئے اڈنبرا کی بیاض میں ہیں ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

حسین کا دلبر و دلدار قاسم | حسین کا مونس و غم خوار قاسم
کشیدہ رنج و غم بسیار قاسم | جہاں سوں دیدۂ خوں بار قاسم
گیا از بدعت کفار قاسم

زمیں اس غم سوں ہی در جوش افضل | فلک کردید نیلی پوش افضل
ملائک سب ہوئی بیہوش افضل | کنوں زیں داستان خاموش افضل
گیا از بدعت کفار قاسم

مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ اٹھ نمبر اکے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثئے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تانا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سخنی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثئے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہونچ گئے۔

قایم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"شاہ قلی خاں شاہی بھاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے طبع رسا اور فکر سخن اچھی رکھتے تھے۔ تانا شاہ کے ملازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں"

(صفحہ ۱۳ - مخطوطہ انڈیا آفس)

علی ابراہیم خاں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم شاہ عابد تیری زاری ہے
باپ کا مرنا دکھ کا بھرنا تس پہ یو بیماری ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سر پر داویلا دکھ بھاری ہے
درد مصیبت عابد تم پر آج کے دن بسیاری ہے

جبرئیل کہیں نبیا ؐ و مجہ کون نام ہے کیا اس وادی کا
سنا جب کربل یہی ہے مقتل حسین علی سے ہادی کا

کہا بہشت سیں پیام لیا یا عابد تیری دادی کا
کہیں کھڑی ہو پوت میرے تجہ پہ کیا سنگ سار ہی ہے

کلثوم زینب اور سکینہ بندی ہو تجہ بند دے سات
سر یزید کا نیزے اوپر کہاتے جاوین ہکی لات
کریں محل سنتے ایسی کہہ نا سکیں دل کی بات
چمکی بجلی گرجے بادل مینہ کے رات اندہاری ہے

ہندسے تپ اور تن برہنا سند ہون سندبسا کڑے ہیں
ننگے پاؤں با کر بیڑی طوق گلے میں جکڑے ہیں
بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی پکڑے ہیں
بہوکے پیاسے کئی کئی دن کے مدت بیداری ہے

....

وحدت بیعت اور ولایت یہ ہیں وصی کے رتبے سب
دوست دوست اور دشمن دشمن بوجھے ہوسے مومن سب
یا محمد محشر اندر شاہی جب تجہ بخشے رب
تب شفاعت کریو تجہ پر سب کے وہاں لاچاری ہے

مرثیہ کاظم

اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔
کاظم کے متعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثیئے خاص طور پر اس لیئے قابل لحاظ ہیں کہ ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن اُردو میں بھی کیا ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکاران دین کا چھت گراتا کہاں روا
سرور نبی کی آل کو یو دوکھ میں بناتا کہاں روا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رکھنا امام دین کے تیں جنگل منے بی آب و نان
طفلان کون اونکے بے گنہہ غم میں رولاتا کہاں روا

جنکو بٹھاتے تھے نبی دوش مبارک پر مدام
نیزہ پر اونکے سر کتئیں رکھ کر پھراتا کہاں روا

....

اے ظالمان دل خراب اے گمراہان ناصواب
اس طرح با قہر و عذاب شاہان پر آتا کہان روا

یہ رسم دامادی کہان یہ صورت شادی کہان
سہرا بند ہا کفنی گلے جلوہ دلاتا کہان روا

اے سید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب
شہر مدینہ چھوڑ کر جنگل بسانا کہاں روا
کاظم نہین تاب و توان یو غم کا سب کہنا بیان
شہ کے محبان کون رولانا دشمن ہنسانا کہاں روا

دیگر

کیون رن میں چلا ہے وہ عالی جناب آج
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج
طوفان نوح برسے یزیدان کے حال پہ
کرتے ہیں غم سون آل نبی آب آب آج

کاظم کیا ہے جنے ستم شاہ دین اوپر
لازم ہے اوس پہ لعنت حق بے حساب آج

دیگر

کیون یزیدان نے ستم پر سلطان کیا
اوس رخ پاک کے تین خون سیں گل افشان کیا
زینت جمعیت ایمان کون پریشان کیا
دین کون ہات سیں دے کفر پہ طغیان کیا

دیگر

تم اپنے دلبران کی خبر لو علی ولی
بے تاج سروران کی خبر لو علی ولی
نیزون اوپہ سران کی خبر لو علی ولی
ظلم و ستم گران کی خبر لو علی ولی

آرام دل سکینہ بے تاب کون ہئین
انکھیاں ہیں اوس کے راہ دیکھو خواب کیوں ہئین

کہیں انتہا یو درد کے اسباب کون ہئین
غم ہاے بے کران کی خبر لو علی ولی

جن کو سوتے لاگودیاں رکھتے تہے دوش پہ
دریاے خون سیں چلا اون کے جوش کر

کیا صبر کر رہے ہیں وو لب کون خموش کر
اوس ناز پروران کی خبر لو علی ولی

ہے سر پہ اون کے تیغ کوہستان کے روش
دل خون ہوا ہی غم سوں بدخشان کے روش

برسے انجھو نمیں سیں نیسان کے روش
اوس پاک جوہران کی خبر لو علی ولی

گلزار احمدی پہ چلی صرصر خزان
کانٹوں پہ سوگوار ہو بیٹھے ہیں بلبلان

ہر سرو راستی پہ کریں نوحہ قریان
بیدل صنوبران کی خبر لو علی ولی

مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔
اس تخلص کے دکن میں دو شخص گذرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں ہم کو قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔

مرزا کے متعلق اسپرنگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔
"مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب ان کے آقا قید کر دیئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔" (بحوالہ تذکرہ قایم) ۶۶۸

ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی کوئی مثنوی یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہو سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ اڈنبرا میں ان کے متعدد مرثیے ہیں۔ اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثیے کہے ہیں اور اکثر طویل مرثیے ہیں۔ مثلاً قصہ امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۱۷۸) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶) قصہ حرؑ کے (۷۶۱) شعر۔ ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ حسینؑ والے مرثیے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال:۔

کہوں دکھ درد اصغر کا اور نور چشم سرور کا
سنو غازی کے جوہر کا کرو زاری مسلمانان

عزیزان دل ہوا پر خون ہو سن اصغر کے ماتم کون
کئے معصوم شہادت سوں کرو زاری مسلمانان

حسین اصغر کوں منگائے ان کے تیر تو بسلائے
بزان لشکر کیئے لائے کرو زاری مسلمانان

جتیاں پر ہانک تب مارے کہے لے سکینہ دلان سار
براگی ہیں نہ تم ہارے کرو زاری مسلمانان

رات کا سماں :-

محنت قتل کی رات ہے حرم پر گھات ہے
دل چور اس غم سات ہے تیرے فراقو یاحسین

یو رات جگ غمناک ہے عالم پو سب دنیاک ہے
پرخون جگردل چاک ہے تیرے فراقون یاحسین

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد :-

سشہ پر یوں جس دن گھرا ماتم رہیا جگ میں یو سوز
تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہور جمعہ روز

سشہ کنے چالیس پیادے تیس ہور دو تھے سوار
ظالماں کے دل منے تب تھے سواران بیس ہزار

ایک دوسرا مرثیہ :-

ہی نہ تھا لیا سس نیلا ہے سب محبان کے تن میں غم تھیں
سیاہ پھیرا ہے پتلیوں منے ازل سوں جگ کے نیں میں غم تھیں

ہنوز زاری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سوں بیشک
بسان ندیاں ہو لو ہو کی بہتیں اگرچہ سب کے بدن میں غم تھیں

ملا تھا بلبل سوں میں سحر گہ سنا ہوں احوال گلستان کا
نہیں ہے کوئی بغیر نرگس نسلے ہی گران چمن میں غم تھیں

خطا کا احوال مشک کہتا ہی جب سوں پہونچی ہی یہ خبر وہاں
ہوا ہی سودا سوں جل کے کالا لو ہو غزال فتن میں غم تھیں

حسن کا احوال عشق کنیں خدا نہ دکھلائے اس دنوں میں
نین ڈوبے ہیں لو ہو میں رو رو زلف پڑی ہے شکن میں غم تھیں

یہ مرثیہ بوتراب سے نے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں
کہ روح قادر کی زار رووے پڑے جو عرزا دکن میں غم تھیں

(راڈنبرا)

شہادت امام حسین کا ذکر:-

زخم تن اوپر جب لگے بے حساب
پڑے سر در اس رن میں جون آفتاب

اٹھیا شور ہر شے سوں اس وقت پر
گیا ہانک یو عرش کے تخت پر

دہواں آہ کا اس گگن لگ گیا
سورج غم سوں شعلہ ہو سب جل گیا

نہ کلثوم زینب کوں طاقت رہیا
نہ کچھ شہر بانو کوں راحت رہیا

جتی اہل معصوم ہور ہے یتیم
کہریا سب اوپر یو جفا ہور عظیم

بعد از او عمر سعد سران رن تے لیا ہے
سب سر و سوار انکی حوالے سو کیا ہے

تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کون
بدبخت یزید پاس سکنے ظلم و جفا سوں

یوں سب و سران ہور حرم سات لیا سے
منزل او مقاماں کتے اس رہ میں کیا ہے

جس ٹہار مقام اس حبتی لشکر سون ہوا ہے　　　یک نور عظمت سر پر در سوں ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس وجان اوپر

خبر یو سنکو پانی نے آپ سیں پیچ کہا یا ہے

شہیدان کا لو لہوین پر پریا جب کربلا میا نے

فلک تعظیم سون اسکوں شفق کرنے اچا یا ہے

ہوا تن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا

گگن سر کاٹ سو رجکا شفق کے لہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر :—

دیکہو چاند غم کا بہی آیا خدایا　　　خلائق کون پہر کر رولا یا خدایا

محرم کے مہینے میں ظالم نے کیا　　　عزا کا بچہونا بچہایا خدایا

سب عالم کون مرزا نے رو رو کے غم سون

قضا جور کا بہر سونا یا خدایا

دیگر

انبیا کے دلبر حسینا نبی کے پیارے حسینا　　　اولیا کے سرور حسینا نبی کے پیارے حسینا

نس دن غم سون رونا مرزا انجہوان سیں کہنہ ہونا مرا　　　سکہہ سون ہرگز نہ سو مرزا ہاں نبی کے پیارے حسینا

دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع | الوداع ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع
شاہ دوعالم ہوئے مظلوم حیران الوداع | یون چلے دنیائی فانی سون عزیزان الوداع

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار
دل اوپر مرزا کوں ہوتے ہیں پو داغان الوداع

مرزا کے سلام کا نمونہ :-

اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک | ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک
مومن کے من تمام شاہ پہ بھیجو سلام | صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

اے شہ دین شبیر نزد ہر تون کرم کے نظر
لطف سون مرزا اوپر شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۴۳) مرثئے ہیں جن میں بعض کافی طویل ہیں۔

عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس خاندان کے حسب ذیل افراد یکے بعد دیگرے مسند حکمرانی پر جلوس فرما ہوئے۔

(۱) یوسف عادل شاہ	۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ
(۲) اسمٰعیل عادل شاہ	۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ
(۳) ملو عادل شاہ	۹۴۱ھ تا ۹۴۱ھ
(۴) ابراہیم عادل شاہ اول	۹۴۱ھ تا ۹۶۵ھ
(۵) علی عادل شاہ اول	۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ
(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی	۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ
(۷) محمد عادل شاہ	۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۷ھ
(۸) علی عادل شاہ ثانی	۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ
(۹) سکندر عادل شاہ	۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار تھا یا دشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی جو کچھ کم دو سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔

یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فن موسیقی سے واقف علماء و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔

اور دور سے علماء و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں فی البدیہہ نظمیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شیعیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اُردو کی ترقی پر ایک حد تک بڑا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے اُردو کی ترقی کا اندازہ لگا سکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اُردو بولی جاتی تھی چنانچہ تواریخ سے بعض تاریخی شعر اور قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ چلتا ہے جن کی طرف [۵۱] چار کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔

یوسف عادل شاہ نے ۹۱۶ھ میں وفات پائی اس کا فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت و تاج کا مالک بنا۔

یہ بھی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علماء و فضلا کی صحبت کا شایق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود بھی شاعر تھا وفائی تخلص کرتا تھا۔ مورخین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجاپور کا مشہور مؤرخ فرشتہ لکھتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ حلیم و کریم و سخی بود۔ ہرگز فحش بر زبان جاری نساختے و پیوستہ با علماء و فضلاء و شعراء صحبت داشتے و مراعات ایشاں واجب شناختے۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت پیدا فراشتے وفائی تخلص نمودے ہیچ یک از سلاطین دکن بمتانت و لطافت او سخن نگفتہ"

اسی طرح مؤلف بساتین السلاطین [۵۲] کہتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و شجاعت کہ لازم

---

[۵۱] یعنی خوش نامہ۔ خوش نغز۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرغوب۔

[۵۲] اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ (جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد وغیرہ میں موجود ہیں) لندن میں مخطوطات

ملزوم ہلم اند نظیر نداشت۔ و درفن موسیقی موشگافی بسرود ہندی
کمتر دل دادے۔ و ترکی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را
بدون ضرورت بہ زبان ہندی آشنائی ساختے"

(ص ۱۶ ل) برٹش میوزیم

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا اسمٰعیل کو بھی اردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ۔ یہی موجود ہیں برٹش میوزیم میں سنہ ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۶۲۶۹ اڈیشنل بقول "ریو" مصنف کیٹلاگ اس کا مصنف غلام مرتضیٰ المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایتھے نے اپنی کیٹلاگ میں (انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات) ابراہیم زبیری کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخرالذکر بیان ہی صحیح تر ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہندو شاہ استرآبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (سنہ ۱۰۱۵ھ) مرتب ہوئی اس کا نام "نورس نامہ" (جو اب تاریخ فرشتہ سے موسوم ہے) تھا۔ اس کے بعد ملا ظہور ولد ملا ظہوری نے محمد عادل شاہ کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں سید نور اللہ ولد قاضی سید علی محمد نے نثر فارسی میں ایک تاریخ (جو "تاریخ عادل شاہیہ کے" نام سے مشہور ہے) ترتیب دی اور نیز ملک الشعرا میاں نصرتی نے فتوحات علی عادل شاہ کو بزبان دکھنی نظم کرکے علی نامہ سے موسوم کیا۔ اس کے بعد فضیلت مآب شیخ ابوالحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بندر چھول نے شرح و بسط کے ساتھ سکندر عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو "طبقہ عادل شاہیہ" سے موسوم ہے اور ابوالحسن کی تاریخ "محمد نامہ" سے ماخوذ تھی۔ جس کے پراگندہ کاغذات سے مولف ہذا (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

چچی کے گود میں ہوئی تھی جو خود ایک ایرانی خاتون تھی اس وجہ سے بھی اسمٰعیل کو فارسی سے زیادہ محبت تھی۔ زبان ہندی سے رغبت نہ ہونے کی وجہ خود بادشاہ کی زبانی سنو:۔

"چونکہ پدرم بقارفت رتق و فتق مہمات من بدست محمد آقائے ذوالقدر بود کہ زبان ہندی را نیکو میدانست انچہ ہندی می شنود و بلفظ ترکی بمن مے گفت بدیں سبب طبع مرا بصحبت اہل ہند رغبتے نیست۔"

(ص ۴۹ فتوحات عادل شاہی[۵۱])

غرض کہ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

---

[۵۱] اس کتاب کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں (۲۷۲۵۱) پر موجود ہے اس کا مصنف فزونی استرآبادی ہے ۱۰۵۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اور ۱۰۵۶ھ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ والا جاہ نواب ارکاٹ کے کتب خانہ کا ہے۔

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔

"گرچند قرطاس پارچہائے مسودات نگاشتہ شیخ ابوالحسن بدست ایں ضعیف افتادہ بود متفرقہ منتشرہ غیر مربوط .... دریں ایام بعضی از دوستاں باعث شدند ہر انیکہ رغبت خاطر عزیز رفعت پناہ .... قدردان اہل علم و ہنر ضابطہ ممالک ریسیڈنٹ کراٹ صاحب بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال سلاطین بیجاپور بیش از بیش است آں مسودات متفرقہ را فراہم آوردہ باہم ربط دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شد۔"

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد ابراہیم عادل اول بیجاپور کی حکومت پر حکمراں ہوا یہ ارباب کمال کا قدر دان اور علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ امین الملک۔ خواجہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیروانی وغیرہم مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شعیت کو ترک کرکے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہوگیا۔ اس کے بجائے دکھنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آگیا۔ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوگئیں کہ اس کے جانشین علی کے انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فارسی کا رواج نہ ہوسکا۔ مگر یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ برہان الدین جانم کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی منفعت الایمان۔ وغیرہ یہ سب انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۵۷ھ میں علی عادل شاہ اول بیجاپور میں حکمراں ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سرپرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدث و مجدول و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے۔ شعیہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما دربار میں باریاب تھے۔

ملا فتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ہادی عشر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں زرِ کثیر دیکر طلب کیا۔ سلطان کا وزیر افضل خاں شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونوں کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے محمد علی استاد کارہ سید مصطفیٰ خاں۔ شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو۔ مرتضیٰ خاں انجو۔ میر شمس الدین محمد صدر جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے درباری علما تھے۔ ملا محمد رضا مشہدی رضائی درباری شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک دفعہ حکیم علی گیلانی اور دوسری دفعہ عین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں سفیر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدر دانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکمان ہند لکھتا ہے :-

"مردم خوب در درگاہش جمع شدند در اندک فرصتے از ایران و توران وسائر

اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آوردند پس بیجاپور رشک ربع مسکون گردید[1]"

اس کے زمانہ میں اردو کی زیادہ ترقی تو نا ممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس

کو زوال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔

اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں

جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے

ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے بیجاپور کے مورخین اس کے

علم و فضل اور علم پروری کے معترف اور مداح ہیں۔

مصنف بساتین السلاطین لکھتا ہے۔

"پادشاہے بود موصوف بجمال صورت و آراستگی سیرت جامع نکوئی ہا و

مجموعہ خوبیہا عادل و دادگر بلند ہمت .... علما ر بلاغت

شعار و شیوخ کاملین و صلحائے متشرین و شعرائے نامدار و بلغائی فصاحت

ہنجار .... در عہد انبیت انشان عالم پناہ در دار السلطنت بیجاپور

تشریف ارزانی فرمودہ .... ملا ظہوری کہ شعر و نشائتش

در وقت و لطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران

پایہ تخت اوبود .... گلزار ابراہیم و نورس نامہ از او ہویدا است

---

[1] اس کتاب کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر (۳۰۰۶) پر موجود ہے۔

و دیگر شاعران بلند اقبال و سخنوراند کہ ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد
.... درآں وقت ہمایوں در پائے تخت آں شاہ جوہر شناس
جمع آمدہ بودند و ہمچنیں خوشنویساں سحر نگار و نثرین قلم و دیگر استادان
ہر فن و کاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استر آبادی کہ تصنیف
او تاریخ فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد"

(ص ۳۷ ب مخطوطہ انڈیا آفس)

اسی طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف فتوحات عادل شاہیہ لکھتا ہے:۔
"قابلیت ایں پادشاہ مغفرت دستگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان
آفاق بر درگاہ او بمعیت نمودند قریب بدو سہ ہزار تن از ارباب ساز و غنی کہ
ہر یک سر آمد روزگار زماں بود بخدمت رسیدہ"

(ص ۲۹۹ ب ا)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور بھی اس بیان میں متفق ہے چنانچہ وہ بیان کرتا ہے:۔
"ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود داد گر و سخا پرور مجمع اہل کمال و مرجع ارباب
فضل و بلاغت بود۔ اکثر او ایام کبار و علماء بلاغت آثار و شیوخ کاملین و
صلحا و مشتریں و سپاہیان نامور بل سائر اہلِ ہنر در عہد امنیت عہد الشان
عالم پناہ در ایں خطہ پاک تشریف ارزانی فرمود"

(ص ۱۸ اب [5])

---

[5] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے (۲۶۲۷۰ اڈیشنل) پر موجود ہے ۱۱۲۱ھ میں اس کی تالیف ہوئی ہے۔ دیباچہ میں ذکر کرتا ہے۔
"تاریخ مختصر در سنہ جلوس و وفات و قدر احوال پادشاہان بیجاپور میر ابراہیم ابن حسن

ابراہیم کے درباری علما کی طویل فہرست ہے جو اپنے وقت کے جیّد اور شہرۂ آفاق مشاہیر تھے۔ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ۔ خواجہ معین الدین۔ علامہ عنایت اللہ اردستانی جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں مشہور تھے۔ شاہ فتح اللہ شیرازی جو علم حکمت اور ریاضی میں سرآمد روزگار تھے۔ مولانا غیاث الدین جہجری۔ رفیع الدین ابراہیم شیرازی مولانا محمد لاری۔ ملا حیدر۔ مولانا باقر۔ آقا رضا شیرازی وغیرہم مشہور ہیں۔[۵]

ان علماء کے علاوہ بیسوں شعراء سلطان کے دربار میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ظہوری۔ ملک قمی۔ حکیم آتشی۔ مرزا محمد مقیم۔ ملا شکیبی۔ عبد القادر۔ نورسی وغیرہم۔

سلطان کے زمانہ میں صدہا تصانیف ہوئے جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو القاسم فرشتہ نے ۱۰۱۵ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نور الدین ظہوری نے اپنے تصنیفات کیں۔ ملا ملک قمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبد الرشید التستنگی نے علاء الدین محمد بن ذکریا قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی نے روضۃ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔

تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابو القاسم کے الفاظ میں سنو۔

---

[۵] تاریخ فرشتہ و فتوحات عادل شاہیہ۔

گذشتہ سے پیوستہ:۔ .... و نیز اسد خان لاری در عہد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودند دراں تاریخ بادشاہان و ارکان و اعیان و اعمال و اشتغال و مقدمات کہ بداں زماں واقع گشتہ بزبان فارسی و ہندی گفتہ معہ ستھا آن بآن تواریخ ضم کردہ ....

و نیز فضیلت و کمال دستگاہ شیخ ابو الحسن جنیدی تحقیقی و شریعت پناہ ابراہیم صاحب نائب قاضی شہر بیجاپور و قاضی محمد نعمت اللہ واقعات سلاطین بیجاپور بتحقیق تمام نوشتہ بودند ایں ہر دو در ۱۱۲۱ھ در مطالعہ ایں فقیر درآمدہ" (ص ۱ ب)

"درآں ایام مولف ایں کتاب فصاحت انتساب راکہ بغایت بضاعت
معترف است وبجز تحفۂ اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان وست آویزے
ندارد بمحض عنایت و ذرہ پروری مجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دوست
نوازی فرمود کہ حضرت ایں کمترین بندگان رابکمالہ تشریف نوختہ بخلعت
وزیادتی منصب واقطاع نوازش فرمودہ و درہماں مجلس کتاب
روضۃ الصفا کہ بغایت نفاست داست بدست خود بمولف بخشیدہ فرمان داد
کہ چوں واقعات پادشاہان ممالک ہندوستان علیحدہ دریک جلد بعبارت
واضح شافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس ننوشتہ است مگر
نظام الدین احمد بدخشی وآں نیز درکمال اختصار است وتحقیق حالات و
کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجائے نیاوردہ است باید کہ تو
قلم وار کمر خدمت برمیان جان بستہ در تالیف کتاب موصوف بصفات
کذا و کذا خود را معاف نداری وسوانح وقضایای عہد ہمایون مارا بر نہجی
کہ از تکلفات منشیان وکذب وبہتان سخنوراں عاری وبری باشد تحریر نمای"
(فرشتہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تھا خود بھی بڑا خوشنویس تھا خلیل اللہ خوش نویس
سب میں ممتاز تھا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تھا۔ خاصکر ہندی سرود میں سرآمد روزگار تھا۔ مولف
اردوے قدیم نے "جگت گرو" کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ
انہوں نے ذکر کیا ہے۔

"ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد مہارت حاصل تھی خاصکر
سرود ہندی میں ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ اس عہد کے تمام گویئے اسے

جگت گرو کہا کرتے تھے۔"

(ص ۱۷۰ و ۱۷۱)

مگر بساتین السلاطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ

"در میان عالم بجگت گرو مشہور گردیدہ این لفظ دراصل دکہنی است مردم بصورت و

سیرت آں بادشاہ حمیدہ خصال پسندیدہ افعال بجان راضی و خوشحال بودہ درباب او

این لفظ باستعمال آوردند و معنی آں شاہ جہاں است (ص ۲۸۱ ل)

لفظ "نورس" سے سلطان کو بڑی محبت تھی ۱۰۰۸ھ میں ایک قلعہ بنام نورس تعمیر کیا۔

۱۰۱۳ھ میں نورس پور ایک شہر آباد کیا۔[۵۱]

اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عدیم المثال

قرار دیا ہے۔

"شہرے ترتیب یافت کہ سیاح جہاں گرد اندیشہ از قصور دلکش و جدران منقش

اگر احسن البلادش خوانند، واست واگر رشک ارم ذات العمادش دانند"

(ص ۲۱۴ ل)

استعمال کی ہر شئے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی مہر پر بھی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس

کتاب کا نام نورس عبد القادر شاعر کو نورسی کا خطاب دیا تھا۔[۵۲]

سلطان کو اردو سے خاص انس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں فارسی ہوگیا

تھا پھر سے اردو کیا گیا۔ .... اس نے سرود ہندی کے قواعد و ضوابط میں ایک

کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب تھی جو شعرا اس عہد میں زبان اردو میں نظم کہا کرتے

تھے وہ یہ ہیں۔ آتشی۔ مقیمی۔ نوری۔ امین وغیرہ

---

[۵۱] تاریخ احوال سلاطین (ص ۱۹ ب) [۵۲] بساطین السلاطین ۵۳ صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ ہو۔

مقیمی کی مثنوی چندر بدن و مہیار اور امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرثیہ گو تھا جس نے اس کی ابتدا کی تھی مگر افسوس کہ اب اس کے مرثیے ناپید ہیں

۱۰۳۷ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے انتقال پر محمد عادل شاہ سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کو علمی قدر دانی گویا ورثہ میں ودیعت ہوئی تھی۔ علم و فضل کا حامی اور علماء کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفی خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابوالحسن۔ ملک سمندر۔ حکیم آتشی ملا ظہور۔ ملا محمد علی۔ وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزینے مقرر تھے اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملا کرتے تھے سلطان ہر روز صبح کئی گھنٹے تک علماء اور شعراء کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آتشی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا۔ ظہوری کے فرزند ملا ظہور نے محمد نامہ کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے[1] تھے۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین دکن کا تکملہ[2] کیا۔

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں ید طولی رکھتا تھا۔ حکیم آتشی مثنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نوراللہ۔ مرزا مقیم۔ مرزا دولت شاہ۔ محمد امین۔ صنعتی۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعراء تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نوراللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعراء فارسی اور دکھنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کو دولت نے مکمل کیا۔ رستمی نے خاور نامہ کی تصنیف

۱؎ بساتین السلاطین ۔ ۲؎ بساتین

کی صنعتی نے قصہ یتیم انصاری لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصہ یتیم انصاری کے دیگر مثنویوں کے مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سلطان کی ملکہ خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کارنامہ مثنوی خاورنامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کے تخت و تاج کا مالک بنا (۱۰۶۷ھ) اس کی ماں خدیجہ سلطان تھی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر و سخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خود بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث استادِ عالم کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس کا دورِ حکومت ترقی علم و فن خاصکر اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے اس کا دربار باکمالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم و فضل آکر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو جاتے تھے اس زمانہ میں بیجاپور علم و ہنر کی قدر دانی کے لحاظ سے رشک بغداد و قرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدر دانی اور لیاقت و قابلیت کا ذکر ہر ایک مؤرخ نے کیا ہے۔

قاضی نوراللہ لکھتا ہے۔

"ایں بادشاہ ظل اللہ راکہ در روز ازل از استناد و علمنا من لدنا علماً کسب کمالات کونی والہی و فضائل ظاہری و باطنی در مدرسۂ خلق الانسان علمہ البیان کردہ کرسی نشین قرب خالق و ذوالجلال و صور کز ہیں جوار قادر متعال بود و گنج لیاقت و استحقاق سببیت و علمیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذات عظیم المرتبت رفیع المنزلت آں نور سراپا سرور ودیعت نہادہ"

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵ ب و ۶ الف)

سلا بساتین السلاطین۔

مصنف تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

"معلوم باد کہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہے بود رنگین مزاج طبع او.....

..... (؟) وشعر دوست شاعر پرور" (ص۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے :۔

"پادشاہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بے تقلید بے تکلف درکمال مہربانی وشفقت باخلق اللہ درکرم وبخشش نظیر خود نداشت۔ چو آوازہ جود وسخا او درعرصہ ربع مسکون شہرت کرد از اقطار عالم ارباب استعداد برو آوردند"

(ص۱۲۴ ب)

مصنف بساتین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم وفضل جود وسخا کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سلطان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"علی عادل شاہ پاشاہ بود با او ہوش پند پذیر ونصیحت نیوش سپاہ دوست رعیت پرور قدر شناس اہل فضل و ہنر در سخاوت وشجاعت وعدالت کہ ہر سہ خصائل سنیہ وشیم مرضیہ اند موصوف ومشہور رنگین مزاج"

(ص۹۱)

سلطان کی علمی قدر دانی کی وجہ سے بڑے بڑے علما روقت بیجاپور میں جمع ہو گئے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نوراللہ جنہوں نے اس کے دور حکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ نیخ اللہ شیرازی۔ میر ابراہیم ابن علامہ حسین۔ سید ابوالحسن کمونہ۔ عبدالمحمود خاں۔ ارسطو زماں ملا احمد۔ افضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی حنیف اللہ۔ شاہ نوراللہ۔ شاہ ابوالمعالی[۵۱]۔ شاہ میران جی۔ مصطفیٰ خاں کیانی۔ شاہ ابوتراب[۵۲]۔

---

[۵۱] احوال سلاطین بیجاپور (ص۱۳ ب) [۵۲] تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعرا اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدردانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجاپور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور مشاعرے کی مجالس ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاصکر اردو شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف اسی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے :-

"چون خاطر ہمایون را بطرف طبع آزمائی فرد و آورد سے اشعار رنگین مشغول بر مضامین شیرین از طبعش سر زد سے نکتہ گویاں لطیفہ آورہا در بزم رنگینش قدر تمام بود چون خاطر مبارکش بشعر ہندی میل بیش داشت برنجواے الناس علی دین ملوکہم بسیار شعراے ہندی گو از بیجاپور در خوانہ خانہ بخانہ ہنگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند[۱]"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے :-

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آں شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بدرزدودہ (۹) اعلی رسانیدند"

(ص ۲۹ ب)

خافی خاں لکھتا ہے -

"بادشاہے بود باہوش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت و سعت خلق مشہور فضلا و صلحا را دوست داشتی و شاعران را عزت نمودے خصوص در حق شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود[۲]"

---

[۱] بساتین السلاطین (ص ۱۰۹) [۲] اردوئے قدیم بحوالہ منتخب اللباب جلد سوم (ص ۳۵۹)

اس زمانہ کے شعراء کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گو تھے بعض فارسی اور دکھنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکھنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعراء کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

ملک الشعراء نصرتی جس کے قصائد اور مثنویاں مشہور ہیں مورخین بیجاپور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نور اللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

"عمدۃ اکابران دہر استاد سید نور اللہ خلف استاد العلماء حضرت سید علی محمد کہ با وجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کما حقہ آگاہی دارند" (ص ۳۰ ل)

تیسرا حکیم آتشی۔ ان کے علاوہ عبد اللطیف۔ عبد القادر نوری۔ عبد النبی فارسی گو شعراء تھے[۹۱]۔
نصرتی مقیمی کے سوا۔ شاہ ملک۔ دولت۔ ہاشمی۔ ایاغی۔ مرزا۔ اردو گوئی میں مشہور ہیں[۹۲]۔
اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) نصرتی نے اپنی مشہور مثنویاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔

(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ۔ گفتار شاہ امین گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا۔ کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاغی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔

سلہ ۹۱ احوال سلاطین ص ۳۰ سلہ ۹۲ باتین السلاطین ص ۴۹۳ ا

علی کے انتقال پر سکندر جانشین ہوا۔ شروع سے آخر تک اس کا زمانہ مصیبتوں میں بسر ہوا پہلے تو نظم ونسق پر اپنا اثر قائم نہ کر سکا۔ پھر مغلوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اور ۱۰۹۷ھ میں عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کر لیا۔

ایسے مصائب کے زمانہ میں بھی بیجاپور ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں رہا۔ سیوا اور مومن اس زمانہ کے شعرا ہیں۔ نہیں معلوم اور کون کون شعرا اس زمانہ میں شہرت رکھتے تھے۔

عادل شاہی عہد کے جو مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
(۱)	مثنوی چندر بدن و مہیار	مقیمی	؟
(۲)	قصہ بہرام و حسن بانو	امین و دولت	سنہ ۱۰۵۰ھ
(۳)	ہشت بہشت	ملک خوشنود	سنہ ۱۰۵۶ھ
(۴)	خاور نامہ	رستمی	سنہ ۱۰۵۹ھ
(۵)	گلشن عشق	نصرتی	سنہ ۱۰۶۸ھ
(۶)	علی نامہ	″	سنہ ۱۰۷۶ھ
(۷)	احکام الصلوٰۃ	شاہ ملک	سنہ ۱۰۷۷ھ
(۸)	مرثیہ	ہاشمی	
(۹)	مرثیہ	مرزا	

حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰۳ ۔ نورس کے تین نسخے یہاں موجود ہیں (الف) کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر۔ (ب) عجائب خانہ حیدرآباد۔ (ج) کتبخانہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفاتر دیوانی ومال وغیرہ۔ یہ آخرالذکر نسخہ خود سلطان کے کتب خانہ کا ہے جس پر اس کی دستخط و مہر ہے۔

"مثنوی چندر بدن و مہیار"

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ انڈیا آفس میں ہے۔ اور دوسرا اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۰) ورق (۴۷) سائز ۸ ½ x ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۲) اڈنبرا نمبر (۲۷۸) ورق ۱۶ اسطر (۱۰) ناقص اول سائز ۶ x ۵ خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو مہیار اور شہزادی چندر بدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف غواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔ گارسی۔ ڈی۔ ٹاسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے راجہ چندو لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہونا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس ہی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد مقیم تھا۔"

مصنف کیٹلاگ اڈنبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"قصہ چندر بدن و مہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے اور مصنف کی کم علمی کو ظاہر کرتی ہے صفحات (۵۰) ۱۱ بیت فی صفحہ ۶۲۵"

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

"قصہ حسینی" کے مصنف کے متعلق دھوکہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حالت ہے۔ بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کیٹلاگ میں حوالہ بھی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

بنا اس قصہ کا کہوا ہے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

مگر واقعہ یہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے مثنوی میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے:-

دنیا تو فنا ہے مقیمی سہی　　　رہیگی بچن کی نشانی سہی

مہر دہر مقیمی بچن پر صفا　　　ز نعت محمد نبی مصطفےٰ

مقیمی بچن کا تر نگ سار توں　　　لب کر چلیا کات توں مہیار کو ن

سنج سنت مقیمی پرت پیار کا　　　قصہ کرتوں پورا مہیار کا

اس مثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہوسکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۷ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان ہوئی ہے۔

مرزا محمد مقیم متخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استر آباد میں تولد ہوا۔ شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش میں ہندوستان لائی۔ بیجاپور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں شہرت پیدا کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ کے درباری شعراء میں منسلک ہوگیا۔

مقیمی فارسی کا زبردست شاعر تہا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اُردو شعر گوئی کی حیثیت سے دیگر شعراء کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین بیجاپور نے اس کے اُردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجاپور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف لیلیٰ مجنوں[۵۱] کے قصہ کو سنکر کی گئی ہے۔

---

۵۱ مقیمی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ لیلیٰ مجنوں کا قصہ جس کو دیکھہ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تہا۔ میرا خیال ہے وہ غواصی کی تصنیف تہی اگرچہ آج تک غواصی کی لیلیٰ مجنوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجوہ ذیل میں غواصی کی ایک تصنیف لیلیٰ مجنوں بھی خیال کرتا ہوں۔

(الف) مقیمی نے جہاں لیلیٰ مجنوں کے قصہ سنکر اس مثنوی کو لکہنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواصی سے بنا کرنے کی بہی صراحت کی ہے چنانچہ لکہا ہے۔

قصہ مجہ پرت کا کہا یک اُتن	جو بسدہی تو لیلیٰ مجنوں کہن سُن
ہوا دل پو یوں کر تفکر قریب	کہوں شعر موزوں حکایت عجیب
بچن درد ہو دل میں اُبلنے لگیا	نوی طرز خوش تر نکلنے لگیا
زباں کا انہا او سچا جوہری	کروں مت سخن سوں گہر شستری
قصہ ایک کہوں میں گہر بار کا	سوں چندر بدن ہور مہیار کا
سُنے کوئی مجکوں دعا یاد کر	رہے ہور تعجب سوں دل شاد کر
بنا تو غواصی کا باندہا ہوں میں	سخن مختصر طا کے سا ندیا ہوں میں
دیے میں اپسکوں سراپا نہیں	شتر میں کسی کا پہرایا نہیں
سراپا پہرانا نہا کام سے	کرے یو عمل او کہ جو خام سے

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندر پٹن کا راجہ نہایت پُر شوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بدن حسن و جمال میں سر آمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا۔ جس میں دُور دُور سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیا کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا مہیار نام حسن و جمال کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھا۔ یہ تجارت کے لئے سندر پٹن آیا شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہو گیا۔ دامان صبر ہاتھ سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ :۔

سُنا طبیعت کون لاچار سے   شعر کا طلازم گہر بار سے

بنا اس قصہ کا کہو اے عزیز

نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

(ب) وجہی نے اپنی مثنوی میں جہاں غواصی پر چوٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غواصی نے کوئی تصنیف کر دی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی قطب مشتری کی تصنیف ۱۰۱۸ھ میں ہوئی ہے اور غواصی کے دو معلوم شدہ مثنویاں یعنی سیف الملوک اور طوطی نامہ اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں پس یہ ضروری ہے غواصی کی کوئی تصنیف ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں ہی غواصی کی تصنیف ہوگی جو ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اب تک نہ تو اصل مثنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اسلئے صحیح نہیں ہوسکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور نہ کسی نے اب تک ان کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غواصی کے مرثیوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متعدد مرثیے ملے ہیں۔

جاتا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جنگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جنگل میں مہیار سے ملاقات ہوئی اس پر رحم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب وعجم۔ بخارا۔ بلخ۔ ملتان۔ لاہور دلی۔ بیجاپور۔ احمدنگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گولکنڈہ۔ بیجانگر ہوتے ہوئے منزل مقصود پرپہونچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے مسرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چندربدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں بھی عشق اثر کر چکا تھا۔ محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے مہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا ارکان دولت نے واپس چلنے کی ضد کی اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آگیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی مہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چندر بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جان بحق ہوا۔

مہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہونچا تو وہاں سے آگے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہلنا تھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چندر بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تاکہ کسی تدبیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چندر بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کے متعلق چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ سہیلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ ماتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کھولا گیا تو دونو باہم پیوست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہو سکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد وغیرہ

خدا کون سزاوار کبیر و منی | و تا در ہی قدرت کا صاحب دھنی
جو یوں کیا آدم پک ارواح کون | سیا لیا ہی طوفان تے تو نوح کون
کیا تار گلزار رب الجلیل | کی نمرود کے ہات بانچیا خلیل

جنے سب سوار یا ہے جنت بہتر | محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پادشاہ | علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول | ہوا دین جس کا بقا پر قبول
سما ہور عرض بہی جو پلا اچھ | ز صفتے محمد ز مسجد اچھ

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہو چکی ہے قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہوں کہ یک شہر سندر پٹن | اتہا راج وہاں ایک ہندو برن
اتہا ہوت کبراں میں یک دس ہٹا | بس دس کوں وہاں بشیر لیتا
کرے راج پوجا سو اس دیو کا | تماشا عجائب دسے سیو کا
کہ راجوں میں اوراج جگ راج تہا | کہ کو ہر دھرت ہار اپنا اتہا

کیا جا او سے اہی دیوانی بشر | کہا سوں توں آیا چلیا ہی کہ ہر
اوتی جاب پہر کر دئیا شاہ کون | توں چپ چل پکڑ اپنی بات کون
توں عاشق ہوا ہی سو کس حور کا | ہوا مبتلا کہہ توں کس نور کا
تیرا من لگیا ہے سو کہہ توں منجے | جو معشوق تیرا ملاؤں تجے

نزدیک جا کر بولیا کہ سن اے پری — منجے تجہ لطافت دیوانہ کری
دیوانہ ہون تیرا دیوانے کیں — اپس تے نکو دور جانے کیں
سو تجہ بن منجے کوئی ہونا نہیں — کہ بن جیو مجھی کا سو جینا نہیں
کتا ہوں تجھے میں کہ اے گن بھری — توں کرنا اپنا سچ مری دلبری
سوں یوں کہ ادب سوں تو ڈر کرا دنے — دہرا سیس اس کے قدم پر ادنے
گلا اس ستا کر اٹھی بول یوں — سمجھ کچ اپس کوں اے بیڈول توں
ہندو میں کہاں اور ترک تو کہاں — کہاں رام سیتا مورک توں کہاں

ہر یک شہر میں جون او جانی لیکا — ڈھان گیاں ہو جو بہان دیکھانی لکیا
دیکھا روم ہور شام سنجام ہم — دیکھا غزنوی ہور دکھن دمبدم
عرب ہور عجم یا بخارا بلخ — کہ ملتان لاہور حبش و ہند بدخ
دلی ہور بنگالا دیکھا یا اسی — بدرکان دلاریس پایا اسی
بیجاپور ستارا و احمد نگر — برہان پور کول کندا بیجا نگر
دیکھایا دیوانی کنین پہر کہ سب — نزاکت شہر کے چونیا جون سب
نکسون او بولی ند یکھی کدہر — اکر جور تی کوئی اچھی خوب تر

روانہ ہوا شاہ جنازہ کوں لے — سو منزل کوں لے آ وتاری تلی
ملی لوک ساری سو یکبار کی — سنوار خوب تربت سو مہیار کی
ہوا جون عمل قبر کا سب تمام — اوٹھیا دفن کر نیکوں سے شہ نیک نام
مینکا جون قبر میں اوتارون اوسے — دفن کر دیناں تی بسار وٹ اوسے
جو دیکھی جنازہ میں مہیار کوں — اودھی جفت ملکر اوسے نار سوں

کفن بیچ اکر او چندر بدن
کلی لک سوتی ہی سو جون ایک تن
ملی لوک ساری سو یکبار کی
سنوار خوب تر..........
کلی اوس الکی لک پرت پیار سون
پرت و محبت کی مہیار سون
جدا اونکوں ہر چند کرنی منگی
کہ دونو کوں و و تہار دہرنے منگی

اپس میں نکتی جدا ای پدیر
اتہی عاشقان میں رو دو تی نظر
تو یوں لک اپسیں او سوتے اتھی
جدائی کئے تو نہوتی اتہتی
دیکہت شاہ حیران ہوا اس حال کوں
کیا دفن کرنا اسی حال سون
کیا جوں دفن سب رسم اوس کا تمام
ختم کر مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سبحان کا
عجائب تماشا دیک اوس جان کا
مرتب ہوا یان قصہ کا کلام
درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخے ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مثنوی بہرام و حسن بانو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۴۹) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر (۴۴) کیٹلاگ گجراتی ناقص اول

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

"دکھنی مثنوی مصنف دولت۔ حمد و نعت۔ خلفاء راشدین کی منقبت اور اپنے پیر شاہ عالم کی مدح کی گئی ہے۔ پریوں کی اس داستان کا ہیرو بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ لقب گور خر کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۸۶۸ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوپال سنگھ کا دوسرا امین بخش کا۔

ایک اور دکھنی شاعر طبعی نے بھی ۱۰۸۱ھ میں اس کو مرتب کیا ہے جو قصہ بہرام و گل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو جو ۱۰۵۵ھ ہے مصنف نے منظوم کیا ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے اونھوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا مصنف تنہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف امین ہے۔

اس کی صراحت خود مخطوطے سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ہوے بیت صد چار اور اک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار
امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہوسکتی ہے۔

امین حمد حق کون نہایت کہان | ز نعت محمد قلم کر روان

امین کر ثنا بیچ آخر کلام | محمد پہ بھیجو درود و سلام

امین شاہ عالم ہمارے ہیں پیر | ہیں روز حشر میں میرے دستگیر

امین آستانہ کا تون خاک ہو | حشر کے گنہ سے تون بے باک ہو

امین داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۰۵۰ھ ہے۔

سنہ ایک ہزار اور پنچاہ میں | جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضل الٰہی کیا میں تنظم | بتاریخ چہارم کیتا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زمانہ مختلف ہے قطب شاہی عہد کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابوشحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل شاہی زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے۔ بیجاپور میں ایک اور امین گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے مابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے مثنوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربار شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔

برٹش میوزیم میں ایک فارسی قصہ بھی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکھنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے بھی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس مثنوی کا تکملہ کرنے والا دولت شاہ متخلص دولت عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ یہ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ مثنوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ امین نے کہاں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا تکملہ کیا۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے پھر نعت اس کے بعد خلفائے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا بہرام کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اثنائے داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:-

حمد میں کہتا ہے:-

الٰہی جگت کا کرنہار توں
غریباں نبیاں کا ادھار توں

کیا حمد اور نعت کون مختصر | نبین میں کیا طول یو سربسر
یکایک میرے دل پڑ آیا خیال | قصا ایک کہون میں یقیں مثال
زبان پر بچن خوب آتا چلا | یو مضمون خوشتر بناتا چلا
زبان پر ہے جس کے موتی آبدار | اسی کے بچن کا ہے اکثر وقار

....

قصا میں کیا ہے جو گل نام کا | سو بانو حسن شاہ بہرام کا
جو کوئی پڑے سو کرے مجکون یاد | تعجب سے دل کون کرے اپنی شاد
ایس داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو
قصا فارسی سن کے پائی خبر | خدا کے جو قدرت میں یک تہا شہر
کہ فارس اوسی شہر کا نام تہا | وہان بادشاہ شاہ بہرام تھا
اسم شاہ بہرام اس کا اصل | اس گور کے صید کا تہا شغل
لقب تب ہوا شاہ بہرام گور | نہ تھا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور
اتہا خوب صورت وہی بے مثال | نزاکت میں تہا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو—

ہوا صبح کا وقت یکایک تمام | لگیان بولنے طوطیان خوش کلام
صبح مین ایس مکھ سون کہیچا نقاب | ہو مشرق سین نکلا تو آفتاب
تدہان شاہ نیں اضطرابی ستی | کہا دیو کون یون شتابی ستی
طرف یار کے مجہ روانہ کرو | میرے دیوانے کون سیانا کرو

زلیخا کے خواہش مین پوری کیا | یوسف کے دل میں میں شرف اس دیا

ملاقات لیلیٰ کی مجنون سے کر	مرادیا انکو عقبیٰ بہتر
بدیع الجمال کا کیا کار تون	ملایا سو سیف الملک پیار سون

ذیل میں اس مثنوی کا مقابلہ فارسی مثنوی بہرام و گل اندام سے کیا جاتا ہے :-

فارسی	دکھنی
که بنشین پیش من ای دیو مهتر	دیا شاہ نے دیو کون تب یہ جواب
ز استادن نشستن از تو بهتر	کہ آؤ اپن مل کے پیوین شراب
چرا هستی تو استاده به پیشم	گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر
بیا بنشین بخور ساغر ز دستم	بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر
تو پیش من بخور مے من به پیشت	دونوں مل کے بیٹھے ہوئے ہم کلام
وگرنه من همی ترسم ز نیشت	گئی شاہ کے دل کی دہشت تمام
نشست آن دیو پیش شاه و مے را	کیا شاہ اور دیو نین مے کشی
بخورد و گوش کرد آواز نے را	ہوئے آپ میں آپ دونو خوشی

ز چشمه خویشتن را بیرون کشیدند	ندیکھیا اپس رخت کون ٹھار پر
نظر کردند درخت خود ندیدند	اوٹھیاں وہ ترت سینہ پر بار کر
بهر سو جست و جو کردند بسیار	دو رونے لگیاں وہاں نپٹ زار زار
ندیدند هیچ کس را جز پے یار	صبر کر گریبان کیتیں پھار پھار
که هر کس برد رخت ما ازین جا	دہاں ڈھونڈیاں بہوت بیزار ہو
بیاید خود شتابان بر در ما	اپس میں وہ سب آپ لاچار ہو

فارسی

ہر آن کارے کہ دارد ما بر آریم
برائے خاطر او جان بسپاریم
بر آورد از کمر قمچی وزد شاہ
بجست و خیز آمد گور ناگاہ
بسوئے آسمان پرید از جا
بسان باز گشت او باد پیما

دکھنی

کھڑیاں ہوا سی ٹھار کیتا اوار
کہ دزد و چہندی و حیلہ دراز
تو ہو آدمی یا فرشتا مگر
کہ ہے جن پری دیو بید ادگر
تو ہوئے اپس کی سکئے آ مراد
قسم ہے خدا کی کریں اس کو شاد

مار ی قمچی شہ نے اُسی آن پر
اڑا شہ کوں لیکر وہ آسمان پر

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی ہشت بہشت

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

نمبر (۱۰۵۹۰ - اڈیشنل) ورق (۱۰۴) سطر (۱۴ تا ۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بہرام کی عشقیہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر مثنوی کے آخر پر کیا ہے۔ مثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا ذکر بھی ہے۔ محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت سنہ ۱۰۳۶ھ سے سنہ ۱۰۶۷ھ تک ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور کاتب کے نام کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

دلا تج لطف کا دارو بھی پاک | بندے خوشنود کا جیو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شہ کا نظر ہے | مراجنت نگر کے بیچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رولیا | اپس کے ناؤں کا تاریخ بولیا

بندے خوشنود کا نادر بچن ہے مجکوں سمجھا اوسے سب نور تن ہے

اننکے جیو کے طوطی کا ہے چارا کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پر تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۳۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ۱۰۵۹ھ ظاہر ہوتا ہے یہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود دراصل گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا خدیجہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تھی) بیجاپور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ بیجاپور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۰۴۵ھ میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے مفوضہ[۵۱] کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

---

[۵۱] خواص خاں محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تھا۔ مگر اپنی چالبازی سے تمام امور ملکی و مالی پر قابض ہوگیا تھا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس خودسری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تھی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواصی بیجاپور آیا تھا۔

(حدیقۃ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے کہے تھے جو افسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا۔ یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے۔ ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما رکھا گیا ہے۔ یہ امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :۔

سرادن تجھ کو توں ہے پاک معبود — ہوا سب خلق و عالم تجھ سوں موجود
سنواریا کھن اوپر توں چاند تارے — کیا پیدا عرس کرسی چار ہی
زمیں پیدا کیا صور کوہ الوند — فلک سب چھند سوں کتیا توں پوند

اس کے بعد نعت ۔

محمد مصطفے محبوب رب کا — کہی سارے نبی توں تاج سبکا
نبی کے نور کا نقطہ ھی سینار — ترہ جگ دایرہ او نور پرکار
کہ احمد احد میں باندیا کمر بند — جو یو بندا ھی او صاحب خداوند

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سیس کا تاج — محمد باج ہی کس نہیں ھی معراج
مبارک رات او جس رات ہیں شاہ — گئی ہیں عرش پر جبون کہیں ایر پاہ

اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہوں منقبت میں شیر نر کا | بہادر شاہ مردان بختور کا
کہا جسکوں خدا مظہر عجائب | کیا جگمیں جتنے کامان غرائب

اس کے بعد محمد عادل شاہ کی مدح ہے۔

توں سلطان محمد شاہ غازی | جہان کون شاہ سون ہی سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان ہے | قوی طالع سلکہن ترکمان ہی
نبی کے لطف کا دل ہی خزینا | انگوٹی نو فلک چندز نگینا
کھون ثانی سکندر پاک جم ہے | نہیں شاہاں کی جسکے در سون کم ہے

کھیا یک روز منچ شاہ جہانگیر | جو انکی کیمیا کا پاک اکسیر
امو لک گنج دھرتا ہی صباقی | قلم ہی تیز کرتا ہو شکافی
دھرنا در جو کرنا جیو کون تازا | سیتیا سب ملکہیں یو کرم آواز

کئے جب حکم عادل شاہ منجکون | اچنبے خسروی کا ماہ منجکون
خزینا کر رکھیا ہوں دھیان میں سب | کہ جیوں موتی ہی جیو کی کان میں سب
لگے دریا ابلنے شوق کی تو | دسی اکثر جو اصر ذوق کی تو

کہانی آٹھ بولیا سن سخن ور | کہ چون ہی آٹ جنت آٹ کوثر
بھشت بتوں ھر یک کا انک نام ہے | ملک حور جور کوثر سب تمام ہی

اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ سنیار میانے | سورنگی پھول جوں گلنار میانے
کیا تھا عدل سوں جہا نگمدن | کہ چون روشن کیا ہور آسمان کون

اتہا او خوش خرام معمور نیک فرجام
اچہا ناںو اسکا شاہ بہرام

کری مجلس شراب ارغوانی
پیوی ندن کری زر فشانی

فلاطون بو علی سی تہی حکیمان
چتور شاعر کنی نادر ندیمان

رتن دھن مال لشکر نہ کچہ کم تہا
نہیں اس کے شہر میں ملتا سو غم تہا

پٹلی معمور اپیں شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

....

چھبیلے بیدل نازک گل اندام
عجب ناںوں اس دھنکا دلارام

پکر مالی جندر کا چنک جنک میں
ہوی تہی غرق مفرکی صاف نگ میں

اٹھا اور روز شنبہ کا نورانی
آپین مشکین کیا عنبر فشانی

دکھایا طالع اپنی شاہ یکروز
کیا اس روز میں بہرام نوروز

کیا مشکیں عمارتیں ٹول شاہ
کہ جون نادر اچنبا برج میں ماہ

آپین سورج کیا کسوت زین کا
دیا ترتیب سب باقی سین کا

سبکے ھندی نہیں ردمی پہ لیکا
کمر جون بال نازک استر لیکا

شکار اپر ہو سکر شاہ بہرام
چلیا یکدن سواری شاہ بہرام

اتہا او صبح کا پارا نورانی
لیا سو ندل چلیا صاحب قرانی

پون پیک کی لکیا گھوڑی پھرائی
وھتور تیتوں گرد سب گگن پر آئی

ھر یک کھوڑا اتہا جلد ییں جون سور
ھر نکی پاںون کرتی سم تلی چور

خاتمہ پر اپنی شاعری کی تعریف بہی کی ہے۔

خدا منج خام کون اتے بل دیا
قلم تو عنبر افشانی کیا ہے

بقا کاست دیک بنیا دکم زور
بندیا ہیں یو عمارت بہوت وزور
جکوئی نادر عمارت کون تجھا کا
بہت کچ شادمانی دل میں پایتکا

لکہیا ھون عقل سون نادر بہت خوب
ھوا ھے تو کتاب یو آج محبوب
اگر بختیکی انگی ھے کچ یک خام
اچھو جون تبون دلی نجتا ھے یو کام
پریکا کر قبول یو بات ہر ٹھار
منجی سکی نمن حجت ھے گفتار

کیا ہیں تو کتاب یو جکہیں مشہور
رھیا دنیاں میں یو جوں کھن اپر سور
لکہیا کاتب عجب خوش خط زیبا
محمد شاہ ابن حاجی بابا

خاتمہ :-

یو ھے کلنداراس امرت پلا تون
ھر یک تل عشقکا جلوا دلا تون
پشانی عرضکا کہیں پردھریا ھون
کتاب یو ختم کر سجدا کریا ھون
کرو ہیں شکر حقکا کیا میاں ھے
جو اھر باتکی منجکون دیا ھے
کیا ھوں بیت کا نادر شمار یو
ہو ھے دو سو پچیس ھور تین ہزار یو
بچن نادر ورق سب زرنگاری
ملک خوشنود کا ھے یادگاری

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

ہشت بہشت خسرو

"آغاز حکایت"

گنج پیمائے این خزانہ پر
از خزانہ چنین کشاید در
کافتاب جمال بہرامی
چوں شد از نور در جہاں نامی
پدرش رخت زندگانی بست
او بجائے پدر بتخت نشست
خسروے راکشان کار گرفت
کار عالم بدو قرار گرفت
مخلصان را ز مہربانی خویش
کرد سرمست دوستگان خویش
شرق غرب جہاں نماید کسے
کز خلاف رضاش زد نفسے
وانکہ رو در خلافت رائش کرد
سر خود را نثار پائش کرد
برعیت فگندہ سایہ جود
کز جہان کس نماند ناخشنود

روز شنبہ کہ بار شک انگیز

ملک خوشنود

اتھا یک بادشاہ سنیسار میانے
سورن کے پہول چوں گلزار میانے
کیا تھا عدل سوں جہان کون
کہ جوں روشن کیا ہور آسمان کون
اتھا او خوشخرام ہور نیک فرجام
اچھیا ناٗنو اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شراب ارغوانی
پیوے ہور ندن کرے زرفشانی
فلاطون بوعلی سے تھے حکیمان
چتور شاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر نہ کچہ کم تھا
نہیں اسکے شہر میں ملتا سو غم تھا
پنلی معمور اپین شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

اتھا روز در شنبہ کا نورانی

هشت بهشت خسرو

شب بدامان صبح غالیه بیز
شب بگنبد سرای مشکین شد
خانه زدهم چو نافهٔ چین شد
جامه مراهم برنگ کیوانے
داد ترتیب عنبر افشانے
ماه هندی نژاد زردی چهر
خاست از خوابگاه ناز بمهر
خدمت خاص را میان بربست
کمر بندگی بجان دربست
کرد چون ساقیان برعنائی
نقل ریزی و مجلس آرائی
نازنین گشت همنشین بادشاه
تازه کرده قران زهره و ماه
زاول بامداد تاگه شام
عشرت و عیش بود باده و جام

ملک خوشنود

آپین مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ پیروز
کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عماریں نول شاہ
کہ جون نادرا چنپا برج میں ماہ
اپس سورج کیا کسوت زین کا
دیا ترتیب سب ساقی سین کا
سکے ہندی بھش رومی پر لگا
کمر جون بال نازک استری کا

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا گیا ہے اس مثنوی کے (۳۲۵۰) شعر ہونے چاہیئے مگر اس یورپ کے مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعر کیوں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے ۔ معلوم ہوتا ہے ملک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام محمد شاہ ابن حاجی بابا تھا مثنوی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے

کیا میں تو کتاب یو جگ میں مشہور
رہیا دنیا میں یوں جوں کمن او پر سدر
لکھیا کاتب عجب خوشش خط زیبا
محمد شاہ ابن حاجی بابا
بزرگان کے بچن ہیں سکان دہرنا
کسی پر عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کیٹلاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس مثنوی کا مصنف خیال کرتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاور نامہ۔ بہرام و حسن بانو سے دقیق ہے مگر پہر بہی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

خوشنود کی پرورش گولکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پہر بیجا پور کی سلطنت میں ملکہ اور سلطان کا مقرب خاص تہا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تہی اگر اس کے قصائد مل جائے تو واقعی ایک بیش بہا شئے ہوگی۔

میری معلومات کی حد تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

خاور نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۵) ورق (۵۴۳) سائز (۱۴×۱۰) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابن حسام کے فارسی کا دکھنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا ابوالمعجن اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے۔ مصنف کمال خاں رستمی آخر پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مصنف اسمٰعیل خطاط خان کا لڑکا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں ذی عزت امیر تھا جس کے سات پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور خطاط خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دکھنی قصائد اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستمی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل بیجاپور (۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء تا ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۶ء) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی کی تصنیف ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر منظوم کیا ہے جہاں اس کو "نامہ شاہ" سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹاسی نے اس کا ذکر کیا ہے جس میں وہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستمی کے "رسمی" بیان کیا ہے۔

ڈی ٹاسی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستمی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

جو فارسی عبارت ہے اس میں بھی صاف طور پر رستمی لکھا گیا ہے۔ جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہے مجھ کمال خان دبیر | تخلص سو ہے رستمی بےنظیر

کیا رستمی اس ونت یو کتاب | بندیا بات کی گوہراں بےحساب

دے اوسے جو رستمی اچھو مدام | کرے رستمی کون او عالی مقام

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہ ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبی کی جو ہجرت تھی کیتا خیال | ہزار پر پچاس اور نو کی تھی سال
کہا رستمی اس وقت یو کتاب | بندیا بات کے گوہراں بےحساب

کمال خاں رستمی اسمٰعیل خاں کا لڑکا ہے سات پشت سے اس کا خاندان سلطنت عادل شاہی کے دامن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاط خاں خطاب ملا کرتا تھا۔

رستمی نامور ادیب باکمال شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں ید طولیٰ رکھتا۔ غزلیات اور قصائد منظوم کئے تھے مگر بدقسمتی سے سب ناپید ہیں صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے۔ جو اس کے قابلیت کی بیّن دلیل ہے چوبیس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وہ نہ صرف زبردست شاعر تہا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تہا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح خوبیوں سے مالا مال ہوتی تہی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تہی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی بارسوخ تھا۔ غرضکہ رستمی بیجاپور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مماثل ہے ممکن ہے ابن حسام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصر[لہ] الدین محمود کے زمانہ میں ہوئی تہی۔

(داستان امیر حمزہ اردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سبع سیارہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور فرشتوں کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نعت پھر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد "صفت شب" بیان ہوئی ہے جس میں فردوسی کی مدح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہوگا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تہا مگر بادشاہ اور ملکہ کی مدح سرائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ دکھنی مثنویوں کا تقریباً عام قاعدہ رہا۔

قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادری کا ذکر ہو رہا تہا کوئی کسی کا نام لیتا تہا کوئی کسی کا کسی نے سعد وقاص کو ترجیح دی جس پر ابو المعجن کو ناگوار ہوا مجلس کے برخواست پر دونوں میں رنجش کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابو المعجن نوجوان تہا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تہی۔ رات کے وقت سعد بن وقاص نے ابو المعجن سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابو المعجن بھی آیا مگر سعد سے لڑائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں مارا جائے تو خیر ورنہ کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعد نے بھی اس کی تائید کی دونوں روانہ ہوئے۔ کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہونچے

لہ ابتھے

یہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تہا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی مہمانی کی اور رخصت کے وقت ایک لشکر ساتھ کرنے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نو روز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہونچے جس کا نام کوٹہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نوادر تہا۔ اول تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہو گیا بعد ازیں مخالفت ہو گئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نوادر مجبور ہو گیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطار شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابو المعجن کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطار شاہ کے مقابلہ کو پہونچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابو المعجن شرم سے دوسری جانب روانہ ہو گیا۔ قنطار شاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابو المعجن یہاں سے روانہ ہو کر پولا دکوٹہ گیا یہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطار شاہ کے تصفیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولا دکوٹہ میں حضرت علی اور ابو المعجن میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غنودگی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابو المعجن تہا اس کے بعد دونو کی ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابو المعجن آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کہیں دفعہ طلسم کشائی اور دیؤں پریوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی ہے جس میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی معہ رفقا بہ فتح و فیروزی

مدینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔

یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۷) صفحوں میں ہے۔

نمونہ کلام کے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفسِ مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یونس۔ خضر۔ آنحضرت صلعم۔ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ جبریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ قنطار شاہ۔ بادشاہ زنگیان۔ قباد شاہ خاوراں۔ سلیمان شاہ جمشید شاہ۔ بادشاہ فیل گوشاں۔ خار شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناہید شاہ۔ طہماس شاہ۔ قبط شاہ شاہ سمک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ رائفض شاہ۔

ان میں سے نوادر اور رائفض کو ابوالمعجن نے قتل کیا ہے۔ قبط شاہ اور صلصال شاہ کو حضرت علی نے قتل کیا ہے۔ جمشید شاہ۔ شاہ سمک اور طہماس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔

ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہوکر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

ہلال قنطار شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ قباد۔ ایلاق ترک (اس کو سعد نے قتل کیا) میرزہ تہار خوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (مالک نے قتل کیا) فرہاد۔ عمار (شاہ خاوران کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوما۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علی کے مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کوتوال شہر ربیع۔ اسفندیار بہمن (مالک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاوس۔ شیبان۔ شہپال (جادوگر) گلباد (ابوالمعجن سے مقابلہ ہوا) ففجان۔ قرطاس۔ اس کو ابوالمعجن نے قتل کیا۔ اغوان کو ہی سمراق

پیل زور۔ اس کو بھی ابوالمعجن نے قتل کیا۔ سرتاب صلصال شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گوراب۔ گوزر نوزداد۔ کیو۔ عاد۔ نوزادین۔ سام۔ یہ سب صلصال شاہ کے فوجی افسر تھے۔ اور اکثر قتل ہو گئے۔

داستان میں عورتوں کا ذکر ہوتا اور ان کا حیثیت ہیروئین آنا ناگزیر ہے چنانچہ اس مثنوی میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دل افروز۔ دختر نوار جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر جمشید شاہ۔ پری رخ۔ زن جمشید۔ خواہر جمشید۔ گلنار۔ گل اندام۔ شمامہ۔ صلصال شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوتی ہے۔ قرطاس شاہ کے حرم۔ طہماس شاہ کی بہن۔ ناہید شاہ کی دختر۔ پری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابوالمعجن۔ سعد۔ مالک۔ عمرامیہ۔ قنبر۔ خالد۔ فتاح۔ عمر معدی کرب۔ سلیم۔ حضرت علی کی جانب سے عیار ہی ہیں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے ہیار اور طرب قابل ذکر ہیں گر عیار ہی ہیں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمرامیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں ہے۔

مثنوی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی صراحت بھی مناسب ہے۔

کوٹہ نور۔ ریاض کوٹہ۔ ضماد کوٹہ۔ صباح کوٹہ۔ پولاد کوٹہ۔ بندر گاہ سلیمان۔ شہر جم شہر خاوراں۔ قلعہ حوال۔ قلعہ صور۔ حصن ربیع۔ بت خانہ آہن باغ۔ حماد کوٹہ۔ بت خانہ دیوار مسیاہ قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعہ آدمی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار ظلمات۔ طلسم بلور۔ شہر مرصع۔ دیران حصار۔ شہر فام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر زرین رباط اول۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین۔ حصن شیطان۔

صدر الذکر بادشاہوں کے لشکروں کے سوا بعض اور لشکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔

لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کلاہان۔ لشکر فیل گوشاں۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدہا امور غلط اور ناممکنات سے ہیں۔ دیوں۔ پریوں۔ بھوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ طلسم کشائی وغیرہ۔

اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا | بندیا بات میں نقش نام خدا
جو صاحب ہی او عقل ہور جان کا | کیا دین بخشش او ایمان کا
اوہی ایک صاحب اپر ہور تلن | بو ہستی پر اسکی گواہی ہمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا | تیری تائیں سب نقش پیدا کیا
تجے سر ہی حق کا سو تجھیں دسے | دیسی تجھیں ہور تجھیں بسی
دو جگ کا سو مقصود تجکوں کئیں | فرشتی سو تج کو تج سجدا کرین
صفا مروہ دایم ہی اس سعی تھے | یو حج عمرہ ہی رسم اسکا سبھی
دھری شرع سر تاج شاہا ہتین | سنا او یسین و طہ تہیں
فلک ہی سو مسند تری قدر کا | زمیں تخت ہور فرش ہی صدر کا
تری کھر کا پہ دار روح الامین | کیا اپس اسکا جان افرن
توں لولاک کے تاج کا تاجدار | تری باس تھی خوشن ہیم بہار

علم تو ترا فتح عجم بر کیا | تجہ انا تہا جدان تہی دیا
تجی فتح دشمن پڑھے دین کا | دعا کر عطا ہی تجہ آمین کا
تون ہی سرو قامت تر فستقم | ہمن ہات دامن پر تجہ معتصم

صفت شب

آیا تہا زمیں پر پی جون شاہ زنک | زمیں ہور زمان کون لیا پاتہا پی ننک
سفیدی پی کہچی تہی مکہ پر نقاب | پرند سیہ پہنیا تہا آفتاب
زمیں پر عنبر کا سندپ تہا تمام | سوا کون سیا پردہ تہا شکفام
زمیں پر تو سنبل تہا نیں تہا سمن | کیا تہا پی سوسن کا کسوت چمن
کیا تہا محل کی بہتر شاہ چین | صباحی کا تہا مرغ بہی خواب میں
زمیں ہور زماں میں پی کا جل بہریا | انکار جا کر جگہیں دہوان بہر رہیا
جتی مرغ ماہی کون تہا بہوت خواب | زمیں کوں دہنک آسمان باشتاب
فلک نو طبق کو ہران سون سنوار | ہور کون پی زیور کیا صد ہزار

جو شاعر تہا فردوسی پاکزاد | اچہو حق کی رحمت سون او بہوت شاد
دنیا میں ہوئی بات استی پسند | ہوا شعر تہی بہی انی بہر مند
ہوا شعر اسی خوب آبی روان | کیا از بہوانان کیا از خسروان
کیا نامراد خلق میں نامدار | رہیا جگ میں اپس تہج یو یادگار
بلند مرتبہ اپس تہی ہی بات کون | کیا شعر جگ میں اوا پس ہات سون
ہوا ختم اپس مثنوی یو لتا | موتی باتکی را اپس کر رولتا
بوریا جگہیں توحید او ہو پند | یو یک بیست انہی خدا کون پسند
جو ریا جو تکی اوقالب خاک کون | خدا بخشیا فردوسی پاک کون

جو فردوس میں اس کا جا کا کیا — اپس کی پی رحمت سون جنت دیا
جو موتی بند یا ھی صفت میں میری — او پہولان گنبد یا ھی صفت میں سری
دنیا کون بلندی و پستی تو ہی — سبہی نیست ہیں انچہ ہستی تو ہی
اس یک بیت پر بہشت اسکو دیا — ملک یا نکا اسکون بخشش کیا
صفت بہوت توحید میں اس کرون — نکر میں بہی یک نکتہ ایسا کہون
جو اپس نکتی تہی ھو کی دولت منجی — بلندی دیوی ھور رحمت منجی

آغاز داستان خاورنامہ

جو مسجد میں اقصا کی بیت الحرام — رسول قریشی علیہ السلام
مبارک وقت کون جو یک تا مدار — جو بیٹھی تہی مسجد میں اسوقت شاد
زبان کہول یاران اپس میں اپن — تہورا بہوت ہر یک لگی بولنی
بولیا ایک جون مالک تا مدار — نہو سبہی دنیا میں بہی دوسرا سوار
بولیا سعد وقاص مجہ سا رکا — نہیں کوئی مجلس میں مجہ کا رکا
جوان ایک ابوالمعجن اپس ناو تہا — جو مردی میں اس ناو سب تہا تو تہا
ھنر کا دوا دلمین روشن اتہا — ھنر سب او حیدر تہی سکیا اتہا
اونچی ھور نیچی بات اسی درمیان — عمر جا بکی لیکر ایا دہان
ماریا او ابوالمعجن اور سعد کون — ھوئی دو نو جانان بہی رنجیدہ جون
غصی آئی دو نو دیکہی کہور کر — لگی جا لگی جون کی در روز کر
بہن بہی جو مردی میں باندیں کمر — دیکہیں کی جتی سب یو اصل نظر
جو حرمت تری نان رکہیں کی بیان — کرینگی تجہ آوارہ اندر جہان
بولی پنج مجلس تہی او بہار کہی — نظر نان کرے کام اس تہار کہی

ھور سچندہ خاطر او دونو ملے　　غصی ھو کر مجلس تی دونو چلے
جو مالک دیکھیا کام ایسا ھوا　　جو یو فتنہ یارا ہین بالا ھوا
شتابی سون آکر نزد عمر　　پکڑ ہات اس کا کیا لی بدر
چلی لوک اپنی پی آرام گاہ　　ملول او پریشان ازان جایگاہ

پہر آئے شہر میں چہوڑ دشت　　خوشی سون بولی اگر یو سرگذشت
کیا ترجمہ دکہنی ھور دلپذیر　　بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہیں مجہ کمال خان دبیر　　تخلص سو ھی رستمی بی نظیر
پلا ساقی او می جو ھی خوشگوار　　جو دہرتا ہوں میں بی پلا ہی خمار
خمار تہی جو میں دردسر کہینچتا ہون　　فراق تہی اس آہ جگر کہینچیا ہون
دی او می جو ستی اچھی مجہ مدام　　کری رستمی کون او عالیمقام
دی او می جو یوز ہی مراسب خمار　　پڑی ھور بہلی تہی کرے رستگار

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

خمار اسکا پکڑیا ہے پیوند و پے　　خمار تور دی پیالہ یک بہر کر می
کہلایا سون پہولان باغ سخن　　معطر ئی ستی دماغ سخن
کرے جب گذر پر گلستان من　　دکہکا یو پہولان بہ بستان من
حضوری کی فردوس میانی درانی　　جو دکہیکا جنت نمن دلکشا ہی
بہار تہی جون باغ ارم تازہ روے　　جو دمزا ھی فردوس کا رنگ و بوے
جون فردوس ایامی در بوستان　　بہشت ایسا لیا ھی بر دوستان
موا تہا اندیشہ منہی رہنماے　　رکہوں یادکار ایک میں پی بجاے

سنواریا ہوں سن نامہ سوں خامہ کون | نہایت کون اینڑا یا ہوں نامہ کون
نہایت سوا نامہ نامدار | سوا نامداران اپر یادگار
اگر ماتی ہوویگا تن زیر خاک | میرا نا جتیا ہی مجہ کیا ہی باک
نبی کی جو ہجرت تہی کیتا خیال | ہزار پر پچاس اور نو کی تہی سال
کیا رستمی اسوقت یو کتاب | بندیا بات کی کوہران بیحساب
خاور نامہ دکہنی کیتا ہیوں نام | ہوا خاوران پر قصہ سب تمام
اپس اوپر بہت گنذریگا روزگار | اچہیگا یو دنیا میں ہور یادگار
توں اس نامی کون نامہ شاہ جان | دوجی نامیان پر شاہ دلخواہ جان

جنگ کا سین

چلیا جنگ تہی شاہ دلدل سوار | اُچایا او دلدل نشان غبار
کیا ایک حملہ او لشکر اپر | سواران چلی ای اپس کرد کر
کہوریا نکی نعل تہی زمیں چاک ہوئی | اسپنی پی لرزی ہیں سب خاک ہوئی
نفیریان کی نالی کی آسمان میں | اٹہی گرد لشکر تہی میدان میں
سواران کی پانوکی پی اوار تہے | زمیں میں کی مردی اٹہتی واز بہی
کرد میں جوں بجلی چمکتی تہی تیغ | جون بجلی دسی ابر میں بیدریغ
بہت سر جو باری تہی دو زیر نعل | سران تزیا نکی ہوئینی تہی پی نعل
موئی ہور زخمی پری تہی تہی | جو چلینی کوں وان بات نہیں تہی کہتی
علی مار پاری تہی وان سوار | چو افلاک اس کر سکیا نہیں شمار
اپس روزبا زو تہی او نامدار | ماریات سو ہور بہی یکہزار
امن سنگین باقی لکی سب سپاہ | سران تہی رکہی سب اپس کا کلاہ

زبان سون صفت اسکی کرنے لگی | الپس سر کون زنہار منگین لگے
علی کی ایمان لیا دنو ہی امان | نیچا کا تمن کون تمارا ایمان
ادکو ہی ہو کا بج تیغ تہی رسپتکار | جو ارسپی تہی دلکی دھور لیکا غبار
جون ارسپی تن دلکوں روشن کری | حکم پہ پیمبر کی گردن دھرے

شب زفاف عروس کے متعلق کس قدر پردے میں بیان ہوا ہے۔

دل افروز ھور سے حد کون وان لیجا | کئی عقد دو نو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا | اتہی رات ساری محل میں اوجا
ستارے اتہی جشنی سب راتکوں | پہچی دیکہ کرادا جیت کالی سون
عروس بہ سجکی جونکہ جلوا کری | فلک کی پی جھری تہی بہار آپہری
علی بہی بولا ہی دل افروز کون | کی اچہ نون پان یو بخ بہی دون سون

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعد الپس پر جا نو فیل مست | چلکتی لیا رعد سپی تیغ دست
دو با کان پر ہی لیکر شمشیر تیز | زمین پر کئی الپس دقت ستیز
ماری اسس اپر ہر طرف تہی پی تیر | سپر سون رکہیا داہنا اپنا او سپر
پہر کی بہن بجلی دستی تہی تیغ | دسپی بجلی جون ابر میں بیدریغ
غصے سون ماری زخم ھور یون لری | جو سر تہی سپر نکری ہو کر اتری
جواناں کی بازو تہی شمشیر یون | ہوی تہی جو جو کان سپر کند جون
سوار رعد کی الپس تہی میدان میں | ہوئی دیکہ حیران وان سب جنین
آخر کون ابو المحجن تامدار | کیا سر اپر رعد کی تیغ بار
سپر لیا یا سر پر او جنگی سوار | دو ٹکڑی ہوا او سر جوں خیار

سپر کاٹ کر تیغ اتری ملار
کاتی ترک پولاد سر ایکبار
جلیا رعد کی سرتی بہی لعل خون
ہوا ترک پولاد سون سرنگون
ماریا کرم ہو غصی سون پہلوان
کاتیا زین ہور سب تمام ستوان
اسی سپر تہی بہی پانو لک دو کیا
اس تیغ زین سون باندیا

ہوا اس تہی معمور سکا جنگل
جانو ایا ہی کاروان دان نکل
زمیں وان کی حشی سپنواری گئی
بلشت ایک خالی کہیں نہیں رہے
ہوی جون جنگل میانی اوہچ رات
ہوا پیدا ایک سار ہی انکی سات

نہیں جانتا ہی میرا نانوں تون
لجانی کون ایا ہی اس تہانو توں
میرا نانو بہی میر ستیاف ہی
جو مج تیغ تہی چرخ پر لاف ہی
میری تیغ تہی تون نہیں ہیں پلنگ
جو مناتی ہیں باکان مرادیکہ جنگ
ترا نانو مج بول کیا ہی اتال
وکر نہیں تو تجسون کرونکا قتال

اتہی کردن اور ران اسکی سبطر
ہتی کا دہری رذ پنجہ مر یہ
دونوں ہات اسکی درخت چنار
دونوں پانو ہور ران مانند دار
لب اس کا جانو کردہ کا دنہا
او ہفتاد کا دان تہی پتا دتہا
لیا جو ب سنگین ان ہات میں
کری جو رہتی کون یک سات میں
کشادہ اتہا سینہ اور سفت اد
تون بولیگا تہا دیو جون جفت او

تمام شہر خاور مسلماں ہوگے
تمام یکبیک افرین خوان ہوئے

آئی سشر کی عورت لی عورتاں سنگات ۔۔۔ او حیدر کنیں ای بولنی کون بات
اتہی سینت ھور او نوش لب ۔۔۔ رخ و زلف و مرتی تہی جوں روز و شب
او تہی خوبرویان کے دل کا بہار ۔۔۔ او خاور زمیں کی اتہی لالہ زار
پری سرو قد تہی پری زاد نام ۔۔۔ جو اپس مکہ تہی خوبان کون خوبی تمام
مسلمان ہوے جیو سون جاکر زن ۔۔۔ اسیتی ھوئی خوشش تمام انجمن

لہو سات شمشیر رخشان کرون ۔۔۔ پانی پیانی لعل بدخشاں کردن
الٹو اولی نوبت بجا واز فراز ۔۔۔ جو جہکر لکی نوبت بجی بان پی باز
بہی کشتی ہیں تہی ایر ای نفیر ۔۔۔ بہری دریا اوپر تمام آکر تیر
دو کشتی پو تیران تہی آپڑے ۔۔۔ ننکان پی او دکہ جہکر اڑے
سپہ کون دیا او نیج کو راب دل ۔۔۔ جگر کی لہو سون تہی سیراب دل

ہر یکطرف کشتی سون کشتی لکی ۔۔۔ نہیں کوئی رہی تہی اسمین پہکے
سر نیزہ سینیان سون کشناخ ھو ۔۔۔ موئی بہوت سینی میں سوراخ ہو
ہوا مردیاں تہے دریا سارا سیاہ ۔۔۔ جو کشتی کون جانی نہیں ابری راہ
تن مردیان سون جاگا سارا بہریا ۔۔۔ لہو کی جانو دستی تہی سب دریا

تون دین نبی سات پر نور ھو ۔۔۔ اپس دلکی توں دلو تہی دور ھو
گواہی دی ای مرد دانش نمای ۔۔۔ محمد ھی جکہیں رسول خدائے
زبان سات توں دلکوں یہی یاد کر ۔۔۔ پیمبر کی بول پہ سے اقرار کر

شاہ سمک کے خواب کا سما اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمیں حبشی دمرتا تہا شہ زیر پائے | چھپی ہور آتش ابراہی زجائے
اسپی اک تہی نہار آئی شرار | بہی کیمیا آتش لکی سب عصار
جوان ایک ظاہر ہوا خوش خرام | اتہا تکہ اسیکا جوں ماہ تمام
سنبل سون کلی تازہ کون دیا اب | بندیا سایہ بان شب کا بر آفتاب
اتہا خم میں حم حلقہ تا پشت پاے | صبا زلف تہی اپس ہو وہی عطر سالے
تبسم کیا یا ہزاران نمک | ایا او نزدیک شاہ سمک
انی پکڑ یا اس ہات فرزانہ کون | کیا خویش اس وقت بیگانہ کون
ایسی اک تہی اس کنارہی کیا | پہر ہو کر اسکون کلی لائیا
جون شاہ سمک دیکہا دیدار او | ہوا جیو سون اس خریدار او
اسپی بولیا ای مائہ مردمے | تجی دیکہ حاصل ہوئی خرمی
کیا ہی نانو کہ میں غلامی توام | کروں بندگی کہ بنام تو ام
انو بولی میں ہون رسول خدائے | ہوتا گمرہان کو سنج میں رہنما ہے
مسلمان ہو تون دین مرا پذیر | کفر چھوڑ دی اور اسلام کر
گناہان کون تری شفاعت کروں | شفاعت تجی میں نہایت کرون
یو سن مژدہ شاہ سمک سفا دہوا | مسلمان ہو دوزخ تہی آزاد ہوا

شمامہ کا صلصال پر ماتم کرنا۔

بزان رونا بہی اپس پہ آغاز کے | ماتم کا ابی شیوہ بہی باز کے
اویون بولی اہی بادشاہ جہان | دولت سون اتہا توں پناہ جہان
دنیا تجہ پناہ میں آسودہ تہی | تری دور میں ظلم تو کچہ نتہی

تری داد تہی ظلم کوتاہ تہا
ترا تاج پی افسر ماہ تہا

توں بیدار کر فتنۂ درخواب تھا
زمیں تیغ تل تیری سیراب تہا

اتاں آئی خرابی لیکار جہان
اپڑا یا شب روز کار جہان

اتاں شاہی کا تخت بی شہ ہوا
توں روشن جب تہا سو جوں مہ ہوا

اتاں ہیں ہور یو سو وضع کا پی درد
انکیاں تر ہوٹہاں خشک ہور آہ سرد

زمانہ جو یوں دیکہلا یا منجے
انجو کی جا کی لہور لایا منجے

شب کا سماں :—

سیپواری تہی شب ردی تابندہ ماہ
رو مسکین کیسو سات خال سیاہ

خم طرہ چہوڑیا تہا مہ نی ردوش
زلف زانگی سوہنی تہی عنبر ردوش

لکنہار شب کا قلم کہنچیا
اپس دائرہ پر رقم کہنچیا

دنیا ہوئی سیہی خط تہی عنبر مثال
جوں خوبان کا مکہ زلف و مرتاد حال

چہوری رات نی زلف مشکیں رسن
جانو عاشقاں کی دلاں پر شکن

رین کی سیاہی تہی کیسوی شام
زرہ کوں کرہ گیتی بردہی بام

کہولی مشک کا او پرند سیاہ
بندہی اسمیں قندیل زریں ماہ

اُجان ہار ایو سقف نیلی طرازہ
بچہایا یو نہ فرش کلمزیہ یا زہ

رین جعد مشکیں رسن بافتہ
عنبر تہی خط بندہ کی یافتہ

عروس رات کی یہی وریں ہفت باغ
کہنی جلوہ او بامر ازاں چراغ

زمانہ زبان باندکر تہا خموش
زمیں پر بٹہا کچہ پی بانگ خروش

تمام مرغ و ماہی کئی تہی نی خواب
فلک نے کیا تاب از آفتاب

نہیں خواب تہا مجہ نہ دلکوں قرار
نہ ہشیاری تہی سر میں نہیں تہا خمار

پریشاں اندیشی تہی تہا دل کسل | جوں گیسوی خوبان پراکندہ دل

پری زاد تہی او پی بر چشمہ سار | خبر نہیں اسس ار حیدر نامدار
پریکا تو جا کا اہی چشمہ سار | چمن میانی اچنی اہی گلعذار

وہی دیو جو سعد کون لی گیا | ہوا تہی دھوان ہو تلمن آیا
کمرگاہ پکریا انی آ کر | لیا ہات میں تیغ او شیر نر
ماریا تیغ او دیو کی سر اپہ | کاٹیا سر تہی پاداں تلک سر بسر
کیا نعرہ استپار ہی یک بلند | موا دیو نعری تہی ہو کر نژند

روایت کیا مالک نیک نام | محمد کی انکی علیہ السلام
دیکہا میں جو صلصال ڈہالا ہی او | تہا ہشتاد گز قد و بالا ہی او
جو اس سات میدان میں آئی علی | سر او لیا و مرتی سو پیروے
جکہج قد و بالا صلصال تہا | علی اسکی قد تہی زیادہ دسیا
دیکہا قد ہور بالا صلصال یاژ | زیادت دسی استی جوں سرفراز
انی بولیا ای مرد افسوں نمائے | توں جادوگر تہیں اب پہرائے
توں دستا تہا انکہی میری زبوں | دوچی وضع دستا ہی توں تو کیوں
میری اپس درازی و پہنا سنگات | زیادہ دسیا قد و بالا سنکان
تری ہور مری میانی ہی داورے | کیا کرتا ہی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

البتہ فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاورنامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے جو ۸۳۰ھ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو باتصویر ہے۔ برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۹۷۱ھ میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلاگ کے صفحہ ۱۶۴۲ نمبر (۱۹۷۶۶ اڈیشنل) پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ باتصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ جمادی الاول ۹۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور بقول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ قہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور با کمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاورنامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں بعہد عمر مرزا ابن تیمور گورگان ۸۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا "خوسف میں" مدفون ہے۔

اس نے خاورنامہ کو شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔

اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزر ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

بیک قرص تا شب از بام گاہ | قناعت کنم چو خورشید و ماہ
شکم چوں بیک نان توان کرد سیر | مکش منت سفرۂ اردشیر

تاریخ تصنیف بھی مصنف نے نظم کی ہے

چو بر سال ہشتصد بیفزود سی | شد ایں نامہ تازیان پارسی
مرا ایں نامہ را خاوراں نامہ تام | بنادم بدانکہ کردم تمام

رستمی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکھنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قائم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکھنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکھنی
گرد ہے بگفتند جادوگر ست	کتک بولے اس کوں کہ جادوگر ست
کہ شمشیر او اژدہا پیکر ست	جو شمشیر اس اژدہا پیکر ست
چنیں داد پاسخ ہماں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یو نج شاہ
کہ از تاج داراں خاور سپاہ	کہ ہیں تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکر ست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے
گرایدوں کہ ایں مرد جادوگر ست	جو او مرد جادوگر کرا ہے
ز جادو بدیں کشور آرم سپاہ	میں جادو کر نکا منگا لوگاں سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کوں جادو سوں ہوں کینہ خواہ
بدیں جادو و آرم بجادو شکست	میں جادو سوں جادو کوں دیونگا شکست
کہ آہن تا آہن تواں کرد پست	لہوے سوں لہوے کوں کرے پست

اس کے بعد فارسی میں ”نامہ نوشتن جمشید“ الخ۔ اور اردو میں ”طلب کردن جمشید“ الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:۔

فارسی	دکھنی
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
شہبال جادو بخاور سپاہ	بھی شہبال جادو کوں خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک ،	لکھن ہار الے کر قلم چھر کیا مشک

فارسی

قلم راندبر روے کافور خشک
چو خوانیده نامه نامه سنجو اند
ز جادوے یکے نامه در بر ستاند
بدو گفت اید بر پیاسے راه
سوے حصن پیل از در بارگاه
شدم هم کنون بر سر داستان
بپردازم این نامهٔ راستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر
نوشته چنین یافتم بر حریر
که چوں فرمان بر علی گشت راست
ازاں پس دراں مرز بودن نخواست
بیاراست بر بازگشتن سپاه
سوے مرز خاور بپیمود راه

یکے کاروان آمد آراسته
همه دشت از یشان پر از خواسته
رونده هیونان پر از بارها
مرصع کفل پوشش و افسارها
همه دم پر از گوهر شاهوار
همه طوق بازو و خلخال دار

دکھنی

چو کاغذ تھا ایس کا جون کافور خشک
پر تہارا اس نامے کون جون پر یا
او خاور تھے یک نامور کن دیا
اسی یو لیا اس بات تھے جاتون راه
حصن پیل کون جا ازین بارگاه
اتال اتا سون بر سر داستان
یو یو نتا سون جون بولے تہی راستان
معنبر کے خط سون بمشک و عنبر
لکھے تھے سو ہن دیکھا بولیا بر حریر
علی جون لئے تیروان سب تمام
کئے تھے استیار براو ارام
او پر جانے خاطر سینواری سپاه
انو پکڑے خاور ملک کی راه

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان
بھریا ہے تمام دشت سب ساروان
دور پہاڑا تو پات بھری بار سب
مرصع کفل ہیں اسی تار سب
پروی ہیں موتی و نسب کے بالیں
جڑی ہیں چرت سب دو خلخال بین

اُردو	فارسی
زمین تھی اپرایا جون گنج رہے ،	صبا از ہیونان ہامون نورا
اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اہے	زہاموں بگردون سارنیدہ کرد
بھی انو پان کی کیونکہ دکر ہی شور تھے	ز ابریشم و مشک و عود و عنبر
زمین شور کرتی تھی در روز پے	ز دیباے رومی و حبشی حریر
اگر شاہ کون گنج درکار ہے	زمین را تو گوئی بگنج اندر است
تو بھیجو کسی گنج پہ یار ہے	ز بار ہیونان برنج اندر است
سواران دیا بھیج کر ایک ہزار	کنوں گر بود شاہ را راے گنج
جو لیاؤ کاروان کا تہیں رخت و بار	بدست آیدش گر کشد پاے رنج
ابوالمعین کرد شہ سون کہیا	نوادر فرستاد مردے ہزار
جو خورشید کون کوئی رکھے نہیں چھپا	کہ بستارند از کاروان رخت و بار
	ابوالمعین کرد با شاہ گفت
	کہ خورشید تابان نشاید نہفت

دکھنی خاورنامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں بجنسہٖ درج کی جاتی ہے۔

"سبب منظوم کردن خاورنامہ دکھنی آن بود کہ علیا جناب خورشید نقاب قدر ازاے دہم عفت مسند آرای کشور عصمت۔ زینت بخش حجلہاے مخدرات مجلس آرا حجرات طاہرات والا مراتب سمو مناقب خدیجہ سلطان شہربانو الملقب بڑے صاحب دامت عفتہا و عصمتہا کہ بصدق یقین و یقین و صدق خود را کنیز پنج تن پاک و حضرت بہترین انام

پیشوائے عظام مقتدائے اکرام حضرت دوازدہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام

وحضرت فاطمہ زہرہ خدیجہ الکبرہ و چہاردہ معصوم پاک .... (؟) و

نیّر اعظم برج لولاک اند خواندہ وصیبہ طیبہ بستہ گردون بارگاہ قطب

فلک عز وجاہ سلطان محمد[۵۱] امین قطب شاہ ابن قطب[۵۲] شاہ است وخواہر

نیکوسیر شاہ گیتی پناہ کسریٰ کلاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ ابن قطب شاہ

است وزوجہ شاہ سلیمان بارگاہ جم قدر سکندر سپاہ خاقان فریدون فر قیصر

والا منظر سلطان دین پناہ ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاہ ابن ابراہیم

عادل شاہ است ووالدہ صاحبہ ارشد ارجمند کامگار مؤید منصور بختیار فرہ

ناصرہ دولت واقبال عزہ ناصیہ حشمت وجلال سعادت مند ابدی وازلی

شاہ زادہ عالم وعالمیان شاہ علی مدعمرہ رااینچنیں بخاطر رسید کہ خاورنامہ

فارسی اگر بزبان دکہنی منظوم شود بہتر است پس فرمودند ہر کہ این کتاب

خاورنامہ رابزبان دکہنی منظوم کند اورا بمراحم گوناگون شاہانہ وعواطف

بوقلمون خسروانہ ممتاز فرمودہ از ابنائے زمان وسخنوران دوران سرفراز

گردانیم۔ بنابران محرمان سراپردۂ عظمت تفحص بسیار وتردد بیشمار این

---

۵۱ شہزادہ مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاہ کا فرزند اور سلطان محمد قطب شاہ کا باپ ہے
نوجوانی میں انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چبوترہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاہ کا گنبد ہے
نہایت ذی استعداد اور علم دوست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سن میں ۱۰۰۴ھ (۲۵ اپریل
۱۵۹۶ء) میں انتقال ہوا۔ ص۵۹ مآثر دکن مولفہ سید علی اصغر بلگرامی

۵۲ کاتب سے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد
ابن محمد امین کی دختر تھی۔

مژدہ بہجت افزا و بشارت دلکشا بہ کمال خاں ابن اسمٰعیل خطاط خاں دبیر
کہ دبیر قدیم ششش کرسی درگاہ عدالت پناہ است و بزرگانش بخطاب
خطاط خاں نوازش یافتہ اند و طبع نقادش در فن شاعری مہارتے تمام دارد و
درسلک نظم و نثر درنا سفتہ را سفتہ آورد در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد
و غزلیات فارسی و دکہنی بلاغت از حد براہ رسانیدند (؟) رستمی
حسب الفرمودہ ملقبیں زماں و صنوف اعطاف بیکراں قبول بنیغی گشتہ
رستمانہ رخش فصاحت فارسی را بمیدان بلاغت دکہنی جولاں دارہ ہر بیت
بیت فارسی را بیت بیت دکہنی انتظام دادہ نامش خاورنامہ دکہنی کردہ
از تائید ربانی و از فیض فضل سبحانی بست و چہار ہزار بیت دریک سال
و نیم تسوید نمودہ ترقیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق رشید باتمام رسید
امید و از درگاہ مجیب الدعوات اندکہ کارفرمائی ایں کتاب را از نخل بخت
و عمر برخوردار کرداسد بمراد دل برساند۔ و مولف و نویسندہ و سامعہ و خوانندہ را
نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد"

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاورنامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں مثلاً
(الف) یہ اردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے نہ تو اس سے پہلے اور نہ آج
تک ایسی ضخیم مثنوی اردو میں لکھی گئی۔
(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پھر پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی کیونکہ آج
تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔
(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔
(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہوسکتا ہے کیونکہ
ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا ناگزیر تھا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے لوازمات

تھے۔

(۵) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نثر معلوم ہوتے ہیں۔

(۶) کئی سو تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ صفحہ پر کل تصاویر کی تعداد (۲۸۷) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویر میں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سما نیلا گو رنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے بھی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے مسلمان مرد اور عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہندو مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہندو مرد دھوتی کا استعمال کرتے تھے۔ ہندو عورتیں ساڑی کو پیچھے ٹوپ دیا کرتی تھیں مسلمان مرد لمبی قبا تنگ آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبا بھی اس کے اوپر ہوتی تھی پائجامہ کبھی تنگ کبھی گھیر دار ہوتا تھا۔ عام طور پر پگڑی باندی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے بھی ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے وقت خود استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں لہنگا دامنی اور چولی کا استعمال ہوا کرتا۔ پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً یہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہوگا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جزلا ینفک تصور کرتے تھے دعا مانگی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امرا کے کھانے کے وقت ملازم قوال سے کبھی اڑایا کرتے۔ مختلف کھانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دیئے جاتے صراحی بردار پیچھے استادہ رہا کرتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہوا کرتے۔ بادشاہ موسیقی سے بہرہ اندوز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد تھا بلا نجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور بوقت ماتم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ سوتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے سوتے وقت لونڈیاں پہرہ دیا کرتیں ان سے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرضکہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شئے اس میں نظر آتی ہے گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں ہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے بزم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح رزم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب۔ طریقہ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ "علم" مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز۔ بحری جنگ کا سما نظر آتا ہے۔ فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر صراحت ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

خاورنامہ کے اقتباسات سے واضح ہوسکتا ہے کہ رستمی کا پایہ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادر الکلامی کا پورا شاہد ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاورنامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ نثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ مابعد کی مثنویوں میں بڑی سبقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاورنامہ کے باعث رستمی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

گلشن عشق

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ اکسفرڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۳ شوال ۱۱۹۹ھ

ب۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز ۸ × ۴ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ کاتب غلام صفدر

تاریخ کتابت ۳ شعبان ۱۲۱۰ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز ۸ ¼ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۷۔ خط نسخ

د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز ۸ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ

برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹۔ اورنٹیل) ورق (۱۹۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¼ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

اکسفرڈ نمبر (۳۴۳) ورق ۸۳ سائز ۶ ½ × ۴ ¼ سطر (۱۳) خط نستعلیق۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ۔ تاریخ کتابت، ربیع الاول ۱۱۶۴ھ

بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس و برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدمالت کی عشقیہ داستان مصنف نصرتی۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک برہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تہا۔ مثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو ۱۰۶۸ھ
(۱۶۵۷ء) ہے۔ مثنوی میں طویل دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت،
منقبت علی، علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے مصنف نے مثنوی
لکھنے کی صراحت بھی کی ہے۔ کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم
کو دکھنی مثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح غواصی نے
بدیع الجمال کو کیا تہا۔ ابن عبدالصمد جو نصرتی کا دوست تہا اسنے بہی جو کیا۔ ایک فارسی
مثنوی منوہر اور مدمالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے ہی ۱۰۵۴ھ میں
مہرو ماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصرتی نے اس امر کی صراحت نہیں کی ہے کہ اس کا ماخذ کون سی کتاب
ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ یہ علی نامہ کا بہی مصنف ہے۔"
گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں بہی شامل ہے ان کی وضاحت کا
خلاصہ بہی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "راجہ منوہر اور شہزادی مدمالت کا قصہ دکھنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔
یہ نسخہ باتصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بہی ہے جو لمبی ڈاڑہی کا شخص ہے۔"
اسپرنگر کا بیان ہے کہ "دکھنی بولی میں ایک مثنوی ہندو عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔
مولفہ نصرتی۔ تاریخ تصنیف بہی بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۶۳ھ"
مولف کیٹلاگ بوڈلن لائبریری آکسفرڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:-

"ایک قدیم عشقیہ داستان دکھنی زبان میں ہے میاں نصرتی جو علی عادل شاہ
ثانی کے عہد میں بیجاپور میں تہا جو علی نامہ کا بہی مصنف ہے اس کو نظم کیا
ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تہی جس کا مصنف شیخ منجن یا منجن تہا۔
دکھنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاقل خاں رازی نے مہرو ماہ کے نام

سے ۱۰۵۹ھ میں نظم کیا ہے۔"

گلشن عشق کی تاریخ تصنیف کے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی

جس سے ۱۰۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے متعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے متعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کے ضمن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آباء اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلح دار تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب قدیم یک سلحدار جم رکاب

نصرتی کے مذہب کے متعلق بلوم ہارٹ نے ڈی ٹاسی کے صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

خافی خاں اس کو ملا نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل شاہ ثانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باش سپاہ دوست در سخاوت و شجاعت وسعت خلق مشہور .... در عہد او ترجمہ روضۃ الشہداء و قصہ مشہورہ مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمود۔"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"شعرگویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بدرودہ (؟) اعلیٰ رسانیدند چنانچہ ازیں زمرۂ شریفہ یکے میاں نصرتی است کہ بنصرت طبع ویاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است" (ص۲۹ ب)

بساطین السلاطین میں زبیری لکھتا ہے۔

"ازاں طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان را برکشیدہ" (ص۱۹ ا)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ ان اصحاب کا نصرتی کو ملا، میاں، خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ برہمن نہیں تھا۔ ان مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی برہمن ہوتا تو اس کی بھی صراحت ضرور ہی کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے تھا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی میری   چلی آئی ہے بندگی میں ترتی

جو ہوں میں بھی بندہ اسیر ہوا   جو آیا ہوں تجہ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی برہمن نہیں تھا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ فوجی افسر تھا وہ سلطنت کا خیرخواہ اور جان نثار تھا۔ اعلیٰ سوسائٹی میں اس کی کافی عزت تھی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی لیاقت رکھتا تھا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کر دی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمراں ہونے پر وہ اول تو شاہی مصاحب پھر ملک الشعرا کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزم و بزم میں سلطان کے ہمرکاب رہا کرتا اور قصائد پیش کیا کرتا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور مذہبی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیجاپور کے مشاہیر علماء اور فضلا مثلاً قاضی کریم اللہ۔ شاہ ابوالمعالی۔ شاہ نور اللہ۔ ابن عبدالصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحب دولت اور روزگار سے بے فکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حالات اس کی تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کر سکتا ہے۔

بیجاپور کے مورخین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"ازین زمرۂ شریفہ یکی میان نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف راسر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است و خیالات رنگین و اشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زمان ملک الشعرائے وے انگشت قبول بر دیدہ رضا گذاشتند بل سخن سنجان کامل عیار پایۂ شعرش را در ہند مقابل اشعار خاقانی نسبت بفرس داشتہ اند بریں مدعائے صدق شاہدیں عادلین دو نتیجہ طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ۔"

(از انڈیا آفس ص ۲۹ ب)

زبیری مصنف بساتین کی رائے بھی نصرتی کے متعلق یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ازان طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ فتح اقلیم سخنوری کردہ اشعار تازہ مضامین و خیالات دقیقہ او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتند۔ شعرائے زماں و سخنوران عصر الملک الشعراے او انگشت قبول بر دیدہ رضا گشتند۔ بہ صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع دقاوش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم علی نامہ است .... در مدح وصفش مبالغہ کردہ اند و پایۂ شعرا و را در ہندی عدیل پایۂ شعر خاقانی در پارسی داشتہ اند .... قصائد عزا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین و خیالات رنگین اند مشہور اند"

(انڈیا آفس ص ۹۱ ف)

مندرجہ بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تاریخوں سے نصرتی کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کئے ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر علی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا بادشاہ کی زبان سے یہ مصرع نکلا ؎

اٹھتا سو یو فوارہ پانی پی کیا نچھل ہے

نصرتی نے فوراً مصرع موزوں کیا ؎

تجہ شاہ پر اتراتی موتیان کا مورچل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے دو مستقل تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق

ہوتی ہے مگر مولف گل رعنا نے نصرتی کی ایک تصنیف گلدستۂ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجا پوری مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستۂ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اردو شہ پارے ۱۰۸۱ھ میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت۔ پھر سید محمد حسینی گیسو دراز کی مدح پھر وجہ تالیف پھر بادشاہ کی مدح۔ پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پھر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم نام تھا۔ اس کا پایۂ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ جواں بخت جوانمرد تھا۔ اس کی سخاوت شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجتمند آتے کامیاب اور نہال ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمربستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی غم میں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح رانی کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ مونھ ہاتھ دھو کر پوجا کرتا اور خاصہ کھا کر باہر برآمد ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کھا رہا تھا ایک فقیر نے صدا دی راجہ فقیر کی صدا سنکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شے نہیں لی یوں ہی واپس ہو گیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہو گیا۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جا لیا وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا مجھے "بانجھ" کے گھر کا کھانا روا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلگیر شرمندہ اور خجل ہو کر

واپس ہوا۔ رنج و غم سے بدحال ہوگیا صبر کا یارا نہ رہا۔ آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔ غم و الم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دل دہی کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کرکے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کے بھیس میں پردیس کی راہ لی۔ بھوک پیاس کی مصیبتیں جھیلتا۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کئی ملک طے کئے جنگل و بیابان ڈھونڈے مگر گوہرِ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ ظلمات میں آبِ حیات نہ پایا۔ آخر ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل و گلزار تھا۔ پھولوں کی مہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کر رہی تھیں راجہ نے ان کے کپڑے چھپا لئے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہو کر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کئے ہیں اگر وہ دُنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ یہ سن کر باہر آیا اور بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آرہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولادی کا داغ ہے ایک فقیر آیا اور داغ پہ داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات کے گھوڑے دوڑائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہوسکتی ہے ہم وہاں تجھکو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیئے جب کوئی ضرورت ہو تو اس کو جلائے تاکہ وہ امداد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہونچا یا گیا۔ راجہ نے دیکھا جنگل کے تمام چرند پرند فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے شخص فقیر ترے سر پہ جو پھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدھار اور اس پھل کو رانی کے ساتھ کھا۔ پھل لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو جلایا وہ آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہونچا دیا۔

وطن پہونچکر فقیر کا دیا ہوا پھل کہایا نو ماہ کے بعد اولاد ہوئی۔ ایک خوبصورت شہزادہ تولد ہوا نجومیوں نے زائچہ دیکہا اور حکم لگایا کہ چودہ سال کے بعد آوارہ ہوگا اور جوگی بنکر شہر شہر ملک ملک پہرے گا۔

کنور منوہر کی تعلیم و تربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالاخانہ پر آرام کر رہا تہا۔ پریوں نے دیکھ پایا اور لے اڑیں۔ مدمالت کے پہلو میں سلا دیا وہ بیدار ہوئی اور متعجب ہوئی۔ اس کے بعد دونو کو جدائی نصیب ہوئی منوہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہونچا گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت اوسکے قدرت کی اول سراوں	دہریا جس نے یو گلشن عشق تاو

منقبت ملاحظہ ہو۔

ابا بکر صدیق او یار غار	دہریا سقف دین رکن جستی ادہار
عمر ابن خطاب سا او نیک راے	جوات عدل سوں دین کا گہر بسائے
جو عثمان دہنی شرم ایمان کے	او جامع اہیں جملہ قرآن کے
وصی نبی ذی شرف است بلی	سواو شاہ مردان علی ولی

مختلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

نہے مجلس آراسے فن دلفریب	دیا نیہ کی یوں مجالس کوں زیب
سرنگ صدر جوش داستان کے سوار	کہلایا ہے کر تازگی نو بہار

دسیں ہر ورق پچہ کی خوش چمن
ہر یک بیت میں سیں پہول بن

ہر یک گرچہ مصرع اچہے یک نہال
ولی عارفاں کرے طوبی مثال

نہیں شاخ اچہے گرچہ ہر یک بچن
جمی ہیں معانیکی میویاں سوں بن

اگر عاشقاں کا جکچہ منکے من سکے
دکہادی تلنگ دکہاتوں میوی چنکے

دیکہو یو تول نخل بندی ہنر
خوش اس منی نظارہ کر یک نظر

کہنے کون ہے تون سو اظہار کر
پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر

گیت روپ لیا یا ہے ہی کچہ بلا
منتر لے منج آیا ہے کر مبتلا

میرا باپ درشن ہے اس دہات کا
کہ کار یا ہے جگ سوں آفات کا

نکر جان جیونکون فاضل اتہا
یوسکہ زندگانی کا مشکل اتہا

توں کہونے بدں چہونا کام میں
اپستی اپن آپر یا دام میں

کہا بات یوسن کہ منہر کنور
کہ تون کون اپن دیکہاتی سو ڈر

کہتا اس درشن کیا ہی اندازہ تج
کہ ہے یو تلنگ کیر کر شہر منج

میرا باپ بکرم کرے راج یاں
کوآتا ہے راجیاں کا سرتاج یاں

کہی بے ہوش کیاتوں کہا یا اسے
ہو دیوانہ جیپ میں گنوایا اسے

بہارس نگراسی نگر کا ہے ناؤں
اسے اس محل میں سو میرا ج ٹہانو

دہرم راج منج باپ سے جگ پتی
اسے ناؤں میرا بی مدمالتی

تب ان پاکے فرصت یو کرنے کی بات
لگے بولنے یوں کہ اے دہن سجات

جو جیو بیٹہی کا درشن ہوا سو ہمن
یوسب فیض بخشش ہے تیرے چرن

نہ ہوتا تو منج یگ تھے یو فیض اگر
دو کان پہر کے پڑتی ہمارے نظر

ہمن سر تراپوں ہے ایکار آج
جو ہوئی تجہ انگے بات کرنے کی لاج

یو سن بات مدمالتی دہ عجب
کہی عذر خواہی یتی کیا سبب

کہ میرے سوالان کوں دیے پیچ و تاب
اجوں لگ ہی دیتی ہے ہو کیچ جواب

مگر بات کا منج ہیں نیں کر سمجہ
حکایت و دکہنے تج آتی ہے رج

لگی پہر یو کہنے کون اسے دہن سجی
سمج بات تجھتی ہے کیے ہوسے کچی

کہتی ہوں جو یو بات اچہے جہوٹ کر
تو سوگند کہاتی ہون تج حسن پہ

سنی اس دلکہنی سنے یو بات جب
ادک تعبیہ سون برامان تب

کہی یوں تو اس دہات وا عجب نہ تہا
ٹڑے پن کا تیرے مناسب نہ تہا

کہ لے حیلہ منج پر جب اس دہات سون
نہنے جیو پہ کرنے منگی گہات تون

منج ایسی تجے جائے بالی اہے
ہور اتنے پہ تون بدخیالی اہے

نکہ پھر تون ایسی بچن آج تھے
کہ میں پل میں جیو دیوانگی لاج تھے

یو سن بات خالا کہی پھر بچن
کہ اے پاک دامن سجانی سو دمن

اوتم پن میں یک دہال موتی ہے تون
نچھل حال میں چاند جوتی ہے تون

مگر منج و دتن کر تون جانی اہے
منج اخلاص جہوٹا پچھانی اہے

تون سمجی شاید منجے یوں یقین
کلنک لاجو تج مہ کوں ہوؤں عیب چین

کہیں اصل گوہر سون ناہوے خطا
نکو ہو سٹون اصل پن کا وفا

سچی بات کون چیپ نہ کر جہوٹ تون
خدا واسطے منج مت لوٹ تون

یو خالا نے سب بات کہچ ہیں
ادک آکے مد مالتی پیچ ہیں

چہپا اس سون دل گرچہ راضی دہری
ولی مون پہ کئی اعتراضی دہری

مثنوی کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت،

یک یک عشق کی بات کتے سو نقل　　پینے پڑ رہی کس کے جاگا پہ عقل
ولیکن دکہن یو رہیا کھن　　نہ کوئی خوب قصہ کہا نیک فن
بری کچھ غواصی یتی کر خیال　　کیا تازہ باغ بدیع الجمال
غرض انکی منج تیں چہانی یہ تہی　　چتا چونپ دی ہم ہیں لیاتے یہ تہی
تب اس سمیں یک مرد صاحب خرد　　مسمّی جسے ابن عبدالصمد
جو او لذت ہو سخن سجن تہا　　او کے عقل کی راز کا گنج تہا

رکھیگا تون جس ٹہار پر آ قدم　　سکت کس ہو دن آ سکے مار دم
جتے جگ کے قصیاں ہیں قصہ نول　　ہو مدمالتی کا چ ہے بے بدل
کندر کر کی کر جو سب سوس رنج　　ولی تج بدل یو رہیا باغ گنج
تون بسم اللہ کر یو قصہ شروع　　جواب فیض فیاض تج ہور رجوع

سو محبوب یو قصہ دلفریب　　تو ہو سے جادو پانی ہیں جب منج تے زیب
یکس روپ کے ایک عاشق اتہی　　جو خوبی ہیں سب جنت برحق اتہی
جو تہنو کنور عاشقاں کا پتی　　اتہی جسکی معشوق مدمالتی
کروں عشق عشاق کا تس بیان　　دہروں نیہ معشوق کا اس عیان
سنواروں پھر اس پہم کی بزم کون　　کروں تازہ دل جگ کے خوش خرم سدن
پہر اس دور ہیں مست ساقی اوٹھ　　او دیہم کا لیکہ باقی اوٹھی

خاتمہ کے اشعار:-

کہا ہوں یو قصہ جو خوش دھادن سوں	علی شاہ عادل گیری نادن سوں
تلک جگ میں مقبول اچھو مدام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں باہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔

مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

برٹش میوزیم والا نسخہ	رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ
الہی تیں جگ کون داتار ہے	الہی توں ہی جگ کون داتار ہے
کرم محض تجہ پر سزاوار ہے	کرم محض تجہ پہ سزاوار ہے
عنایت کا تج ہے یو عالم نواز	عنایت کا تجہ ھت تے عالم نواز
کرین ذرہ خورشید تی سرفراز	کرین ذرہ خورشید تی سرفرار
غریبان پہ بخشش میں پیارا توچ	غریبان پو بخشش میں نیارا سو توچ
منگی تی بی لئی دینے ہارا توچ	منگی تی بی لئی دینی ہارا سو توچ
نہی نام ور سید المرسلین	نہی نام ور سید المرسلین
جو آخر کون او شافع المذنبین	کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں، مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔

اسی طرح ہر عنوان میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیاٹک والا نسخہ		آکسفرڈ والا نسخہ	
حمد	(۹۰) شعر	حمد	۹۲
مناجات	(۹۰) شعر	مناجات	۹۳
نعت	(۵۶) شعر	نعت	۶۶
معراج	(۷۸) شعر	معراج	۷۸
منقبت	(۴۶) شعر	منقبت	۴۶
مدح گیسو دراز	(۴۱) شعر	مدح گیسو دراز	۴۱
مدح بادشاہ	(۱۴۹) شعر	مدح بادشاہ	۱۵۳
اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق	۵۱
عقل کی تعریف	(۳۵) شعر	عقل	۳۵
عشق	(۵۴) شعر	عشق	۹۱
قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)	قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیاٹک والے نسخے میں بعض آخری اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے مالک نے اضافہ کئے ہیں ؎

ختم خام تھا سو دکھن کا کلام — ہوا بخت تج ترتیب سوں تمام
تیرے شاعراں شعر نازک بنائے — صفت تس کی جو ہاں کی لب میں نہ پائے
کہ اس باغ کا باغبان نصرتی — اتھا اسکوں بخشش عطا قدرتی
جہاں میں جہاں تلک ہوئے شعر گو — سخن سنج صاحب ادب نیک خو

الہی ان کون تو داریں میں — عفو کر فرح بخشش کونین میں
ہے مالک تصہ کا محمد شفیع — تون کر اسکو دو جگ میں گردن رفیع
کیا بت کیا ہوں یو قصہ نول — تو کر لطف سوں میرے مشکل کون حل
برہ کی نسبت کا دے ہنر — چکور ہو کو حاصل کروں میں ثمر
منجے عشق کا جگ میں کر یک پتی — ہوے جونکہ منوہر و مدمالتی
نکو مار نعرا یو مخلص غریب — تجے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے بو علی — بسر جائے سب حکمت کا میلی
سنے گرچہ تجہ آتشے آہ سور — پڑے جا کو ظلمات میں چھوڑ نور

برہ کی چمن کون دے محنت کا آب
تون پاوے گا خوشرنگ کا گل شباب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصل مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دھوکہ ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی در اصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۱۱۶۴ھ کا قرار دینا چاہئیے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق در اصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خافی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

"در عہد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زلیخا تالیف ملا جامی و ترجمہ روضۃ الشہدا و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بنظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمودہ"

اسی خصوص میں مولف بساتین ابراہیم زبیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

"از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع یاوری مزاج شمشیر زباں را بر کشیدہ .... بر صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع وفا وش یکے قصہ عشق بازی منہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است"

(برٹش میوزیم ص ۹۱ ل)

مولف اردوے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔

عاقل خاں رازی نے بھی منوہر و مدمالتی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوافی خاں نے گلشن عشق کو عاقل خاں کی مثنوی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ گلشن عشق سنہ ۱۰۶۸ھ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عاقل خاں نے شمع و پروانہ لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاریخ تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ ہے۔

سال ہجرت ہزار و شصت و نہم	ہست اکنوں زدور نظارم

(اردوے قدیم ص ۷۵ طبع اول)

مولف اردوے قدیم خوافی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوافی نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و مدمالت تصنیف عاقل خاں بیان کیا ہے۔ مولف اردوے قدیم کو اس امر کا دھوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی سنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

ز ہجرت یکہزار و شست و پنج است　　　　کزیں غم خانہ غم نامہ ظلم لکہ کمست

(میوزیم ص۴۹ ب)

شمع اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پدماوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منوہر اور مدمالت کے قصہ کو اولاً شیخ منجن یا جمن نے ہندی میں لکھا تھا اس کے متعلق ہماری کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور اونہوں نے کب اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔

اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے ۱۰۵۹ھ میں کنور منوہر و مدھومالت کے نام سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش میوزیم[۵۱] میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ ایتھے نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے بھی کچھ واضح نہیں ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے ؎

ہزار و پنج و نہ سال بودہ　　　　کہ ایں نو بادہ نظم وانمودہ

مصنف نے ابتدا[۵۲] میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجھن کا ترجمہ ہے۔

---

۵۱ ۳۵۲ اورنیٹل اور (۲۶۳۲) اڈیشنل۔

۵۲ ملاحظہ ہو۔

طفیل حضرت اولاد آدم　　　　بہ یمن وہمت اصحاب اکرم

چناں اندیشہ بر من گشت روشن　　　　کہ مدھمالت زبان ہندی زمنجھن

بگویم فارسی در شعر ابیات　　　　دروغ در راست او داند ز ابیات

ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن　　　　ز شعر ہندوی بوداست پر فن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر و ماہ ہے جس کی تصنیف ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ انڈیا آفس[51] اور برٹش میوزیم[52] میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری[53] اکسفرڈ اور پیارس[54] میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اس کتاب کے متعلق ایتھے کا نوٹ حسب ذیل ہے۔

"مہر و ماہ یعنی سورج چاند۔ ہندوستانی عشقیہ داستان کنور منوہر اور رانی مدھومالت۔ ۱۰۶۵ھ میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جمن یا منجھن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے ترجمے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرتی نے ۱۰۶۸ھ میں دکھنی نظم میں منتقل کیا۔"

---

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب میتا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس[55] میں موجود ہے اس کا مصنف مادھو داس گجراتی ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۸ھ میں ہوئی ہے۔

(۴) انڈیا آفس میں ایک اور کتاب قصہ مدھومالت[56] کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایتھے نے صراحت کی ہے یہ مہر و ماہ یا منوہر و مدھومالت (جو ۱۰۵۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر و ماہ[57] کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

---

[51] ۱۶۳۴ [52] ۴۸۷ ۳ [53] اورنٹیل ۱۲۴۱ [54] ڈی تاسی ۵۵۰ P

[55] ۸۲۴ [56] ۸۰۳ [57] ۱۵۰۹۹

مدمالت کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
ان کتابوں کے منجملہ ع۳ گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ع۴ غیر معروف ہے
اب صرف ع۱ و ۲ زیر بحث ہوتے ہیں۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زبیری صرف منوہر اور مدمالتی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ ایتھے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر مبنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

میری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظر یہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ شیخ منجھن کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مدہمالت سے ملائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک کے جداگانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے مدنظر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل علیحدہ افسانہ ہے چنانچہ مہر و ماہ کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دہرس نام عدل و انصاف میں مشہور تھا اس کے زمانہ میں ہر شخص خوش و خرم تھا سوائے عاشق ناشاد کے کسی کا دل رنجیدہ نہیں تھا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر تھا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کو کبھی جدا نہ کرتے ماں باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے نجومیوں کو طلب کر کے زائچہ دیکھا گیا ان لوگوں نے سعد و نحس دونو علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند مرتبہ ہوگا لیکن جب چودہ سال کا ہوگا تو شوریدگی پیدا ہوگی جوگی بنکر جنگل کی راہ لیگا ایک عرصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن کے جداگانہ استاد رکھے ہر فن کی تعلیم ہونے لگی۔ جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو خوبصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تھا۔ آنکھ غمزہ کے گھر میں سازش کرنے والی تھیں ہونٹ یاقوت کو شرماتے تھے غرضکہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس طرح چودہ سال کی عمر کو پہونچا۔ دن رات عیش و کامرانی میں بسر ہوتی تھی دن عید رات شب برات تھی ایک رات وہ اپنے بالاخانہ پر سو رہا تھا قضارا چند پریاں سیر و تفریح کے لئے نکلی تھیں اور ہر دلکش و پر فضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکھتی تھیں انہوں نے دیکھا تمام اسباب شادی و طرب جمع ہے اور ایک حسین و خوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہو کر دیکھنے لگی اور ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے "مدمالت" کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو مقابل کر کے فیصلہ کیا جائے۔ پریاں منوہر کو سوتے میں لے اڑیں اور مدمالت کے پہلو میں سلا دیا۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو اٹھا کر تماشا دیکھنا چاہا "اوہ" (مدمالت) کو اول بیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پا کر متحیر ہوئی اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بھی بے اجازت پر نہیں مار سکتا تھا تعجب کرنے لگی اپنے ننگ و ناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ آیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اور پریوں نے سلا دیا۔ اس کے بعد منوہر کو بیدار کیا گیا وہ بھی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے) پھر وہ بھی بیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال و جواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے لطف صحبت سے مسرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہو گئے پریوں نے منوہر کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منوہر بیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں ہوئی عشق نے مجنوں بنایا۔ راجہ کا وزیر سورج بہان آیا نصیحت اور پند کی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ادھر مدمالت کی بھی حالت ہوئی۔ کنیزوں نے جب مجنوں کی سی حالت دیکھی تو اس کی ماں کو خبر کی۔

منوہر کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی دشت نوردی شروع ہوئی اسی حالت میں ایک مدت کے بعد مدمالت سے ملاقات ہوئی شاہد مقصود سے ہم کنار ہوا گل مقصود حاصل ہوا کامیابی سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف "مدھو مالت" کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

شہر کنکر کا راجہ سورج بھان نام بڑا مشہور راجہ تھا۔ اس کی رانی کنولا نام حور صورت تھی ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔ جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھا نجومیوں نے زائچہ دیکھا کنور منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا گیا کہ جب پندرہ سال کا ہوگا تو جوگی بنکر سے شہر بہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم ہوگا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

ماں باپ نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج سپرد کر دیا۔ تاج سر پر رکھا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی ایک رات مجلس طرب قایم کی منوہر کا باپ سورج بھان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔ ہر قسم کے موسیقی کا سامان فراہم تھا۔ آدھی رات کو مجلس برخاست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس آیا بالاخانہ پر استراحت کیا۔ پریوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون ہوگئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک جداگانہ ہے۔

(ب) نصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی قصہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میری طبع کی تیز تازی کی تین	یون سون کہ نہار بازی کی تین
ہر اک داستان بوستان	ہر یک بیت ہر یک محل جانشین
معانی کی صورت کی ہے آرسی	کہیا شعر دکھن کون جون فارسی

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام ۔۔۔ دہرے فخر ہندی بچن پر مدام
دگر شعر ہندی کی بازی ہنر ۔۔۔ شکستیں ہیں پیا فارسی میں سخون
میں اس دو ہنر کے خلاصہ کوں پا ۔۔۔ کہیا شعر ایسا دونو فن ملا
دیویں داد اس فارسی شعر دان ۔۔۔ جو ہندی سنی ہے کہیں ٹل سوں تان
آ دیکھا اگر ہو حسد سوں کباب ۔۔۔ رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب

(ص ۱۵۲ ط از انڈیا آفس)

اگرچہ شعر نمبر ۱ اور ۳ سے ضرور شبہ ہوتا ہے کہ نصرتی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۵ اور ۶ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دو ہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(ج) نصرتی کے ہم عصر ما قبل اور ما بعد جن شعراء نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل فارسی سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے مثلاً خاور نامہ طوطی نامہ، سیف الملوک و بدیع الجمال، منطق الطیر، روضۃ الشہداء وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی بیشی ہوئی ہے پر ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مہر و ماہ کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"تعصب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کرکے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے اس کی اور اس کی بواقعی واقف ہوئے۔

سوداؔ کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ دیکتائے فن طرازی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منوہر و مدمالتی کا گلشن عشق سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا سکا خوب سمجھے"

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالتی
سو ویسی سعادت بھری وقت پر	چو یکتا دید در خوبی و جوہر	حکیم و ہم منجم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر نہاد نام او منوہر	شدند ہر یک برو خورشید خاطر
سمجھنے منجم گھڑی مو سرس	بلفظ ہندوی کو ہتی منوہر	بدیدند طالع مسعود بودش
سہیلیاں جو جب تہاں تہاں ہر جرس	بود در فارسی معنش دلبر	برآمد اختر دولت ز نورش
بجایاں جرس جلد اوسی وقت جب	جہانش سپہ ان نازنین بود	نہادند نام او کنور منوہر
لگی لک منجم و مصلی پلکوں تب	لی سرمایہ عمرش ہمین بود	شود اندر جہان از حشمتش اظہر
سکیاں دیکتے اس نول سور کوں	نمیکردی ز خود یکدم جدانش	خبر دادند کارش را ز انجام
انکھیاں سب کیاں موچھی کیاں کوں	پدر چون مادران بود فدائش	چہ از دولت چہ از ملکت چہ از نام
کیا نور تر جگ میں ایسا جھلک	بہر جا بود از ارباب تنجیم	شود چون پانزدہ سالہ منوہر
رہیا ہو کہ ظلمات چوتھا فلک	فراہم آمد از اطراف اقلیم	خلش شخصی بود در سینہ اظہر
کتے وقت کوں جب دیکھیاں ہوش پا	ہمہ عقل و نظر بو ند کردند	شود جوگی بہر جانب بگردد
سیاں کر کہ چھو کی رتی رھنما	نظر بر طالع فرزند کردند	کہ تا یک سال بہر او بگردد
....	یکی کردہ نظر بر اختر او	چو بعد از سیر آید سوی خانہ

گلشن عشق

پچھیں شاہ پھر آکہ مجلس طرف
بلایا تکے سب نجومیان کے صف
جو شہر میں تہا نانون جس کن نہ ہان
جسے حل اتہا زیچ پستک پران
کہا خوب نردھر الیس منکون ٹہانو
کھون شاہزادیکوں یک نیک نام
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر
لکھوزائچہ دھر جنم کا پتر
دھیں باست شہکی اوکن ندہان
کتاباں پریاں اپنی فنکے آن
دوک پستہ عرفا تکے دھر نظر
پرکھیا ناؤن اسکا سو منوہر کنور
پچھیں اسکے طالع دیکھیا کر خیال
ہوا خوش سچ بخت میں بیمثال
قوی بخت کا تس ستارا دسیا
مشہی چہتر کا صون معارا دسیا
جسے مات نو کھنڈ کی راج سب
دیو نیکی رعیت ہمن باج سب
کر لیکا جہان زیر شمشیر سون
پہرادی فلک تین جو سچ پہیر سون

مهر و ماه

نکردون تاچه آید بر سر او
یکی در طالع او دور بین بود
که با طالع فراسس خود تقریب بود
یکی بگرفته از آسمش حسابے
یکی در فال بکشوده کتابے
یکی بنشسته اصطرلاب در دست
یکی تا ساعت مولود پیوست
بچشم دوربین و ذهن چالاک
نظر کرده بگردشهای افلاک
علامتهای سعد و نحس دیدند
رقم بر صفحه طالع کشیدند
همه پیشش امد مسعلوم کردند
باسمش زائچه مرقوم کردند
که این فرزند گرد در راهی رایان
بود در طالعش شاهی نمایان
بود در عرصه گیتی بسے سال
بتخت خویشتن باتخت واقبال
ولی چون با هند در چارده سال
کند شوریدگی پیدا در احوال

منوہر و مدمالت

بدست آرد ہمان مطلب زمانہ

گلشن عشق

خوشی اسکے عدالت کی ہی دور میں
اور ہی نہ حال یک رتی چور میں

....

انہا کر چہ بھتل یوں بخت ور
پراسنے دس آیا اٹل یک خطر
کہ چودا برس دیس بیکاس ہوئی
خطر ہو نہار تپ اس پاس ہوئی
او چادی خطرات بلا کی جو دہول
چلے اڑکہ یو باغ تا ہی نہی پھول
بہر یکا سونچان سون کئی ملک پر
بہو لینکے ہوش اس روپ پر کئی بہتور
بری کی پت کی کھنیری زوال
بہر اونکی اس کل کون کملا کہ حال
سلامت ولی بیسکے ہاتان تہی پھر
بہر آدی ملو پرورہ اس ڈنکے دصیر
ولیکن سو ہی لادوا یو بلا
کرکی سو ھر حال ایسے مبتلا

سخن ور سخن سحر کا دیدہ بات
کری یوں حکایت کی کشتی روان

مهر و ماه

بماه یازده از سال مذکور
بتاریخ نهم از ماه مسطور
شود جوگی و خاکستر بمالد
ز دشت محنت و غربت بنالد
ولیکن ختم کارش خیر گردد
چو سیر از محنت و از سیر گردد
چو طالع نامه او را پدر خواند
غبار راه او از کرنه پشاند

کهن رهبان این دیر بلا خیز
چنین شد افسانه را افسون ریز

منوهر و مدمالت

چو بشنید این نصیحت را منوهر
بخاک آلوده روی تن منوهر

گلشن عشق

ہوا شاہ فرزند تہی جب نراس
تردد جو نہین چل سکی بے قیاس
کمد ر نکل گہر تہی تب بہارا آ
کہا یون اپس پیشوا کون بلا
کر شکر ہمن پا نہتی منہر کنور
منگیا ہے سمندر پر سون جانے سفر
اول مستعد کر جہازان اپار
شہانچہ سامان بہرتس منجہار
مگر کچہ سبب کاج پر کم نہوی
نہیں سن ہیں پردیس کا غم نہوی
وہین پیشوا شہ کون تسلیم کر
کہا حکم تیرا ہی منجہ سر اوپر

....

سپاہی بی نامی دلادر جوان
سخندان صاحب سخن ور فشان
کہنری سو ملاح صورتا خدا
نکالی جو لاکہا نسون یک یک جدا
جہان دید سوداگران اٹ کنہیر
سو پیر و جوان راہی زن بی نظیر

مہر و ماہ

بصورت دل نشین در کوس عالم
زند رنگیو نہ دم زین قصہ غم
کہ چون سوز منوہر شعلہ زن شد
دلش سردار جہان و از وطن شد
بگفتا چارہ جز بیچارگی نیست
علاج من بجز آوارگی نیست
غم این شہر و اینجا پر نشاند
بجز صحرا و دریا رہ نتابد

....

پدر راز این مصیبت چون خبر شد
جنونش از پسر ہم بیشتر شد
دلش خون گشت از ان درد جگر زور
قدم زد سوی فرزند دل افروز

....

رضا ناچار ناسوا نفصا داد
سرانجام رہش کردہ در شما داد
سپہ شد ہمرہ او فوج در فوج
علم نشست فیلان اوج در اوج
زنا کولات و ملبوسات شاہے
کفاف سالہا دادش کما ہی

منوہر و مدمالت

لوازم جوگیان از چوب کہپر
گرفتہ شد روان چو مہر انور

....

اگر بر تو جنونی گشت غالب
زبہر جستن مخفی مطالب
بگیر این لشکر و گنجینہ ہمراہ
ز مدمالت شوی تحقیق آگاہ
چو بشنید این سخن کنور منوہر
روان شد در طلب ان مہر انور
بدو دادند لشکر ہم خزانہ
پا و کردند ہر یک را روانہ
بکردند زانجا چشم گریان
بآہ و نالہ و با جان گریان
روان گشتند کنور با ہمہ کس
بہ پرسان جانب شہر مہارس
چو بعد از مدتی بر ساحل یم
رسیدند ہمہ با محنت و غم
بکشتی ہا سواری می نمودند
بدریا اندرون کشتی براندند

گلشن عشق

مغنی ور قاص کن کیان کی
اچھیں روح پرور خوش الحان کے

طوفان سے کشتی کا غرق ہونا

سخن دان صاحب خرد باستان
لکھے کھول یون غم بہری داستان
جو عاشق کے سنگ او جہازان کا صفت
چلیا تہا جو انکی سمجھیں یکطرف
قضا اللہ یک ناگہان کہن سون آ
جہازان کون سب مار پہچی بلا
سمندر کیری اننت نہی تا کاس
بلند سد باندی کیا اسپاس
کنڈلیں جلچہ اسکے پانی اوبج
رہیا سو نہیں جا سکیا یک لیے لج
بندی سب کے چار و طرف تہی نظر
رہیا نہیں بجز دیکھتا تل اوپر

مہر و ماہ

....

کہن راوی چنیں کرده روایت
که چون در سر مہر افراخت رایت
کشتہاے معمور از ذخیره
شده دریا جزیره در جزیره

ایضاً

چنیں رفت تقدیر الہی
که کرد کشتی عاشق تباہی
نہفتند در محیط آشنا بنے
خورد صد موج خون از طوفانے
گہی در آب خرت میشد و غرق
گہی غیرت ابر کشمش برق
بدریا جاش در کام نہنگ است
بصحرا ہم رشش قبل و پلنگ است

....

بہر سوی جہازی شد تباہی
قضا را غرق شد کسی تباہی
بہر جا موجہ طوفان عشق است
ستیزاو بجا تنہا ران عشق است

منوہر و مدمالت

درین آسنا قضای آسمانی
مخالفت بادلی شد ناگہانی

ایضاً

ہمہ کشتی میان موج افتاد
ہمہ لشکر دران گرداب افتاد
فرو رفتند در گرداب آن موج
منوہر ہم بغلطان رفت در موج
خدا را یاد میکرد و ہمی رفت
بجز نام خدا دیگر نمی گفت
که ناگه در میان موج آنجا
منوہر یافت چوبی محکم آنجا
بآخر چند مدت در کناره
رسیده با دل و جان پاره پاره
نه آنجا دیده یا رو آشنائی
نه مردم دیده نه آباد جای

گلشن عشق

دیکھت ذنک ہوبولی کہ یو اوٹ سا
ہمن کیا جو پیرا پر پا کوٹ سا

....

چار صفحہ اشعار آنے کے بعد

یو لیسی ہیں لٹ پٹ ہو تختہ پکر
بہتا چپ چلیا موج سوں تسپہ چر
ترن کاں ہیں کہیں دو تبا نیر تا
کہیں نبٹ چلتا کہیں پیرتا
کتے دن تلک جیو پہ لی رنج سوں
سو کرتا الپس سخت پر آب روس
سلامت سوں دریا کناری لگیا
پھر امید کی رہ منجہاری لگیا
ہوا جوں وو دریا کی آفت تہی پار
ہزاران کیا شکر پروردگار

بعد کامیابی واپسی کا ذکر

پیا کنٹہ خوبیاں کی در خوشاب
ملا لیا کی کئی سو سب انتخاب

مہر و ماہ

منوہر ماند بر یک تختہ تنہا
صدف شد تختہ او لولوی لالا
باخر کرد عشق دلبندشش
دران بحر حوادث بجنہ ندشش

....

چند شعر کے بعد

زموج آن تختہ چون آمد بساحل
بساحل کرد منزل مہر سدل
بعد سرگشتگی مہر جہان تاب
بوقت شام آمد بر لب آب
بہر سو رو نہادی مست و شیدا
نگشتی راہ کوی دوست پیدا

"

حدیث آغاز این افسانہ راز
چنین کرد در انجاش سخن ساز

منوہر و مدمالت

" بلا عنوان

چو چندی بعد شادی در گذشتہ
وطن در خاطر ہر دو گذشتہ

گلشن عشق

دونو شاہزادی دونو ماہ رو
خوشی سون رضا لی چلی ملکہ تو
مرتب کرنہار مالا رتن
کیا ہے دو یون نظم تیری کٹھن
جو منہر کنور عاشق بختور
چندر سین صاحب رفا خوش سیر

دونو شاہزادیانکی دل دہرا و چاٹ
دیکھ درس ماباپ ہور راج پاٹ
پونہچ نگر میں دہرم راج نر
کیا تہا چندر سین کا کاج کر
جو منہر کنور صاحب اشتیاق
اول سور بل سات کر اتفاق
رضا ملکہ وہر اپنی جانی سے منگکے
بنیان کون سنگاتی سجانی سے منگکے
اتہا راج کوی دن جو خوش باغ باغ
پوس بات ہو کر نپٹ داغ داغ
تبیلے سون کئی دیس دلگیر ہو
پہر اس بات پر راج تدبیر ہو

مہر و ماہ

کہ مہر و ماہ چون گشتند ہمدوش
زہرہ مشتری ہمید ہم آغوش
ہم کعہد چوہان عیش کرد
دین آنکہ یاد ملک و جنس کرد
در آنجا ہم مست نو د بعیش
ولی حب الوطن امرست دلکش

اجازت داد یکرم راے ہمہ را
کہ تا سازد سور (؟) دست دو ر را (؟)
نمودہ ہر یکی تودیع داماد
کہ تا سازند ملک خویش آباد
سر انجام سفر شاہانہ کردہ
مقیہا را ز غم دیوانہ کردہ
منوہر بعد از چند ماہے
بملک خویش پسدر راہے

پدر شد حال حالی و موالے
باستقبال ان اقبال عالی
رسیدار آہ مہر عالم افروز
بنائے والدین افنا دانہ سوز

منوہر و مدمالت

بیشش رای چتر سین رفتند
وطن رفتن یاد اظہار کردند
چو دل رخصت یافتند ہر دو کنور
روان گشتند بملک خویش باقر

یہان عنوان ختم ہوتا ہے

منوہر ہم با استقبال رفتہ
قدم بوسی پدر مادر گرفتہ
پدر مادر بہ پیشش بر گرفتند
بصد مہرش کنارہ در گرفتند

بحمد اللہ مرادش گشت حاصل
ز مادر و پدر گردید واصل

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
جہازان کرا مستعد بے شمار وہراساز و سامان دریا کنار		
تلک راج رانی بڑی شوق سون کنور سات ملنے چلے شوق سون	بچشم دل رخ دلخواہ دیدند رخ مہ ہم منور ماہ دیدند	
محبت سون چھاتی لگاتیں چکل بچھڑنیں کی جہال دسوں اوبل		

اس اقتباس وغیرہ کے مدنظر میری رائے ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدمالت کا۔ ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ یہ دونوں نصرتی کے پیش نظر رہی ہوں۔

گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، کتب خانہ سالار جنگ، انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ بمبئی میوزیم میں بھی ہے۔

علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (نمبر ۳۷) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰ × ۶ ۳/۴ خط نسخ

(۲) برٹش میوزیم (نمبر ۲۶۵۲۷) ورق (۲۲۰) سطر ۱۴ سائز ۹ × ۵ ۳/۴ خط نسخ

بلوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں اس مثنوی میں علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جس کی ایک دوسری تصنیف گلشن عشق ہے"

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں موجود ہے اس کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"علی عادل شاہ بیجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات۔ جو تقریباً ۱۵۵۶ء میں تخت بیجاپور پر بیٹھا تھا۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جو ایک دکھنی شاعر تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں علی نامہ شریک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

اس کی سنہ تصنیف کے متعلق بلوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں نہیں ہوئی ہے بلکہ ۱۰۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امر قابل ذکر ہیں۔

(الف) اس میں ملناڑ کی فتح کا قصیدہ شامل ہے یہ فتح ۱۰۷۴ھ میں ہوئی ہے اس

سے واضح ہوسکتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں نہیں قرار دی جاسکتی۔

(ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جاسکتا ہے سنہ تصنیف ۱۰۷۶ھ واضح ہوتا ہے۔

لکھا ختم کا میں جس جو یو کراوس	ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس

(ص ۲۱۶ ب)

علی نامہ سے ہی نصرتی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اس کے دوست واحباب کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بیجاپور کے مشاہیر علماء و فضلا تھے۔

علی نامہ بھی ایک مثنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آگئے ہیں۔ اس میں حسب رواج اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت پھر معراج کا ذکر اس کے بعد منقبت پھر بادشاہ کی مدح۔ اس کے بعد وجہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات شروع ہوتے ہیں۔

اس مثنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں حمد کی سرخی۔

حمد اول ہے خدا کا جنے روز اول	دیا ہے ہمت مردان کون جو توفیق سویل
رکھیا اس نامہ نامی کا علی نامہ ناؤن	تا جنم جنگ یو زمانی کی کلی ہوے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :—

سرانا سرہی آوس سکت دار کون	کہ آدھار ہی ان نرہار دہار کون

تیری اک صفت تے ہنوز یکرتی	کرے توں مناجات انا نصرتی

تمہیں اے شہنشاہ دنیا و دین	شجاعت کی بہی صفت کا کرسی نشین

کہوں کہوں گفتار اوس راج کی   اتھی رات اجنک جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر۔

دیکھا توں اتا مدح شاہ زمان   کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران

سنو نہیں پڑیا لک یو نامہ عجب   سخن نظم کرنے کا اول سبب

مثنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات درج کئے جاتے ہیں:—

چلیا دہم پہ دہم ات سر تک ہور چشم   ہوی آسمان ہور زمیں پیش دکم

لگیا آب وسنی کہنسی جا زمیں   ہوا کون ہوا جسم پیدا یقیں

بڑی تول رنگس تسکی ہوئی فوج پس   اوک لوشنہ ہیں جوں ہوی خار و خس

سپہدار بیزار ہیں گز کون کہال   کہا تسکی لشکر پہ چوندہر تی ہال

مقابل ہیں پیلیچ یوں مار کوٹ   سٹی پار ہر تن کی اعضا ہیں پھوٹ

جدرتی منکیں سماند آنی تمام   اپڑ دہا پنج جا یو کریں قتل عام

زمیں لہو تی جہگڑیاں تی سیراب ہوئی   اگت بہر ندیاں سجر خونتا ہوئی

دہی توں جس یوں لہو کی کہتیاں پہ بہوڑ   گلیاں کی نکل آئی کنکریاں تی موڑ

کہڑک کی جسی آب و تاب آلگی   لگی اک پانی دیکہت تکپکی

کیا تہا جو جس سر پر اس تیغ آب   ڈوبی غوط بہیو دیکہت سر آب

اوک دہنکران دہم سوں چاندی چلے   کشاں رچکہ بر کی دہانڈی چلی

مسلح غول کیہجی و بہالا ہتیار   شکر رنگ و کچ کہا و لوڈہر کی تتار

لی واری پیادی چلی دل بہچن   بکتر ہات گردی سوتازی دو ون

تفنگی فرنگی ہور انگریزیان | کتی ارمنی کئی و لندیزیان
کتارہی کریان کی کیتی دل چلی | بلم ہات لیلیکہ ماندل سے چلے
چلی بہیل کنتہیان کی دہر دہر کمان | چلی کونتا و کوپیانتے ہیاتیان کون تان

ہریک فوج کون اپنی بازو قوی | ولی ہر ہندی پہ بلا یک نوی
دسنت کون تو کئی بار بل یک وسینا | یکیک تن جدا صف پہ پہنک دسین
برستی تہی یو فوج یک جس پہ دار | ہریک جکتی تنتی تہی تازی ہزار
جوانا کی تن پر جہوما جہوم میں | لگی زخم کاری روما روم میں
سلحپوش تس دل کا کالا ابہال | برسنی لگیا لہو کا برسات لال
اندیشی تی انکیز اوک سخت کام | دیا تہا اپس خوب چہرتی تمام

قیامت عثمان پہ قائم دسے | علامت قیامت کے سالم دسے
تہی ہت پکڑتا شور کا سلسلہ | اوچایا سرب دل میں یک زلزلہ
اندو سون چلیا فوج کرتا تلف | سنبستان سون ہاتے لکیا صف بصف
چشم پاؤن تل سیج کی تہا تل کے راس | ستپیرنی تہی ہر توک میں اتیقیاس

خندق بحر و بر جان مشاز سے دسیں | سکندر کے تیلی بہاری وسین
مخالف کے کشتی ہو برگشتہ بخت | پڑی اس طرف آنتا ہی ہو سخت
دسی ہر بیہرزا جہنجکیا سو ہات | کہ ادریح ہو یہان تو ہی جیو یہ کہات
کہی دیکہ ہیتوی کون جس برج ہی | جو یو پنجر مسی سدیا جرح ہی

نشانان وچھتر باین پنکھی سون اپار — کئی فوج کون قطعہ نو نہار
شہنشہ نظر میں یو لیا سب چشم — لڑائی کی جاکی سمج پیش کم
اینو ہیں بی تجویز سون چھانٹ چھانٹ — رکھی کوٹ دربہونی بہانجاں بہ بانٹ
دسی پائی دل بہر کہ برجا نمین یوں — بڑی ہٹ میں چہتیا اوبلتیان بہی جون
لڑانی و لڑنی انکی ہو کہ بد — پیادیاں کون دیتی وزیران مدد

نقاری ہر یک ٹہار بجنی لگے — جتی بہیرو کرنی گرجنی لگی
لی آئی لڑائی یہ ہر دہنک کون — تراتی نفیری ورن سنک کون
پیادی دیی مار ساندن لگے — سواران پہری دل کی باندن لگے
کئی کوٹ دارو سون موت آک کی — رکہی مار جا کا پکڑ لاک کے
جو تہی پنیٹ اوس کوٹ کے دنیٹ میں — جو پڑیا لوک سب کوٹ ہور پیٹ میں
سرافراز خان اتہا سو ہوا استوار — کہڑا پنیٹ انکی آ اپس رچکہ بہار
اہی ہم کہڑی آپشتا نان کہری — جوری برج سون یہ چہوت ہو بکتری
تیر انداز سون سانک و ایان کا ہم — نہ دیوین سانک تیران تی کم
شترنان وہتیاں دہی مون یہ آن — رجی لیا انکی تیر ور رام بان
تلک یک غلولا ہو شترزہی کی فوج — غنیمان یہ دئین مار نی آتہی فوج
دیکہیں لک دو نو دل میانی کہین — سلگنی یہ ہوئی یک بلا کے اگن
اڈتہیا ات شرانگز بانان تی شور — تڑیان بہوئیں یہ بجلیا بچک ور سون زور
جمیا سخت پہرہارتی یوں دہوان — کنوانا کیا کوئی کہتری آسمان
بہتی یک کی ہو فرنگیان ہزار — کیان کولسی کون فلک کی انکار
سو برج کرم ہوسے لیکہ کنجی کا روپ — ڈہل ڈولدلا رس کے جاکا بہ دہوپ

نکالک چلی یون غلول کہین	کہ یارہی ہیں پیسی کئی سب آکن
دہواں گرد دجوں اوس کا تہا دہوت	ہوئی بوند شبنم کی کوبیاں سکت
کہی یک بہ یک تیرتوں جلد ریز	ستی نوک سوفار پیکان تیز

علی نامہ میں مثنوی کے ساتھ نصرتی کے سات قصیدے بھی ہیں ان میں پہلا قصیدہ پنالہ کی فتح کا ہے جو ۱۰۶۹ھ میں ہوئی تھی۔

پنالہ ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجاپور کی سرحد پر واقع تہا بیجاپور کے سپہ سالار افضل خاں کو جب سیواجی نے مکاری اور دہوکہ سے قتل کر دیا تو علی عادل شاہ نے اس کے قلع قمع کے لیئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر کے سپرد ہوئی یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر عفو تقصیر کا ملتجی تہا۔ علی عادل شاہ نے اپنے رحم سے اس کی خطا کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیواجی سے لڑنے کے لیئے روانہ کیا۔

سیواجی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پنالہ سے موسوم تہا محصور ہوگیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نرم کر کے ملا لیا اس طرح دونو شیر و شکر ہوگئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس مہم کے لیئے روانہ ہوا جب سیواجی خود بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پنالہ کو چھوڑ کر بہاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ کا بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔

سیواجی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سراغ نہ چلا اس لیئے بادشاہ بیجاپور کو واپس ہوا۔

پنالہ کا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس پہ قبضہ ہونا ایک بڑی بہاری فتح تھی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پھر بھی ایک دشوار گزار اور سنگلاخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور پھر دشمن کا روپوش ہو جانا فتح سے کم نہیں تھا۔

نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہے اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے۔ پھر سیواجی کے نالائقی کا اظہار کر کے اس کے حملہ کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے حالات بیان کرنا۔ فوج کی بہادری اور جانبازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود بنفس نفیس بادشاہ کا روانہ ہونا۔ سیواجی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پھر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے آخر پر مدح سرائی کے بعد دعا پر اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہید ملاحظہ ہو۔

جب تے جھلک دیکھا اک سورج تیری تروار کا | تب تے لگیا تھر کانپنی ہو پر عرق یکبار کا
کوئی بند جو تیری کہرک کی پانی تے دریا میں پڑے | کہا جوشش اوک یک لہر ہوئے تختہ اکھنڈ یک کار کا
کر ہیں تو طالع کے فوج جم تے اک جیم ہم دسے | جس میں تو عالم گیر ہوا یا سکندر سار کا

نو شعر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔

اے شاہ عادل تو ن علی صاحب ہے سینا ر کا | کفارہ جن جگ تھیں نے سور کوئی تیج سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیواجی کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال او باغی سیوا جگ میں شطنت پیدا کیا | ہے طفل مکتب مکر میں شیطان جس مکار کا
جب مو یہ دے شیطان کون فنکی سنکار آپین کرے | ابلیس کون تس حکم میں جون چل ترکی کار کا
کوئی اہل اس کھباز نے کھیلیا ہے پیچ بازی کے بن | گویا فلک کچکول ہے سادیا اسی عیار کا
روہوں کم بن شیر نر کہاویں دغا تس مکر میں | دلکا تو کیدڑ تے کچا پن نس سے کفار کا

قلعہ کی کے متعلق وضاحت:۔

تھا یکہ جو جگ میں سب اوگڑ بنیالی کا بلند
تھمنی دھرت لنگر ہے ہوا نیر کون تہا تب آدھار کا

دوری کی پس پہیر ہی ہیں ہوئی مشکل زحل کا کرنہ لنگ
سٹتا ہے تیری نعل دھان چندر سبک بہ فنار کا

بیت الشرف سون سور کی دہرتا ھی نت ہمسایکی
مریخ سون اوس بادہنی دعوی دہرے حقدار کا

کمتر ہیر کی تس زحل منگتا ہے روشن نا یکے
چندر ہلالی جون سدا لہرتس ہے تس دربار کا

جس تے حشم کا شب نویس اکثر عطارد کا سگا
جس کا النگنے نت دھری زہرا سون تا تا یار کا

صلابت خاں کا سپہ سالار مقرر کیا جانا۔

درج عقیدت کا ادک شہ پاک جوہر جان اوسے
کینے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا

جون شہ بڑے معتاد سون کیتے عطا سرلشکری
ہر یک وزیر آتس ملیا نامی جو تہا تردار کا

فوج کا لڑنے کے لئے جانا اور سیواجی سے لڑائی کا ہونا۔

جب دل علی کا لے چلیا دہمسون سپہ لار او
ڈبیں تس صلابت تے قدم کہتا چلیا مردار کا

مردانگی میدان پر تو او نے رہ سکیا باغی ولی
لشکر تلیں سنگر چڑیا جن لوگ بے پرکار کا

میدان خالی جان تلک دیکھی سو وہاں لگ دہم گئے
سارے وزیران ہور جتا لشکر سپہ لار کا

رگڑے میں ہنگر بیچ تپ چوندھرتی آیون کر بریا
سنپڑی تو جگ میانی اجل پاوی سبب آزار کا

گوییان تفنگان آ پرن پہوریان ہر بار میں
بھاری ملخ کے بہار تے تہا زیر تیران بار کا

ہوئی زمیں پاتال لگ برجان فلک کی دندنی
مارا تفنگیاں تیں ہوا گوییاں کے جیب سنگسار کا

پاتال تے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو
دارو کی ات بہر مار تے جون مہتون پر سیانار کا

چوندہی وزیران دے الیک جون گرڑا پر کوندھی اسی
کیتی تلیں کی فوج پر دمیں دھان تے دھم بلغار کا

گرزان سون ہرے یہاں یوں کیتے پراگندہ دشمن
گوپن کا جون لکیتیں پہتر ہیٹا ہو حقہ نار کا

لاگے تبر کا ضرب سو تفرخ اجل کے ہات کی
جگی کہی تے کم نہ تھا دھکا گرز کی مار کا

سنگار لائق کون سیئے تیران سون نیران نیاز کر   بھو کے جھیان پر چھیان اسے سبکون سزا تھا وار کا

مرتیان کے لہو کی بھرنے دھرتے پو جب بھرتی دھریا   جیتیان پونٹ پڑتی لگیا ڈونگر یو ڈونگر لہار کا
پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تا تو کشتی موج او   ہر دم کنکن پرتھوی پر کرتا تیکھا اوزار کا
لوٹا نکے مچھلیان پر زرہ جالے دستیں ہٹر دوہ میں   تھا کل کی ڈوری کے من تاگا سو ہر نہ نار کا
چکلیان سران کیان تیر تے دستیان کنوں کے پھول سیان   پنچہ چھڑیا سو ونڈ تھا ہر تس ڈنڈ لگے سار کا
دیپی ہکھرے جا جنگل پھرے سلیمانی دھریا   سنگ سیو دی ہو دلان دامن بھریا کہسار کا

سیواجی جب عاجز ہو گیا تو قلعہ پنالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور اپنے مشہور مکر سے صلابت خاں کو بھی ملالیا اور دونوں مشیر و دستگیر ہو گئے۔ بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

لشکر کی جم تے کم نہیں شہ کے وزیران کا کٹک   آصف کی صفتے ہے ادک حملہ ہر یک سردار کا
نہیں پو شہ کی فوج کی جس کی ملائک پیش رو   دمدار پشتی بان ہے جم جم ادک کردار کا
اس فوج طالع دار کون دیکھے فلک کے جیب ملک   بولے کی عالم گیر ہوئی بیشک یو بہار اتیار کا
نکلے جدھر شہ کی پیشرو دھے عقل کی بی دوڑتی   ناجھانک سکے وہم جہان ہوی شہ دہنی ہنکار کا
اٹھریا ہو شہ عادل علی جب مرتضی آباد کون   زیر و زبر جگ کون کیا آواز شن ہنکار کا

شہ کی غضب کی آگ لے نے کسری پر آئی لگ   سر شوریں دل جا پڑیا ہر مایہ اشرار کا
تحقیق سب جانتے کہ اب آخر ٹٹی پرا آسمان   ہر گز تھمبا سکے نکوی بل ہمت کی ادی آدھار کا
ابن الامان کی دھانک سب چو ندہرتی گر پڑتے اتھے   عاجز ہو کاڑی تک پکڑ دھر نالہ دل افکار کا

سیواجی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس دارالخلافت کو روانہ ہوا۔

جب اس علی کی دھات تے آئی فتح خیبر ہی   دارالخلافت کی طرف کیتی ہوس رفتار کا

شہ کوچ پر اپیچ اپی ثابت قدم رکہتے چلے
جان جان سمٹی تھی پاؤ لا جانے جو پیار کا

آتی چلے جب دن مکتب ہوے شہ کی اس منزل منے
جس ٹہانون کون سو حد لگیا ہے شہر کی سینوار کا

ہر ہر قدم چلنے لگیں چندر ہو شہ کی پاؤن تل
بہس پرچہایا تہا اپین اجلا نکٹ جہمکار کا

چندر کون چندر جوت دہان نشریف دیوی نور کی
چار بجا تہا تسپو دل اس سورز چوسار کا

خوبی سون چند نکی نلی کی دئی تہی انکہیان کون شک
اب ناز کی نرمی سون مہ کیا گال تہا دلدار کا

بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

الحق کہ حق میں جگ کی جو توفیق تج تی آئی ہو
عالم برسی ناکد میں یو شکر تج اب کار کا

تیرے قوی طالع کی اب سوگند ہوی عالم منی
حقا کہ تج ہر دم مدد ہے حیدر کرار کا

تج حکم مانیا سواہی مقبول ہوی دارین میں
مردود عالم ہے رکہیا جن تج سون رخ انکار کا

فہم و شجاعت عقل و دل شہ تج خدا بخشش کیا
بخت و جوانی کا اول دی بل اپسکے پیار کا

مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کی ورد میں
کافی ہے دو جگ مین تجے تل فیض تس آثار کا

ہے آسمان یارب جلک دہرتی کے سر پر سایہ ہان
قائم تلک یو چتر اچہو عالم کی پالن ہار کا

دوسرا، تیسرا، چوتہا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس کی بغاوت اور ناکامی اور پہر اس کے مرنے پر ختم ہوتے ہیں۔

سدی جوہر ایک غلام تہا جس کی دربار عادل شاہی نے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائض کیا تہا۔ مگر نمک حرامی پر کمر باندہی باغی ہو کر محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹہا لیکن پہر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور سیواجی کی مہم پر روانہ کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

قلعہ سیواجی سے فتح کیئے مگر آخر پر خود اس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بہ نفس نفیس سیواجی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کرکے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستہ سے وہ دونو بیجاپور آگئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلع قمع کے لئے تیار تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کوشش کی کہ صلابت خاں دوبارہ عفو تقصیر چاہے چنانچہ مسعود خاں اور شرزہ خاں کو اس کے حسب استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پھر چند روز تک صلابت خاں حضور سلطانی میں حاضر رہا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں بہلول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ نور کل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (۱۰۷۲ھ) جو قلعہ پنہو[۵] میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی بہلول خاں سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جانبازی کے جوہر دکھائے۔ بہادروں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خان جان بچا کر بھاگ گیا۔

---

۵ یہ مقام رائچور سے ۲۷ میل جانب مغرب واقع ہے اور مانوی سے موسوم ہے۔

ہنور کے بعد رائچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا پر جوہر کے داماد سدی مسعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہو گیا عبدالحمید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد مسعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دونوں دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجاپور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسرے کا ضمیمہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجاپور کو آکر جشن منانے پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور نمک حرامی کا بیان کر کے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کر کے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی نکالی ہے۔

تمہید

علی عادل شہ غازی شہنشہ بوالمظفر کون | دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کون
لجا کوئی داور گیر اپنا سکیا نے سر کی مہری تین | بندیا جس صفت کے تخت پر جو بیدیا رہ شہ شدر کون
زہی بوالفتح غازی یو ہمایون جسکے تازی سر | فرشتے جسکے چوڑی ہیں ہما کر اپنی شہپر کون

گریز اور نفس مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا او کیا اظہار بد مستی | پکڑ ہٹ لیا اپنی چوڑیا بڑی دولت کی افسر کون
او بے دولت کون دولت جو نشانی لگے ہوئی آخر | کہ پر چھی کون نکلے پر دیکھی او زر در بد تر کون
ہوا سو رو رو آخر رکھیا منبع و فتنہ یون | رہیا نے باج فتوی کو کئی عمل ہرگز کسی گھر کون

جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

مخالف او کہ جس کن تہا تیز تگ صور یا ئیدا انکن — سب اس دل سون عرابہ پچ کھیرا تہا مونہہ بید کون
دسیان یون ایک میدان میں یا دو نو دہر کیان صفان بہاری — وہ دریا آہن شین ابلے بہرا نے لہو کی سر ور کون
کھرک کا آب اپ ہی جو نا لیا تاب جس آ نگی — پڑیں جلنے اگیں جا انکا تیں سو پکڑ ڈر کون
دنیا سو ندلین یون دیسی رگڑ تا شاہ بابیان سون — گرت گشت کا نو سو چلیا ہی خوش نچا کھر کون
رتن شو پتنے دارین سو ہر یک گولی کون سمجھا تہا — ہوئی تہی بان سو ہر یک ہوائی تس دلاور کون

کھرک کی شمع روشن یون ہوئی چربیان کی روغن تے — گیا کاجل کی ڈونگر سا دہوان خورشید انور کون
کیا تہا سیس سر کش کا ہر یک تیزی کون بوتا ٹی — ٹرا لگد کی نمن کہاے سو ہر یک سینہ خنجر کون
ہوی ہاتیان کی مستک سب کنڈالی لہو کی سیتان کو — بنی نیرنگ سندان چرکنی رنگ لشکر کون
گھڑی یک لہو کی چھلکیا نتی ہوا ہوئی چھینٹ کے نمتی — دیا پوتی قلمکاری سورج کی پہر مشجر کون
کنول پہول آسمان تہا سو ہوا چرنگی گل جیا — دیکہائی لالہ زار آخر اونس گلزار اختر کون
ہلایا لہو سون سمندر بہر گنگن کون بر پڑ ہی نمتی — بجر تخت الثری لک جا لگیا با یا گری تہر کون
سیاہ و شاہ کی جہکری تیں پر یاران نمن ان اکلا — الٹ رنگ لقم نمتی کیا جیون ہر یک پسر کون
انی پرکار پرنی میں کیا جون سشہ کمک آپ ہین — شکست یکبارگی انپر پا سب اس باغی کہا لشکر کون

تاریخ اور دعا اور قصیدہ کا خاتمہ۔

سلگتی تہی جو گہر گہر سب ٹہنڈی ہوئی آگ فتنے کی — بجایا کہرک کا جل سٹ بوشہ فتح کی اخگر کون
لگیا تاریخ کہنی میں، تو تب نصرتی ہاتف نے — کہیا دل سون کہندل ماری علی یک پل میں جوہر کون
الٰہی سو ہونت اکو عالمگیر ہے جگ میں — تلک جم فتح و نصرت دی یو شاہ ابوالمظفر کون

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد۔

بیجاپور واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (٤٣) شعر ہیں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گستاخی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دارالخلافت کو واپسی کا اظہار ہے۔

اے شہ توں ہمنام علی شاہاں پو تیری سروری ۔۔۔ دلدل فلک کا رام تج کرتا زمانہ تنبری
سب دہرت کی تختی پو توں جب بیٹھ جہت کو بند کیا ۔۔۔ دندی معطل ہو پڑیا یکبیک ہو مہراشبت دری

دس شعر کے بعد گریز کرتا ہے:-

جوہر کرجس اے شاہ توں دہر سر فرازی کی نظر ۔۔۔ کہہ کر صلابت خان اپن کیتا عطا سر لشکری
بخوتن کے می کا اثر بے مغز کی جب سر چڑیا ۔۔۔ کشش میں ہو دکھلانے لگیا مستی میں آبد گوہری
یو ملک رانی کا کتاب اس بے سمج کی عادت پر ۔۔۔ دیکھی کہ شہ ہونے پو بہی یکبیک ورق کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہا دیں۔

برسیا کھرک کی ابر تی یوں تسپو پانی تھرکا ۔۔۔ غشکی پو ساری بحر ابل چوندہر چلیے لہو کی تری
دریا ہو سوں جوش کہاں لنکا کوں کیتا غرق جب ۔۔۔ ہو جان تے پانی سیت کا ڈھل جاڑ لی رامیسری
کہایا شکست یوں پست ہوا اس کیمی تی فوج سوں ۔۔۔ تاریاں سوں ہوئی جوں نس ہوا دیک آفتاب خاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دار الخلافت کو واپس ہوتے ہیں:-

جب شہ کھرک کے آب سوں جوں آگ فتنے کی بجھی ۔۔۔ دار الخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
جوں او چتے یکبارگی باجیا دماماں کوچ کا ۔۔۔ جنگ کی خوشی کی دماماں نے گوش فلک کوں کرکری

خاتمہ:-

یوں دھر نسبت آگ سوں عالم چھپایا برمنی ۔۔۔ خورشید بن کیں ایک انگار اکتر نہ کیا آذری
اوس ٹھنڈ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھا ۔۔۔ یو شعر اک کردوں پری پڑتا ہوں جیوں تیوں سرسری

چوتھا قصیدہ موسم سرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔

اس میں ٹھنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و گلشن کی پژمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زمستان نوکر ہی دو لنگا اچا دہڑ کار آج
سردار ہو باد خزان ٹھنڈ کا رچا ہی بہار آج

اپڑیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گو لیان چہان ٹنا
ڈر سوں اگن موج چہا تپلے در رہی ہی تہاری ٹھار آج

شبنم جو اُجلا چہاچ سا آشیرسی جگ میں پڑیا
ہر باغ میں ہوی ہر دہیں ہنڈی جم تبریب یکبار آج

چلتیچ ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے
اے چاندنگی دیکہ لی تس بیچ اپس دیدار آج

ہر یک کوں بارا ماریں پیلے ہوئے ہیں پات سب
ہر یک انگر باغ جہان ہے ٹھنڈ تی بیمار آج

نا سرفرازی پاسکے دولت تی ٹھنڈ کی کونسلی
نابیل اپنی گو دنے لیتا کرے ہٹ بہار آج

گلشن کے آئین اُپر پڑتا چلیا سردی سوں زنگ
ہر خار و خس شبنم ستے ہوتا ہی جو ہر دار آج

بستہ رحم ہو کر کلی ہر شاخ گل پکڑی چہور
کہا باغ کا ڑا باغ سب لیا تاسکی پہلبار آج

دیکہنے نہ جون جون ٹھنڈ تی کس یک کلی کون خندہ رو
نغمے بسر جا بلبلان ہر بن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم نہ ہوی مشہ بادل دستے مرصع صدر میں
چلنے کنگن کی ہات لے تس کے ہی موتی جہاڑ آج

تس زرفشان کے ہت تی نت پڑہیں نظر کی گو دیون
پاتان سوں پیلے باغ کا دامن ہی جون زردار آج

سورج جنم کا تن ننگا مشہ ہٹ تی خلعت پای تو
کا ٹہانہ آتش تن اپر کا پہنی ہنمر یکبار آج

ہیں اس قصیدے میں صفت کہنا ہوا کی کئی ولی
تس ٹھنڈ سوں مک میں تی پیٹ نکلی نچیک گفتار آج

اے نصرتی بہتر جسے تج پیلیچ دل گرمی سبن
کہہ مطلع تازہ سوں پردہی شعر شکر بار آج

پانچواں قصیدہ اس واقع کی تیسری اور آخری کڑی ہے صلابت خاں کے شکست کے بعد جب بیجاپور کو واپسی ہوتی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلا کب ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس لئے بھی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے (۵۶) شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں شہر کی آراستگی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراستگی کا بیان ہے گھر گھر خوشی کے جلسہ ہوتے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منتظر تھے جدھر دیکھو آدمیوں کا سمندر تھا ان میں حسینانِ جہاں بھی جلوہ گر تھیں غرضکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سروسامانی کا ذکر اپنے گھر اور ہمسایہ کی تکلیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

اے ترپتی ہو گی سکھ تج ہو دیناہی استری — بلبل سنواری تج اکین ہر دم دکھانے دلبری

سیتالٹ رُت کے پاس جب آئے سو نرآئی ہیں نپون — رونق سوں گلشن ہو رہی یکدم کنک ہو دہرتری

چندر تو لک لکتا کہٹ اس جہت کون مر لیا — تاریاں سوں نہ منظر کون تس آئینہ بندی سب کرے

اول سورج کی آگ پو عنبر اتہ ہارا جل کیا — طبلہ ہوا کافور کا بعد از فلک سٹ مجمری

چندنی تی ہین سب صاف ہو یوں عکس تاریاں کا دسی — چونی ہیں جون ابرک کلا سپی ہیں ساری دہرتری

پانی کیان سب حدر الت یوں ہوا رکیتا اب جہنک — یعنی ہوا ہو معتدل دکھلائے سیوت دلبری

تس خوشش ہوا کون دیک کر سنہ شہر گشت آنی کی دنا — نکلیا جہلکتا سو تس رات میں چندنی بہتری

سشہر تج رہیا فی چاند ایں چنبر کہیلے کا بہا کلے — چرکہ گنگس کی اوچ پر کرنے لگیا بازی گری

سورج جو لعبت باز سب پتلی ستاریاں کی نچا
بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری

دین یو مبارک وقت پاکسوت شوانی شہ بنا
ایسا چریا تازی لنگا جس ابر صفن کی زیوری

یک عمر اکر جب جب گگن گہر گہر سورج کا نت کہنچن
جوری جو تازن کی زنن ویسی نہ ہوئی صنعت گری

گہوڑے کی تعریف ملاحظہ ہو۔

ہے شہ کا تازی تیز پر کیا نازکی تیزی بہر یا
سکتی ہے جس طنازکن پرواز نس دن بہری

خوش رنگ اس یک پہول کا ہرگز تفاوت نا کرے
گلشن اپر چل جاہی تو جوں باد صرصر ہری

کر آنبٹ پہرتی باؤ کی بہایا فلک تس پاؤں میں
بہایا ہماں کوں صید کر دہرتیا ہوا جوں تا انبری

بازار دوکانوں کی آراستگی۔

جوں کہکشان انور سہیں رستہ صفا بازار کا
یوں فرش کی روشن دسیں پکر لنگان مرمری

دوکان ہر یک خوش سنوار رنگ برنگی صداں انکمیں
بیٹھے جتے سوداگراں لیکر متاعاں بندری

خوش باس کا مہکار دک ہفتم فلک میں جا پڑیا
پروردگی پاکر زحل خوشبوی کپڑیا عنبری

شہ آئے سو آنند تی یوں پائی آرائش محل
پرتو تی جس زینت دہریا سقف فلک نہ منظری

شہ کے قدم کا جگ ہوی عید گہر گہر جگمنے
گلزار سا رنگیں ہوا عالم سو ہر یک کشوری

سلطان محمد کا چراغ انور شہ عادل علی
شاہی کے گہر تی جب ہریا جس نور تی روشن تہری

اس روشنی کا بہر خوشی دہی مجلس آرائی کیا
کیا شاہ کوں جہاں اپین یک بزم کوں اہی زیوری

سب شہر میں کی لکٹ یوی یوں پل میں الک لکنے لگے
طبلے رتن کے کہول جو بیٹھے رین کی جوہری

عقد ثریا کے نمن قندیل کی جہیلی دسس
سو کہکشاں نیں تاب دک ہر سیر معانی کی دہری

اپنے متعلق اظہار حال۔

خفا کہ ظاہر یون کرون سحر حلال اسیات میں
جو منج قلم کا ژدھا لبرا سے سحر سامری

پن کیا کرون اے شاہ میں کی بات بیسامان ہون
اول تو گھر ایسا نہین جان ٹھار ہوئی راحت بھری

گھر بی نہا ماد ھے ل دائم ہے بو علت اسے
پر کا تد سون ہمایہ بد و بسیج ہنکیں بد تری

مطلق ار ازل قوم ہیں تس کر داسی سے چلیا
سمجیں ادکال کھانون کون سمجین ملک ہور سخری

جنکی زبان تی لام و کاف آتا ہے شیطان سکی
سا نچے پنی سون جب کرین تعلیم جنگ زرگری

خاتمہ:۔

فرمان سون عالی حکم کی بخشش منج ایسا گھر دلا
جو صانتر منج طبع تی ہوے جان صیقان بہتری

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعالی دور میں
تا سن کر بیگ آمین کہئیں خوش ہو ملایک باتری

یا رب تلک حشر چتر کا سایہ جگت سر جم اچھو
خورشید کی پر تو تی نت جب ہوبی ذرہ پروری

چوتھا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جا سکتا ہے اس کے (۱۴۸) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے مخلوقات پر اظہار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؓ کی مدح ہے حسنینؑ کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گریز کر کے نوحہ شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزا برپا کر کے ماتم مظلومان تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نا اہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گریز کرتا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کئے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزا قائم کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کہتا ہوں اول حمد بیں عالم کی سرجن ہار کا | افلاک کا اونچا بندیا ہے محل کس لب ستار کا
مینا کی کسی بام لاجور یا ہے تا رنکی خنجر | کیتا ہے کامل بدر کوں تابان انوار کا

حسنینؑ کی مدح کا آخری شعر:-

کہتے ہیں نبی پیارا او ہیچ جن حب اہل النسوں رکہی | میرا جو پیارا اسے سو او پیارا اہے کرتار کا

اسکے بعد گریز کرکے نوحہ خوانی شروع کردی گئی ہے۔

لے وائے ظالم کیوں دکہا ایسے جگر گوشیاں کون تین | جگ جگ جوانی پر غضب واجب کہا قہار کا

بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

یو سرو بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں | بھوائی لہو کیاں ندیاں طوفان اچہا اجار کا
تب فاطمہ زاری میں آیو لے حسب کوئی بان نہوے | لے وائے کن ماتم کرے اس سرو خوش رفتار کا
اتنے میں جبریل امین بہی آینی کے پاس یوں | بولے کہ تا کچ غم دہر و اس ساعت دشوار کا
ماتم یو مظلومان کی پھر تازہ ہوکر تا ہر برس | ہوی جون عنایت حشر تک دل حل کو سب ابرار کا
تھا کہ آرایش سون اب ہر سال کرنا عرس یو | پاتا ہے توفیق آج دل خسرو دیندار کا
سو ادسوائی زینت صاحبقران عادل علی | اول محبت پاکو دل ہے حیدر کرار کا
اس شاہ کی عالی صفت میں مطلع نول کہ یوں لکھو | خورشید تے روشن دسی ہر نکتہ جس طومار کا

دوسرا مطلع:-

دیکہیا اپنڈا حبیب صبا تس تک جو آیا رکا | تس کے جنبسے میں کل ٹہریا یعنی سو سچ جہلکار کا
سنہ کی شگفتہ طبع کا گلشن یو جس سا یہ [illegible] | ہر یک کلی کی ٹہار او سچھ ہوی کل کھلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔
اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

بیک کمان اس دیک ہوئے توس قزح پیلی ہری — ہے طاق کسریٰ پاہری طاق اُکی سو بار کا
جس فرش بلورین صفا عینک ہوا ہے چاند کون — سورج کیا ہے آئینہ بھری کی پچ ہموار کا
پرعکس تاریان کا دسی سب صحن جون نیلک دریا — خورشید کی پر تو تی ہوی جو صدر ہے زرتار کا
چوکرو تس رنگرس بھر یا ہے باغ ایسا جلوہ گر — کرنے میں ہوی رنگیں نظر نظارہ جس گلزار کا
ہرگز نہ کس پھول پر سورج کی لگ سکتی نظر — ہے چتر ایسا سبز ہر برگ سایہ دار کا
کہتے ہیں کالو ہی نیر کی یوں کالو ہی گلشن منی — جوں کیس بکھری جیادسی رخ مدالیتی دلدار کا
خوشبوں پھولان کی چمن پائی تھی یوں پردرد کی — ستہ جس پہس باندی کمر کمک بھانتی اغیار کا

مزید چند شعر کے بعد گریز کرتا ہے :-

دیسی عاشور آئی سو ایسے محل میں نامور — کینی مشدی کرنے کہری رونق کینی لستار کا

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں :-

جب صبح باری کا قلم لے خط زنجیری لکھے — خوش پیچوانے سطر ہو ہر یک نشان تس لہار کا
رونق سون ات کت یو محل جگ میں بہشت آئیں ہوا — فرمائے اذن عام شہ یانی کون فیض انظار کا
دیکھن کون جب ہر جوک تے یون زیر عالم کا ہوا — یوسف کی کارن وقت تھا جو مصر کی بازار کا
ہر ہر شہ ری کی تن اپر تھے کسوت ایسے نور کی — سورج کون جس کے سامنے طاقت نہ تھا چکار کا
اسھری ثوابت کی کہین ہور کہکشان سی نو سری — عقد ثریا تی ادک تھا ہر الاقہ ہار کا
دودو ہر فرشتی رحمتی پہرین اپس پر کی پنکی — حوران کی جھپک کی ہٹ چور تھا طرۂ طرار کا
مجمر کی مہکاران ستی دن کا گریبان مشک بو — دامن رینکا عطر سون نافہ ہوا تاتار کا

بہتیں کہری بازی بجلی اڑاکو بجلی بہیں پری
بادل کی سب دل لریری ہت نال سن بہر بار کا

کہتا چکر باناں ہت سوسنکے پہولات کا گرا
تہا چہت کلی کلریز کی چینی کلی کی ہار کا

مہتاب کی جب تاب اکیں ہو داغ صد چند کل کیا
ہوسن سورج ہو زرد رو بہا تا لیا بیپار کا

خوارسوں غم کی کلی نمن عالم گریباں چاک تہا
تہا عندلیبان تے اوک شر شور نالہ زار کا

رونق اکٹ کا کوٹ کوں یک چاند کر بانڈیا کہلا
رستہ ہوا تہا کہکشاں مسجد تلک دربار کا

خاتمہ :-

جس بات میں پی لک تنے یک سی نہ آتش کی صفت
کر ورداب اے نصرتی دعوات کی تکرار کا

مینا کی خرم کاہ پر جب لگ سورج ڈہالی کنچن
یارب تلک عشرت اچھو اس دار یک دادار کا

ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصفیہ کے بعد ملیبار کے زمیندار راجہ بہدرپا نایک کے مطیع کرنے کے لئے شرزہ خاں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ بہلول خان، شاہ جی، عبدالمجید خاں، ملا احمد، شرزہ خاں کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ اسکے بعد ۱۰۷۳ھ میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شرزہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سنڈنڈہ تک جا پہونچا۔ اس کے بعد "بدنور" پہر کوہل ورگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اس طرح علی عادل شاہ ۱۰۷۴ھ میں منصور و مظفر بیجاپور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تمہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کر کے ملیبار کا ذکر شروع کرتا ہے۔ فوج روانہ ہوتی ہے پہر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمہید میں باغ کی تعریف کی گئی ہے پہول پہل کا ذکر ہے، کتنیس شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

مدح سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہوتا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح۔ اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید:۔

ھوا ہے کون عالم کے شہان میں شہ تیرے بل کا — سچا نون ناؤں کا رہی ہے وہی شاہ رسل کا
سنو نے فتح آ دیکھیا اچھون دان آپنی صورت — پرپایا ہی عکس جس رن کھرک کی تیغ سینچل کا

گریز کرکے ملیبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا رزمگہ لکھے قلم ہوئی سیف دو جہی — دسے ہر حرف شکر ونی دہرے نامی مقتل کا
سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران — کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا
جو شہ کے ملک نیری دہنی ملیبار کا سرکش — کیا تھا سرکشی جا کا کبل اس دہات کا بل کا
بلا کا بلکہ پنجرا تھا ازل کی ہات کا ایسا — پڑے ابلیس بند اسمیں نو نے حاجت موکل کا
چراغ اسلام کا کوئی وہان نہ لایا تھا جو پنچیا ہی — جد ہانتی دیئے کہر تل بہیا نزا کفر ازل کا
نوازیا شہ کے گہر کا ہوا تھا شہ سون پہر باغی — نہ تہا ین فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتنکل کا

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف۔

عجب جگ میں تماشا ہی بہشت فرد اول کا — بہر پاسے جمع خوبی سون الکر یعنی تیری کل کا
نظر کی دور ہے جان لک وہان لک دل نشین بستان — جتا دل چل سکے استی انکین لک بہر سے چل کا
تیا کچ خوص ڈونگا ہے فلک جان تیرنے سکنے — لے آیا کہور سا نکر آج کہاندی سٹ چندر کل کا

چلیں باد صفائی خوش صفا پانی یو موجان یون — کہ جون محبوب کے مکرڈ ڈ دھنک زلف مسلسل کا
فلک سقا ہے خضری ہو پلانی نیر سو جگ کون — سو برج کی جام سون بہرتا ہے منتان مشک باد کا

دس آوے باغ کے آگین صفائی حوض کی ایسی ۔۔۔ سنواری دھن کہی ہے جون اگین آئینہ صیقل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سور نوبت کرہ ہیں چند رسی بنکون ۔۔۔ لیکر آفوج تازیان کی کیا پارہ جو ہل چل کا
سورج بہی تیغ لے نکلیا صبا کا بوز نیلا چڑ ۔۔۔ مقابل رہ نسک بہاکیا چندر اسوار رحل کا

ہوا پر رنگ برنگ دہالان دکہایان یا دلان رنگس ۔۔۔ جہلتا بجلے نمنے پہل ہر یک سے صیقل کا
چلے آئے سشہ کی بہاران یو ایسے سر حدانکی آئے ۔۔۔ جو تہا نکیا نک عالم میں صفت جس ٹہار ادکل کا

عادل شاہی فوجی افسروں کے نام۔

اتہا ہجول ادعبد المحمد خان سشر الیسون ۔۔۔ سورج کی داغ دہرتا ہے صبا جس تیغ کی جہل کا
جوان و نوجوان طالع منظفر خان نوی حبیب تہی ۔۔۔ اُٹل صف تے قوہی یار واتہا اس فتح منزل کا
ادتھا سید محمد ہور علی جس نانوں میں یک ہے ۔۔۔ دلیری جنکے گہرکی کر قرار اس مردا عقل کا
نکونام اھل دانائی زمانہ مولوی احمد ۔۔۔ اسیکی فوج لی نامی مدد تہا اس کنک پہل کا
شجاعت کیش ہی تحان ادغوانی تہی وزیران تے ۔۔۔ ھوا کی رنگ دھالان سون گلستان صحن مندل کا

حملہ کا ذکر لڑائی کی حالت:۔

کئے ادجا یہ کر اسی بلند یک کوہ پر حملہ ۔۔۔ گگن پر پانچ پت لرزیا کلنجا ڈر سون منکل کا
لگیانے وار لک ڈہر یہ ہوی اوسان کی ٹکری ۔۔۔ پپیا جا عکس تن پر نکی ٹاٹان کی جہل جہل کا
دمایان کی کرجنے تے زمین کا دل ہدرتا تہا ۔۔۔ پھٹیا کرنے کی نخنی سون دردنا کوہ ھور تل کا
سلح پوشان میں دو دہر کی لگی دھکا ہی آ ایسے ۔۔۔ فلک کی ہیٹ کی طالع ینہ نالی سیس تک ہل کہل کا

چوتہی سنگ سوانکوں تو کنداہتی لی چلے سیدہی   دیباں کوں دانچ جادا ہے سبد جان پاسے سنچل کا
بھلے تیرو کمان اپنی کناری ہور بلم کھیو ہی   دیکھت ضرب فرنگ کردہ کتی ھور سیف ترل کا

....

سواراں ہو کچے کچو اپہار ہی بہوریاں نمنی   چریاں سی کی پیادی اڑا چا کلسکاں کل کل کا

....

دیا گردوں شفق کی لب پیا اس کافراں کا لہو   دسی رنگیں کھلا لی جب زمیں کوں شکل منہل کا
اجل ہر تیغ کی جل میں کنی بار ایک دہو دہو کئی   ہزاراں کار جوں کسل نجس کفار کسل کا

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کر دی گئی ہے اور فتح کی مبارک باد دی گئی ہے۔

تجے تحقیق توفیق ایسی حق دینے تو بہلیں تے   کیا منج نصرتی لکنے ثنا ہر فتح اکمل کا
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طومار کوں تسکے   سورج کی بہار انہر جپی میں کریں ہیکل الیس کل کا

....

تیری عالی نظر نے نہ ہوی تریا لی اسکے طالع کی   دسی دی آج کچ کا نہ تہا کچ بل جسی کل کا
میری بخت آزمائی ستہ تو شعر ایسا کہیا ہوں میں   نظر تیری و طالع منج غرض کیا غرض اطول کا
دعا تج ناؤں لے منگتا صفائی بخش ہر دل کوں   تو میری طبع پر دعوی سہا دہی نت سنجبل کا
جلک ہے سورت یارب پو ہفت اقلیم گردو کی   تلک صاحب قران ہو کر اچہو شہ سور سوندل کا

کلام پر ریویو نصرتی کی مثنویاں اور قصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی جس عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ خاور نامہ کو نہیں پہونچتی مگر اسلوب بیان کی اصلیت (اچھی) کے لحاظ سے اس کو ضرور فوقیت دی جاسکتی ہے۔

تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔ شہر بیجاپور کے حالات اہل شہر کی طرز معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ مابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسب ذیل ہوتے ہیں۔

تمہید (اس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یا رات کی حالت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد گریز کر کے ممدوح کی تعریف اس کے گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف۔ خاتمہ میں ممدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی بلند پروازی تخیل کی جدت تشبیہہ اور استعارہ کی نزاکتیں قابل داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور خلاف واقعہ ہونے کے باعث قابل تعریف نہیں قرار دیئے جا سکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغگوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اور پھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جوہر ظاہر نہیں ہوتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات۔ مقابلہ کی کیفیت۔ بہادران فوج کا ذکر۔ قلعہ کے حالات فوج کی روانگی۔ محاصرہ کی کیفیت۔ غرضکہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا زبردست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور استعارات کی ندرت

بھی موجود ہے۔

قصائد کے ملاحظہ سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے بریں ضم بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او	ہردم کنک پرخوی پہ کرتا پنکھا اوزار کا
دیدی بکھرے جا جنگل پھر ہی سلیمانی دھریا	سنگ یہودی ہو دلاں دامن بھریا کہسار کا
ہوہیں رنگی جا سب کنکر یاقوت ریزے ہوئے ہے	جون مانکیاں دستی لگے رنگیں ہو چوراگار کا
کنول پھول آسمان تھا سو ہوا چرخی کل جیا	دکھائی لالہ زار آخر او نس گلذار اختر کون
دریا ہو سون جوش کہا لنکا کون کیتا غرق جب	موجاں تی پانی سیٹ کا ڈھل جاؤلی رامیسری
سورج کی چشمی کاروان آب آتشیں یو ہیم رہیا	کیون سینکنے بس آئیگا امنیاں کون یک انگار آج
سورج جو لعبت باز سب پتلے ستاریاں کے نچا	بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری
خوشبو عطر تاب کی یون سب جہان میں بھر رہے	جو صبح کی صحت تی فلک طبلہ ہوا عطار کا
مہتاب کی جب تاب اگین ہو داغ صد چند کل کیا	یوں سورج ہو زرد رو بہا تا لیا بیمار کا

سورج اندر مند دیکہت امکت کیا ہیبت سوں موں پہلا | فلک کے سر لکی کہیری رکت سود یک منقتل کا

دیا گردون شفق کی لب پیا اس کا فران کا لہو | دئی زگیں کہلائی جب زمیں کوں شکل مہل کا

سورج یون ضمیر انکی جہریا سو شمع کا جوت کل | توں یک گلزار ہے ہورا وبچارہ پہول بادل کا

دیوے نرگس کی دیدہی کون نظر تیریچ بینائی | سکی سوسن کی جیبان میں سکت دہریا نزل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کئے گئے ہیں ان سے بھی نصرتی کا کلام خالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر امور کی آمیزش (جن کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے) کے باعث اس کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصاید سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جا سکتا ہے اور ہر منصف مزاج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کر سکتا۔

علی نامہ کے نسخے کمیاب ہیں انجمن ترقی اردو اور آقا حیدر حسن صاحب کے پاس اس کے نسخے موجود ہیں اور دفتر دیوانی ومال میں ایک ناقص الآخر نسخہ موجود ہے۔

شریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۶۳ ورق (۴۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۶) خط نسخ

مصنف کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"دکھنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مصنفہ شاہ ملک۔ اشعار کے درمیان سرخی سے تشریح کی گئی ہے۔ آخر پر سنہ تصنیف ۱۰۷۰ھ بھی نظم کیا گیا ہے"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

سو یو شین الف ہے و میم لام کاف ملک	فرض کون سو دکھتی میں بولیا ہوں صاف
سن یک ہزار ہور ستر پو سات	کیا ہوں اسی سال میں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ دکھنی شعراء کے حالات کا بڑا حصہ خود ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔

مولف اردوے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔ اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دونو بالکل ایک ہی ہیں۔ اس سے واضح ہی کہ دونو نام ایک ہی مثنوی کے ہیں۔

بقول مولف موصوف شاہ ملک علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک مذہبی شخص پابندی شریعت حنفی مذہب کا پیرو تھا دربار شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تھا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھ نہ کچھ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے "رسالہ در فقہ در زبان ہندی دکھن تصنیف شاہ ملک" مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول حسب قاعدہ حمد ہے پھر بیان شریعت کا عنوان قایم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان ہے اسی میں منقبت صحابہ بھی آگئی ہے، کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے بتیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) وضو کے فرض (۹) وضو کے سنت۔ اس کے بعد غسل، مسح، حیض، نماز، قیام، رکوع، سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدہ سہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد:۔

الہی دے توفیق انسان کون	جو بندگی کریں تیری دل جان سون
توں پیدا کیا محض بندگی کے تیں	سوا چھوڑ کر پڑے ہیں گند کی کین

بیان شریعت:۔

شریعت تی خاسج جو اسمان پہ	اُپر لیا تو توں جان شیطان کر
شریعت سو پیغمبران کا ہے کام	شریعت پو بھے مرسل چلے ہیں تمام

نعت:۔

محمد کی صدق سون الہی کردگار	توں جستی کیا دو جہان برقرار

بھی آخر کون جسکی شفاعت ستی　　چھٹک ہوی سار یانکوں دوزخ ستے

سبب تالیف:—

یو مسلمان کون دکھنی کیا اس سبب　　فہم کرکو دلمیں کرین یاد سب

فرض ہے نماز ہی نی پرنا اسے　　مسلمان شریعت پو قایم اچھی

سکت تنج تی کذریا تو اتنا تبے　　کیا ہوں یو مسلمانکوں دکھنی ستے

ضرورت ہی لازم مسلمان پہ　　بھی ہے حکم جو کچ سو ایمان پہ

سو یو مختصر دھنی کر توں یاد　　خدا تج رکھی دو جہان میان شاد

نمونہ:—

یو ارکان ایمان کی دوا ہیں　　ولی عین ایمان سو یو اہیں

جو اقرار اول زبان سون کری　　بھی تصدیق دلمیں سو یو نکر دھری

خدا ایک دوجا شریک نئیں اسے　　ہی بیمثل اسکے صفت نے کسے

فرض احکام:—

ادا کر یو بولیا ہوں چودا فرض　　سو احکام وارکان کی میں فرض

اول آپ کون پاک رکھنا مدام　　جنب ہور حدث ستے و یا احتلام

ہی دوسرا فرض پاک کپری سدا　　جو پہنی تو تکمر اچھی یا ا

اچھی پاک جاکا سو تسرا فرض　　کتا ہوں مصلے کون یو سب عرض

بھی چوتھا فرض دقتکون بوج سب　　فجر ظہر ہور عصر و مغرب و شب

بھی سب طاعتاں ہیں سو ایمان پر　　جو ہوتیاں ہیں ثابت مسلمان پر

حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا　　و یا دین کیا ہے سو اسلام کیا

دیا کیا مسلمانی ہے سو توں بول | اسی جواب دی یوں کتا ہوں سو کہول
خدا کی سو فرمان کوں کر قبول | بہی کرنا ہے بولی خدا کی رسول
مفصل ہے ایمان اسکوں توں سیک | بہی مجمل ہے ایمان توں دلمیں لیک

خاتمہ :-

سو یو شین الف و میم لام کاف | فرض کوں سو دکہنی میں بولیا ہوں صاف
ایہی سو یو بیتاں زیادہ ہیں چار | توں کوشش تے دل بہا کو کر یادگار
سن یکہزار ہور ستر پو سات | کہا ہوں اسی سال میں یو حکات

انڈیا آفس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دکہنی نثر میں ترجمہ بہی موجود ہے اور یہ اصل مثنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ + ۷۰ = ۱۱۴۷ھ) افسوس ہے اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پر نئی ہے۔ دوسرا بالغ ہونا نابالغ پر واجب نئے ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو ایمان ہے۔ اگر مسلمان نئی ہوا تو کچ عبادت اسپر واجب نئے ہے اگر کوئی پوچھی گا کہ ایمان کیا ہے۔ ہور اسلام ہے ہور مسلمانی کسے کہتے ہیں اسی یوں جواب دی کہ خدا کی حکم کوں قبول کرنی بولتے ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہے ہور معنی میں یکساں ہیں"

اس مثنوی کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر [illegible] وری

مراثیہ بیجاپور

مرثیہ مرزا

دیگر دکھنی مرثیوں کی طرح اس کے مرثئیے بھی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تھا جس نے سوائے مرثئیے کے کسی اور صنفت میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تھا کہ انتقال کے وقت بھی ایک مرثیہ کا عنوان لکھ رہا تھا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا مگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکھ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تھا اسی انہماک کا نتیجہ تھا کہ اس کو خواب میں بھی اس کی تلقین ہوتی تھی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنا رہا تھا ذیل کے شعر کے

دلاں پا کہاں اتاراں کرکھو سینہ طبق میانے

مصرع ثانی کے لئے مضمون بدل رہا تھا اس پر بےہوشی طاری ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی روبنے محشر کون یوں تحفہ کرلے جانا ہے

مرزا نے اس کو کہہ کر مرثیہ پورا کیا۔

(ص ۹۲) بساتین السلاطین برٹش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھ رہا تھا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ۱۰۸۵ھ کے قبل اس نے شہادت پائی۔

مولف بساتین السلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے :-

"یکے از شعرائے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقف حمد و نعت سید المرسلین و منقبت آئمہ طاہرین نمود ہرگز برائے احدے از شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ ہا بے شمار کہ در ماتم شہدائے کربلا گفت زبان زد خاص مردم دکن و دیگر بلاد گردید" (ص ۹۲)

یہ سب کچھ ہے مگر افسوس تنقین کے ساتھ اس کے مرثیے پیش نہیں کئے جا سکتے مرزا تخلص کے سولہ مرثیے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گولکنڈہ کے مرزا کے کتنے مرثیے ہیں اور بیجاپوری کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اس لئے ان کی تمیز کرنے میں بڑی دشوار ہی ہے۔ یہاں ہم ایک مرثیے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجاپور کے مرزا کا مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔

شریعت اساسی پہ اپنا ستم | حقیقت شناسی پہ اپنا ستم
نبی کے نواسے پہ اپنا ستم | سب امت کے آسے پہ اپنا ستم
دیا زہر پانی میں با ظالمان | سو لاگا کلیجے کون جا کر تداں
جگر گوشہ حسن کا پڑا بے گمان | مدینہ کے باسی پہ اپنا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی | جگر گوشہ فاطمہ اور علی
بروج دہ دوہ کا بد جلی | شہ کر گھراسی پہ اپنا ستم

. . . . . .

مبارک بدن سوں ہوا سر جدا | اسی غم سوں کہتا ہے مرزا سدا
کیا کیا وو بدبخت نے اے خدا | شہنشہ پیاسے پہ اپنا ستم

مرثیہ ہاشمی

ہاشمی کا ایک مرثیہ اڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں ہے۔

ہاشمی بھی علی عادل شاہ ثانی کا ہمعصر ہے سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے مرشد سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مادر زاد اندھا تھا۔ مثنوی، دیوان اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں مثنوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے ۱۰۹۹ھ میں مرتب ہوئی جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ ریختی نظم کا بھی یہی موجد ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس قسم کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں ہ میرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا زمانہ مابعد میں اس کو ریختی سے موسوم کیا گیا ہے۔

مصنف بساتین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ونیز از جملہ ہندی گویان ان زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہٗ زبان شیریں بیان کشادہ درمیان سخنوران گوی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجا ورہ آن وقت نظم آوردہ و دیوان غزل مشتمل بر مضامین سنجیدہ و تلازمات شعریہ ہم دادکہ مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش غریب ورزیدہ است کہ ہیچ کس برآوردران سیاقت نزادہ۔ باوجودے کہ بصیر مادرزاد بود"

(ص ۹۲ ب انڈیا آفس)

غرضکہ ہاشمی کی قابلیت مسلمہ تھی ۱۱۰۵ھ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ اٹھ نمبر ا میں ہے مگر افسوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کیے گئے پیش کیے جاتے ہیں:۔

دلبند مصطفٰے کا تابوت لے چلے ہیں
فرزند مرتضٰی کا تابوت لے چلے ہیں

سلطان دو جہان سردار اولیا کا
مظلوم کربلا کا تابوت لے چلے ہیں

حضرت حسین حسن کا شاہ زمین زمن کا
حضرت نبی مدنگا تابوت لے چلے ہیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت کے تھے نواسے حیدر کے تھے خلاصے
ہوئے شہید پیاسے تابوت لے چلے ہیں

اے ہاشمی شہان کا سلطان دو جہان کا
مقبول اس جوان کا تابوت لے چلے ہیں

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے ہاشمی بیجاپوری کا شمار نہ کیا جائے مگر ہاشمی کے دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دورِ مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی بہمنی سلطنت محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے بعد دہلی کے تخت پر متعدد خاندان حکمراں ہوئے مگر کسی نے بھی دکن کی جانب توجہ نہیں کی شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) پہلا شخص ہے جس نے ۹۹۵ھ میں دکن پر حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے درپے یورشیں کیں اور آخر ۱۰۴۲ھ میں احمد نگر پر قبضہ کرلیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہوگیا۔ اورنگ زیب کی شہزادگی کا زمانہ بڑی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہوگیا ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح ہوگیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی حکومت میں شامل ہوگیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعرائے اردو کے ساتھ بیحد مراعات کئے جاتے تھے انہیں ان کی تصنیفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ اُمرائے دکن بھی اُردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدردانیوں کے باعث عام طور سے شعر و شاعری کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدردانی کے اب اُردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اُردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ ۱۰۹۸ھ میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۱۳۶ھ میں آصف جاہ اول نے اپنی حکومت قائم کی اس ۳۷ سال مدت میں بھی اُردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثیے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے مخزن شعر و شاعری

کے منبع اور شعراء کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھڑکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (سنہ ۱۰۳۱ھ) سے اس کی رونق اور چہل پہل بڑھتی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط سنہ ۱۰۴۲ھ کے بعد سے اس کی قسمت پھر سے جاگی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے سنہ ۱۰۶۲ھ میں اس کو اورنگ آباد خجستہ بنیاد سے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (سنہ ۱۰۶۸ھ تا سنہ ۱۱۱۸ھ) تخت دہلی پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی گولکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد بھی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد بھی اورنگ آباد کے جوار میں سپرد خاک ہوا۔ جب اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہوگا۔

یہاں گھر گھر شیریں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ گلاب، انگور، سنترہ کے باغ تر و تازہ تھے۔ صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کاغذ سازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے بیسیوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکار کی جانب سے ان کو مراعاتیں حاصل تھیں۔ انعام اور یومیہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علی الخصوص دہلی کے امراء، رؤساء، علماء، شعرا کثرت سے اورنگ آباد میں آباد ہو گئے اور پھر گولکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جوق جوق آ کر یہاں منقیم ہو گئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بھی بن گیا۔

اورنگ آباد کے دارالحکومت، تمدن و تہذیب کا گہوارہ، علم و فن کا مرکز، علما و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو (جو گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و یسیر کی

سی کی حالت ہوگئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔

اس زمانہ کے اُردو شعراء کی طویل فہرست ہے۔ جنہوں نے ملک سخن سے داد لی اور اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔

ولی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ آصفجاہ نے سلطنت آصفیہ کی بنا ڈالدی تھی۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جو چمنستان یورپ کے علمی گلشنوں میں محفوظ ہیں مخفی نہ رہے یہ کل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں۔ بلکہ پورے دکن سے متعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بہو ساس	؟	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	سنہ ۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ حیدر	اشرف	سنہ ۱۱۲۵ھ
(۶)	روضۃ الشہداء	ولی ویلوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجدی	سنہ ۱۱۳۱ھ
(۸)	غزل ہائے عشرتی	عشرتی	سنہ ؟
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	سنہ
(۱۰)	دعائے فاطمہ	ولی ویلوری	؟
(۱۱)	مرثیہ	اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	یتیم احمد	؟

قصہ ملکۂ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۲/۲ ورق (۱۲) سطر (۱۷) سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق مصنف کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ملکہ مصر کی کہانی مصنف عاجز: تاریخ تصنیف پنجشنبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۱۸۲ھ درج ہے۔ گارسیں ڈی ٹاسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس قصہ سے بالکل جدا گانہ ہے جس کا ذکر ولسن نے اپنے کیٹلاک کے صفحہ (۳۴۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی ٹاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر لعل وگوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجز تخلص کے دو شاعر ہوئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجز جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے تھے۔ عارف الدین عاجز عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنہوں نے مثنوی لال و گوہر لکھی ہے۔

عارف الدین کے معصر تذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال گوہر کو ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر تذکرہ نویس سے ایسی

غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ "ملکہ مصر" کی مثنوی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے سنہ ۱۱۱۱ھ میں مرتب ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

مرتب ہوا یاں تھے قصہ تمام	کہوں اب سوں کس سوں پایا نظام
ایگارا تھے تاریخ ماہ صفر	سو پنجشنبہ کا روز خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہور یک سو پو بولیا ہوں یو یادگار
اے محمد داب پیر کا ناوں لے	ختم کر و زاری سو سب چھوڑ دے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردوے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی مثنوی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑھا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم نہ ہوگا۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیر و مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت سنو:۔

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کی حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کر کے حکم دیا جو شخص اس کے سو سوالوں کا جواب

جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سونپ دوں گی۔ صدہا آدمی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا کسی نے بھی سوالات کے جواب نہیں دئے۔ آخرکار ایک عقلمند شخص عبدالعلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیئے یہ سوالات عقائد اسلام، تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد میں کہتا ہے:۔

کہوں میں ثنا صفت اس کا اول	بنایا ہے جن یو جگت بے بدل
رکھیا جن معلق یو ساتہ آسمان	چلاتا ہے جو نیت زمین و زمان

نعت:۔

دو جا نعت حضرت نبی مصطفےٰ	ازل تا ابد اسکوں ہی بادشاہ
نبی ہے جو یک لاک چوبیس ہزار	اونکوں اسے شاہ کا ہی ادہار

اپنے پیر کی مدح کرتا ہے:۔

کہوں اب میرے پیر کا نا تیین	دنیاں دین میں جسنی جس پاونمیں
او حضرت میاں سید خوند میر شاہ	کہ جس فیض تی خلق نت پاوے راہ
نا دس سارا کوی حکمت میں دسی	اگر دور اچھوں ہی دلیں بسی

ابتدا قصہ:۔

سنو اے عزیزاں کتا ہوں سو بات	سمجھ کے بعضی حکایت کی دہات
کہوں اب قصہ سب کون اظہار کر	کہتی ہیں کہ تہا شاہ یک بخت ور
دہرے نام سلطان فیروز شاہ	اتہا مصر کا شہر سو تخت گاہ

تھی بیٹی تھا اسکوں فرزند سو | اچھے شاہ ایسے سا تہ دلبند ہو
ملیکا اچھے ناؤں اس نار کا | اتہا جکہیں شہرۃ اس اوتار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بناؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کرادی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتے تہا یک عالم ہندوستان میں | کتیک دن پچہیں یو خبر سن ادنی
ادک اسکوں اسبات میں قام تہا | سو عبد العلیم اس کیرا نام تہا
بچاریا او دل بیچ جاؤ وہان | کروں شاہ زادی کی خاطر نشان
کی یون دلمیں اسبات کا عزم ہر | جو پسند اتس وقت پکریا سفر
نہ کم یک گھری کیں ادک اد اس | چہل دنکوں پونچا جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتدا اس طرح ہے۔

کہو سب تہہ اول یو رب الرحیم | جو پیدا کیا کیا سو کہ اے علیم
کہیا کاف ہور نون سیتی اول | بنایا ہے ای پروری سپے بدل
کہی تب کے اوس کاف ہور نون سون | ہوی کیا او حاصل سو مجہ بول توں
کہیا کاف تون سون یو میدان سب | ہوا ہور نہارا جو تہا یو سبب

لکھے کون آیت قران میں اول | ہو نطفہ نازل سوکہ کہوں عارف بول
کہیا تب او عالم سن ای سندہر | سینا نازل اول سو اقرار کر
کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام | کہتی میں علوقہ جو کہائے طعام
کہیا سب عمر میں او صاحب میرا | جو کہائے اتھی طعام دو من کیرا

یو سب بات سنکر او نار ہی نچہل | کہو کون جنت میں جا وین اکل
ملایک جو ہیں مرد یا عورتان | کہو مجہون دو حرف کیرا بیان
کہیا جانیکی سو اول بہشت میں | گروہ ایک محمد کرا امت میں
فرشتی نہین مرد عورت کے سار | ولیکن نہیں او بہ قدرت سون بہار

اس سو سوالوں کے بعد شادی ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضا لی کیا میزبانی برے | بندے عقد دیک سد امرت گہری

مثنوی کے آغاز میں بیان کیا گیا ہو کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بزان ایک دن ذوق کے حال میں | دیکہیا اس قصہ کون سو خوش حال ہیں
اتہا یو قصہ فارسی نظم سب | کہنا ترجمہ کر دہریا دل میں تب
بجہیں مانگ توفیق اپن پیر پاس | کیا فارسی کون دکہنی سال رہاس
ولی بیک عرض ہے سو یہی میرا | جو کوئی درس دیکہے یو قصہ کیرا
تو کچہ نا کہے او سکی خامی پوچا | بہر حال عاجز کون دیوے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر افسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں۔

ہوا۔ انڈیا آفس میں قصہ فیروز شاہ[۵۵] کے متعلق دو کتابیں ہیں ان کا قصہ بالکل علیحدہ ہے اس لئے مقابلہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے عدد ۵۶ سروری۔

---

۵۵ یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"در شہر بدخشان بادشاہ بود خجستہ اطوار و مبارک کردار کہ در عصر ہمتای خود نداشت و بفراغ دل انتظام امورات پادشاہی میدارد و آخر بخواہش تمام عروسان آہل جمال را در عقد خود آوردہ روزگار را بخوشی و خرمی میگذرانید در قضارا از زنے پسر زندی تولد شد نامس فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر دو سالہ رسید از زنے دیگر پسران متواتر پیدا کردیدند یکی را نام نور وزکردند دیگرے را نام بہروز شاہ گفتند چوں ہر سہ بحد بلاغت رسیدند روزی از روزہا باشاہ بہادر فیروز شاہ بر غضب شد"

شروع سے آخر تک اس میں قصہ فیروز شاہ کا ہے اور وہی اس کا ہیرو ہے ملکہ مصر والی کتاب سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خاتمہ ملاحظہ ہو۔۔۔

تمام اختیار کار بادشاہی بدست فیروز شاہ گذاشت و مالک مملکت گردانیدہ خود بعبادت حق سبحانہ تعالیٰ در گوشہ نشست۔ فیروز شاہ چو بر تخت بادشاہی نشست و دست عطا بجمہور انام بکشاد و داد سخاوت بداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمامی خلائق بحسن و خلق او شادان شدند۔

قصہ بہو ساس (۹)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۲/۳۴) ورق (۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سوالات درج ہیں۔ گیارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔"

کیٹلاگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔ مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ صدر رکھا جاسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔ سنہ ۱۱۰۰ھ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانہ اسے یو اگیارا صدی
گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد درمیان میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑ کر اپنے میکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا | دیا دنت دے دان ایمان کا
نہیں جس من ایمان سے بے حیا | نچانو دنیا بیچ اوس کا جیا

لکھوں میں یو قصہ بہو ساس کا | لکیا دو میں جھگڑا سو یں اٹکا
کرانا ہو جا ساس حکیں کو ہی | سدا ہاں اپنی سو چرتے پھری

اتھا گھر میں ایک منجہ سو بیٹیا بڑا | سو اس آج خاطر میں چوندا چڑا
ھلانی چلانی ملانی سو میں | بلا سب اپنی ستم لائی میں
کھی دیک دلمیں کہ کرتی ھی یو | زرا آج منجکون ندرتے ھی یو

سکل بات سن بھوکھری او تکر | سینا سیر اپنا لیتی کوٹ کر
جورا کھول اپچل تتان تور کر | کنکن ہات تنکر یان ستم پھوڑ کر
ستم سرماتی اپس کھال لی | لگی تور نی حست تتان بال لی

کھا مات کون جا دور پکر پاؤں یون | نکو آج تجھی لیو تہیں نا کو یون
ھوی میں تہیں بہی یو دی ھور پری | سبب کیا جو چھوری کی خیالوں پری

آخری شعر

میری بات ہرگز تون آج تجھی سجا | تیری پوت کون توں اپس گھر سجا

سینا کار کھری رہ کہ ننیو کھولا | کنکر مار کیتا نکون فننی بولا
نکوئی اس زنکون تو کھتا سکی | ادک اچلی اوسکون کوہی کیا رکھی
جتنی قید کرتی اونکوں تھکی | سو رنگ بھیہ کر آج اسکون تھکی
زمانہ اچھی یو ایکارا حسد ہی | کئی نیک ٹیکے رھی سے بد ہی

مثنوی عشق صادق (؟)

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

بلوم ہارٹ (۳۴) ورق (۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت:۔

"ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف ضیعفی ہے"

اسپرنگر اور استوارٹ کسی کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر شہادتوں سے پایا جاتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۱۱ھ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضیعفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان کے زوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضیعفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی توثیق ہوتی ہے۔ کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (؟) اور (۲) ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کیجا سکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروجہ کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لئے جایا کرتی۔ شوہر نے صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی۔ جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کر اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جارہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا متفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جارہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہوگا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتایا وہ اس کو دیکھکر بے ہوش ہوگیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر محمول کیا اور کہا تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہوگیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادائے نماز تنور میں چلی گئی اور دھوئیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہوگئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہوگیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرنے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آیا وہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ ایسی

عرصہ میں جبریلؑ آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باہر نکالا گیا وہ جان بحق ہو چکی تھی آنحضرتؐ نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے مثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم مذہبوں کے دل میں آنحضرت کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتا سن کہوں نقل اس سار کا	جو ثابت قوم نار اوتار کا
سنیا ہوں نبی زمانے میں ایک	اتھا جو مسلمان کوئی مرد نیک
فوا نبی کی سو اسلام میں	اتھا نیک نیکی کیری کام میں
سو بختاں سوں ھوی دیک یاری اسی	ملی ایک عجب نیک ناری اسی
نچھل پاک پیکر پری سار کی	پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

نبی کی محبت کا سو کند تجی	دیکھا کار برقی متی موں منجی
تجی سوں نبی کی سو دیدار کا	دیکھا دید تیرا منج یکبار کا
اگر توں نبی کا جو دھرتی ھی چار	تو دکھلا تیری موں کوں برقی تی کار
دکھائی تو سمجھو نکا نج کون ٹکری	محبت سچا توں نبی پر دھری

سو بولی کہ ای خاص خیر البشر	سلام حق نی بولیا تمارے اوپر
بھی یوں بول بھیجا ھی تمنا نکوں آج	کہ ای شاہ نبیاں ای امت کی تاج
تماری جو امت متی کوئی اگر	کہ جس میں محبت کا ھووی اثر
مرد ھور یا کوئی عورت اچھی	کہ جس میں تمارا محبت اچھی

تمن سوں محبت جکوہی لایکا | انی پی بہی مرتبہ پا ہی کا

جو یون لعل شعلہ ہوا اد تنور | نزان نار کوں دین بلا یا حضور
بولا او تنور دیکھلا کہ اس | کھیا جا بھتر اس تنور کی تون کھوس
تجی سئیون نبی کی سو ھی پیار کا | تجی سئون نبی کی سو دیدار کا
... | ...
تو تو ہوئی تیرا محبت سچا | وگر نیں تو تیرا عقیدہ کچا

دم اس نار کا جب کیا چہوڑ تن | سو دئی غسل کر اسکی تن کوں کفن
سو کر دین نماز اس جنازی اپر | لجا کر اتاری قبر کی بھتر
بری مرتبہ ساۃ اس نار کون | دفن کو نبی آپنی پیار سون

مثنوی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے بڑی محنت سے اس کا دکھنی ترجمہ کیا ہے۔ مگر افسوس اصل قصہ جو غالباً فارسی میں ہوگا دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی یورپ میں نہیں ہے لہذا اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔

مثنوی اگرچہ مذہبی موضوع پر لکھی گئی ہے مگر ادبی خوبیوں سے خالی نہیں ہے قصہ کی کوئی اصلیت نہیں مگر مصنف نے چھوٹی چھوٹی باتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے اس سے اصلیت پر شبہ ہوتا اور آنحضرت کا حقیقی واقعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہیروین کی زبان سے ہندی الفاظ اور محاورات کہلوائے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف مصنف کے ہندی دانی کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں عورتوں

کی زبان مردوں سے جدا تھی۔ بہرحال اس مثنوی سے ضعیفی کے بلند پایہ شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مثنوی کمیاب ہے۔

ضعیفی کی دوسری مثنوی ہدایت نامہ ہے جو حسب بیان مولف اُردو شہ پارے ایک ضخیم کتاب ہے اس کی تصنیف **۱۰۹۹ھ** میں ہوئی ہے اس میں فرقہ حنفیہ کے مذہبی عقائد اور قوانین درج ہیں۔ خاتمہ پر اپنا حال بیان کیا ہے اور عالمگیر کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔

یوسف زلیخا

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۵۶) ورق (۱۴۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق

تاریخ کتابت جمادی الاول ۱۲۴۶ھ کاتب احمد علی گوپاموی۔

مصنف کیٹلاگ (A. CARBATAN.) نے صرف مثنوی کے نام اور مصنف کے تخلص امین

کی صراحت پر اکتفا کیا ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"یوسف اور زلیخا کے عشق کی کہانی۔ دکھنی نظم میں مصنف شیخ محمد امین

اورنگ زیب کے عہد ۱۱۰۹ھ میں لکھی گئی ہے"

اس کی تصنیف جیسا کہ ذکر ہوا ہے ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہو اس کے متعلق مصنف نے خود

صراحت کر دی ہے کہتا ہے۔

اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے	برس ہجرت محمد مصطفےٰ کے
نہان چالیس سو پہر چودہ اور سو	میں لکھا گودھری کے بیچ سن لیو
جمادی الاول میں اتوار کے روز	اتھی تاریخ دوجی دسے دل افروز
صبحے کے وقت لکھ رہیا امین رے	الٰہی توں محبت سب کے تیں دسے

اس سے ظاہر ہے کہ دوسری جمادی الاول ۱۱۰۹ھ یوم یکشنبہ کو اس کی تصنیف ہوئی

ہے اور اس کے اشعار کی تعداد (۱۱۴۰) ہے۔ اور یہ گودھری (گجراتی) زبان میں لکھی

گئی ہے۔ مگر چونکہ امین کو دکن سے بھی تعلق رہا ہے اس لئے اس مخطوطے کی صراحت

نامناسب نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے امین تخلص کے متعدد شعرا دکن میں ہوئے ہیں جن میں سے
بعض کا تعلق بیجاپور سے رہا ہے اور بعض کا گولکنڈہ سے۔ ان کے سوا عالمگیری عہد کے یہ
دوسرے امین ہیں جن کا نام شیخ محمد امین تھا۔

جہاں تک میری تحقیقات ہے ان کا تعلق گجرات سے تھا عالمگیر کے عہد میں دکن کا
رخ کیا۔ صوفی مشرب تھے۔ قادریہ طریقہ میں بیعت کی تھی۔ شعر و شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔
بلکہ وہ مذہبی آدمی پابند شریعت تھے۔ مثنوی کے مطالعہ سے اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔
مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے (۳۶) شعر ہیں اس کے بعد نعت میں
(۱۶۹) اسی میں معراج کے متعلق بھی صراحت ہے۔ پھر خلفاے راشدین کی منقبت کا
عنوان قائم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں امام حسنین فاطمہ زہرا۔ امام ابو حنیفہ و مالک و امام شافعی
شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کی ہے اس کے بعد عشق کی توصیف کرتے ہوئے قصہ
کی ابتدا کی ہے قصہ کو بھی عنوانات کے تحت لکھا ہے۔ آخر پر خاتمہ سے پہلے عالمگیر کی
مدح کی ہے اس کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے دعا خیر کی ہے۔

چونکہ یوسف زلیخا کا قصہ مشہور ہے اس لئے اس کی صراحت موجب طوالت ہے
کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابتداء—

اول تعریف سن خالق کی اے یار	کہ وہ دو نو جگ کا ہے کرن ہار
وہی نابود سون سب کو کرے بود	کرے سکون حیاتین دی کے خوشنود

محمد کی سنو معراج کی بات	امن بخشے نبی کون رب نے درجات
نبی کی سن کے صفتاں خوش کرو دل	شفاعت وو کرینگے روز مشکل

داستان کی ابتدا :—

ارے ساقی پیالا بھر ستابی
امین کے ہاتھ دے رزا ستزابی
بلوریں جام کی بہتر مئے لعل
تون پر کر امیں کو بخش درحال

. . . .

سنو مطلب رہی اب یون امین کا
لکھے کو جرے منیں یوسف زلیخا
ہر یک جا کھ قصا ہی فارسی میں
امین اسکون اتارے گوجری میں

اول آدم جگت میں سب دن ائیے
عبادت میں انوں سب دن گنوائے
ہوے جب شیش فرزندان سون پیدا
چلے آدم سو تب دنیاں سون عقبا

پچھون تیموس نے کیتی فکر یون
مصر کے بیچ یک قاصد کو بھیچوں
لکھی تیموس نے تب یک کتابت
عزیز مصر کون با کئی نزاکت
لکھیا یون کر کہ یک بیٹی ہے میری
اسے آتی اہیں ماتگے گھتر ی
زر دم و شام اور دوجے ملک سون
ولے آتا نہیں کوئی میرے من سون
میرا دل یو تکہ ہی بیاہوں مصر میں
تو کچھ ہووے ٹھنڈک میری جگر میں

دیکھی صورت عزیز مصر کی جب
پڑی دھرتی او پر بچھڑا اسے کرتب
کہ واویلا کہ واویلا کہ دائی
بخت رب نے میرے اوندھے لکھائی
دیتو کچھ اور تھا انیو ہی کچھ اور
اتیو دشمن رہی اس دوست کے ٹھور
ہمیں وسے کہ ملیگا مجھ سین درس
ارے ہیات اور افسوس افسوس
ہمیں کیونکر ملیگا مجسون شے شاہ
ہزار افسوس اور صد اہ صد اہ

گیا وہ گنج اور یہ رہ گیا سانپ | صورت دیکھ چڑھی مجھ دھوج اور کانپ

اس کے بعد خواب میں بشارت ہوتی ہے۔

زلیخا کی حقیقت اب سناوے | زلیخا پھر کے یوسف کوں پاوے
زلیخا بیخبر پھرتی رتی تھی | عشق کا گھاؤ وں اوپر سستی تھی
کدھوں گھر میں کدھوں جنگل میں جاتی | وے محنت کے دنوں کو یوں گنواتی
گئی تھی ایک دن جنگل کے بھیتر | چلی تھی اس جگے سوں اپنے گھر
آیا جب راہ میں یوسف کا بازار | زلیخا نے سنا تب شور بسیار
لگی پوچھن کہ ایسے کیا شور ہوئے | کہو مجھ کیا اسے دورا دور ہی رے

لوگ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت غلام آیا ہے مگر اس کی قیمت نہیں ٹھیرتی اس پر زلیخا پردہ اٹھا کر دیکھتی ہے۔

زلیخا نے سو تب پردا اٹھا کر | صورت یوسف کی نظروں بیچ لیا کر
پچھانا ن ہی وہی دل یار جانی | کہ جس کارن ہوں پھرتی تھی دیوانی
یوسف دیکھ کر رو ہی پکاری | پڑی ہو بیخبر کر کر کے زاری
سواری کوں شتابی لیکہ بھاگی | زلیخا کوں لے آئے گھر کے آگے
اتارے گھر منے تب ہوئی خبردار | پوچھی تب دائی نے یوں اسکو گفتار
تیری پھر عقل اور سدھ کان گئی تھی | ایسی توں بے خبر کیوں ہو رہی تھی
کہا تب وے غلام ہی یار میرا
اسی اوپر ہی دل کا پیار میرا

خاتمہ:-

زمانے شاہ اورنگ زیب کے میں | لکھی یوسف زلیخا کوں امیں نین

الٰہی توں ایسا عادل شہنشاہ | رکھیں جب لگ رہی قائم مہر ماہ
امیں نیں گو جری کیں سو یوں کر | کہ امین تیں رہے دنیاں کے بہتر
وجودی ہر سو ہو جائیگا خاک | نہیں پاوے سو ڈھونڈا بھیوں پاک
نشانی تب رہیگی اے سخن رے | جو کچھ بولا امین میٹھی بچن رے
امین کوں ہی امید اتنی ای یارو | پڑو سو فاتحہ سوں نان لیا رو
اول فاتحہ امین اوپر ادا کر | پچھوں لیجیو قصہ اپنے ہاتھ بہتر
اسنے پر کر سو جب پورا کر و رے | امین کوں یاد کر فاتحہ پڑو رے
برکت تو تماری سوں خلاصی | کچھو پاوے امین بیچارہ عاصی
اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے | برس ہجرت محمد مصطفےٰ کے
بتیا چالیس سو پر چودہ اور سو | ہیں لکھاں گو دھری کیے بیچ سن ہو
جمادی الاول میں اتوار کے روز | اتہی تاریخ دوجی دے دل افروز
صبح کے وقت لکھ رہیا امین رے | الٰہی توں محبت سب کی تیں دے

کر سب کوئی کرے اسکے اوپر پیار
پڑے دل جان سنین ہو کے ہشیار

اس کے بعد گیارہ شعر میں مناجات کی گئی ہے آخری شعر جس پر کتاب ختم ہوتی ہے یہ ہیں۔

ہمیں بس کر ہمیں بس کر ہمیں بس | کہاں ہووے اے پورا عشق کا رس
امین بس کر سخن کوں اس جگے ہاں
ہمیشہ بر محمد پڑ درود ان

چونکہ امین نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ کس کی فارسی یوسف زلیخا سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اس لئے مقابلہ دشوار ہے۔

اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ہی ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

پیارس کا یہ نسخہ ایک انگریز کیپٹن ٹرائر (؟) کے لئے ۱۸۳۱ء میں تیار ہوا تھا۔ گارساں ڈی ٹاسی کے مرنے پر قومی کتب میں داخل ہوا ہے۔

ابن کا یہ ترجمہ فارسی سے ہوا ہے مگر فارسی اثر سے بالکل آزاد ہے اس سے اصلیت (دلچسپی) ظاہر ہوتی ہے۔ طرز بیان بالکل صاف ہے مگر جہاں تصوف کا بیان ہوا ہے وہاں اسلوب بیان پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں غالباً انجمن ترقی اردو وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت
۸ ربیع صفر سنہ ۱۲۷۱ھ۔

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور سنہ ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کر دی ہے۔

اتھے سوا گیارا ہی اسس پو نو ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ھوا ختم یو نسخہ نغز بو (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خاں محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے دلی صفت اور مذہبی بادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثیے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس مثنوی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتدا:—

محی الدین کا نام بس ھی مجے
محی الدین کا یاد جس ھی مجھے

جہان میں ہر یک کا ہر یک پشتبان
میرا پشتبان اوچہ ھی در جہان

وہی پیر میرا وہی دستگیر
پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر

میری جان و دل کا سدا یار او
غم و ہم میں مجکو مددگار او

میری جان و دل میں بسی اوچہ ہم
نہ غم سون مجہی غم ہے نا ہم سون نہ ہم

بقا ابن بطو کھی ایک روز
تھی منبر پو او سرور نیک روز

تجلی کیا انکی. دلبر خدا
ھوی اوس تجلی میں خود سوں جدا

کریں اونکوں بیخود تجلی رب
لگی کھوین پو کرنی نہ لا تاب تب

رسول خدا ھت پکڑان کے تین
رکھی ثابت اوسوقت منبر پو وین

تجلی مناسب نبیان کی تھی او
نرھی اوس سبب نشہ میں طاقتکی بو

میسر نہیں کسو لیکون یو حال
اگرچہ مراتب میں پاوی کمال

یزان حق جلالی تجلی کیا
چہرکی تمن شاہ لاغر ہوا

کھٹیا جسم شہ کا ھوی ناتوان
جمال تجلی کیا بعد ازان

پریا شیخ کا جسم اوستی بتا
کہ ھوی ھول دیکھین سون اوسکی سدا

مجی اوس سچی کچہ نہ آیا نظر
وسیا نین مجہ کچہ تماشا دیگر

بحمدالله این نامہ بی مثال
دو دن بیچ پایا ھی وصف کمال

عبارات اسکی سکل دلکشا
اشارات اسکی مسرت فزا

ھی مطلوب و مرغوب جانکا سی
نہ کوئی اسا بولیا نہ بولی کبھی

کری دنگون اسکا جھلک آرسی | نہ پوچھی یہ دکھنی کتین فارسی
اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں فرد | ہوا مثنوی سون میری زرد
اگرچہ او صنعت سخن میں کرے | پتی کان ہی اسمیں فصاحت بری
اگر نصرتی ہوی اس وقت پہ | رہی اس سخن سامنی سر بسر
میں علم و ہنر میں ہون سحبان ہند | فصاحت بلاغت میں احسان ہند
نہیں شعر میرا بدایع سون دور | بیان ہی میرا سب معانی سون پور
شہ اولیا کا جو ہی مدح گو | سکل شاعران کا اچھی شاہ او
اتھی سو اگیارہ یہی اس پو نو | ہوا ختم یو نسخۂ نغز بو
شب جمعہ شعبان کی دوسری | سو تائید حق تس مرتب کری
اگر اسکی بنیان گنی تون تمام | ہوی چار سو آٹھ ای نیک تام
یہہ ہی غوث کی فضل سون جب تمام | کیا غوث نامہ یو نامہ کا تمام

اس کے بعد (۲۶) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں:-

مجی نام کر شاہ کا حرز جان | تصدق سون اسکی دی اپنی امان
یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر | جتی مشکلاں اسکی آسان کر
ہی ذوقی غلام اوسکی درگاہ کا | بھکاری ہی دایم اوسی شاہ کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چلا ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنفہ ہے اور زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔

جنگ نامۂ حیدر

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (اورینٹل ۱۰۵۹) ورق (۳۶) سطر (۱۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۴ ۱/۲ خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال دکھنی نظم میں مصنف سید اشرف۔ مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد اشعار (۶۰۸) اور سنہ تصنیف ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ع کا بھی اظہار کیا ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا ہمعصر بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی صراحت بھی موجود ہے :-

کیا ہوں بڑے شرف کی بھر جان
اگھیارا سو پچیس سن ہجری جان
کیا جنگ یو مختصر بات ہیں
کیا اٹھ سو پر چھ ابیات ہیں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام سید اشرف تھا مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تھی دہلی ہی گئے تھے۔ مثنوی غزل کے ساتھ مرثیہ بھی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجموعہ میں ان کے مرثئے موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق۔ حمید۔ میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بھی کچھ حال نہیں لکھا البتہ بعض صرف ولی کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پھر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حضرت علیؓ کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تھا اس کی دختر سحل نہایت حسین و جمیل تھی ساتھ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق۔ حضرت علی آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرنے اور تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی۔ حضرت علی نے فتح پائی فضل اسلام سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ واپس ہوا مدینہ کے گھر گھر میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوند اکبر ہے صاحب کریم	کہ جس کا محمد ہے نائب مقیم
نہ مادر پدر اسکوں نا نارشتے	دو جگا او پیدا کر نحصار سے

عجب کہیل اوسکا ھی قدرت اول | کری بوند بانیسوں صورت شکل

بزان احد سوں ایک احمد کیا | محمد ازل تا ابد کردیا
عجب نام حیدر علی مرتضیٰ | کہ جس سر مدی تہی نبی مصطفےٰ

توں اشرف انا عاجزی بانکر | لکہ بیت حقکن مناجات کر

بہوت جنگ حیدر کئے ہیں حرب | ولی یک شہر کا سنیا جنگ عجب
ہوس دلمیں ایا کروں ترجمات | کروں فارسی کا بو دکہنی بیان
بزاں چاکو دیکہا ادھی یوں پہل | بہوت جنگ میں آ تہا بو اول
بزاں فارسی کوں دکہن سالمیں | بہرایا ھوں اسکو ہریک حال میں

اپنا چل توں اشرف تجی کام ھے | انکی جنگ سحل کا سرانجام ھے

اپنا جنگ سحل کا شتابے کہوں | علی شیر کے فتح یابی لکہوں

مدینے تے مغرب طرف یک شہر | کہتے دورھی بہوت اسکا سفر
برس ایک پر پہیر ھہنی کی راہ | اتہا روم کی ملک ہیں بادشاہ
پڑا شہر کہتے کوہستان میں | نہ ایسا کہیں ملک اسمان میں
عجب نام اسکا حصار اسکتے | اوکافر ملک ھر نکار اسکتے
کہی نام اسس بادشہ کا فضل | اتہی ایک دختر اسے خوش شکل

اتہا انام اوسکا سحل دختری　　او شیر ی خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت تہی رو خوش نگار　　جو قربان تہی اسپو پریاں ہزار

کہا تم کندیہیں چالیس ھزار　　کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کندان سوا سپو چالیس ھزار　　پکرلاو منج پاس چلتا سوار
کندی چلی فوج پہ فوج آر　　جوں سمدور کی موج پہ موج آر
ٹلی ہر طرف اکو دس دس ہزار　　تہی تنہا اپی شاہ حیدر کرار

.. ..

رہے ویک حیدر کندانہیں پہ　　لگی کہینچنی کافران زور کر
کتک زور کرنی لگی شاہ ادھر　　سو کرنی لگی کافران زور ادھر

.. ..

موی کافران کی ھزاران بہوت　　جہنم ھوا شاد شادان بہوت
کمندان کیا توت سب ایکبار　　لکت پہر کمندان ستی دوسری بار

دیکہی شاہ نے پوچہی تیرا کیا ہی نام　　فضل نے کہا میں ھون کافر غلام
سنیا ھوں تمارا جو آکر خدا　　براے خدا بخش میرا خطا
غلامیں میں عاجز کو ثابت کرو　　زبان دلکون میری ھدایت کرو
مشرف کرو منج بہی دینسوں　　ستون تور دل کفر پلیدیسون

اسی بادشاہی بہی بخشی تمام　　فضل نے کیا عرض ھے یا امام
سحل نام ھے یک مجی دختری　　عجب پاک صورت تہی جوں شہپری

سری دلمیں آیا ہے یو خوب تر — تصدق کردن مرتضی کے اوپر
حکم تھا خدا کا نبوسے نبی — سحل کوں نکاح بیچ لاے علی

فضل سون تعظیم تکریم کر — کتک دن ضیافت خرچ دھوم کر
نزنک ایک خلعت ہر یک سوار کون — سوا سوار پیادی جلودار کون

جو داخل ہوی شاہ او شیر نر — سو خاتون جنت نی تعظیم کر
انپر کرلئی ہا تسون ذوالفقار — بہوت خوش ہوی شاہ حیدر کرار

بدولت حرم میں ہو شادی تمام — مدینی میں گہر گہر دکر خاص عام

خاتمہ:-

سوا و قدم ہے سب حکمت کا طبیب — سو اس حکمیں اشرف ہے عاجز غریب
الہی کیا ہوں میں یو مہملات — ولیکن ہے امید علیکی صفات
جکوئی صفت انکی سنکی تمام — یقین جان اشرف ہے اسکا غلام
کیا شعر غریب کری طور میں — سو فرخ سیر کی کیا دور میں
کیا ہوں بری شرف کی بھر جان — اکھارا سو چپیس ہجری جان
کیا جنک یو مختصر بات میں — کیا ات سو پر چہارابیات میں
کیا جنک یو سید اشرف تمام — بحق محمد علیہ السلام

اگرچہ یہ مثنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اس کا اور کوئی نسخہ بھی نہیں ملا اسلئے اختلافات بھی ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔

روضۃ الشہدا

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۲) ورق (۱۰۶) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۵ ۲۱ شعبان ۱۲۱۶ھ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب دریال گھاٹ۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۲) بر حاشیہ ورق (۱۲۱) سائز ۹ ¾ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۵۰ھ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۴) ورق (۱۹۲) سطر (۱۵) سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق کتابت ۱۲ جمادی الاول ۱۱۸۸ھ۔

بلوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کر کے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہدا سے بالکل غیر متعلق ہے۔

"حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسنؑ اور حسینؑ کے واقعات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایتھے اور ریو کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے ہی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ دکھن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں۔۔۔۔۔۔

روضۃ الشہدا دس مجلس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا رض کی وفات تیسری میں شہادت حضرت علی چوتھی مجلس میں شہادت امام حسن ع پانچویں میں ذکر امام حسین ع و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس میں فرزندان مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسین ع کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حر۔ آٹھویں مجلس میں شہادت احباب اور اقربار حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں مجلس میں شہادت کے مابعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی تصنیف ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷ء) میں ہوئی ہے۔ یہ بمبئی میں دو مرتبہ ۱۸۷۵ء و ۱۸۷۹ء میں طبع ہو چکی ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسین کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"روضۃ الشہدا یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام حسین کی شہادت کے مرثیوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے ایک اور مصنف "سیوا" نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں ۲۱"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردوئے قدیم نے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ سے ماخوذ ہے۔

کیا ہوں جب ختم یو درد کا حال　　اگیارہ سو پوتھا انیسوان سال

مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے سنہ ۱۱۳۱ھ ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال
اگیارہ سو اوپر تہا تیسوان سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگرچہ وزن کے لحاظ سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زائد نسخوں میں اسی سنہ کا لکھا جانا خالی از تعجب نہیں۔ مولفہ "اردو شہ پارے" نے سنہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دی ہے۔

ولی تخلص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ تھا جو بقول آزاد اردو شاعری کے باوا آدم سے ملقب کیا گیا ہے۔ دوسرے ولی ویلوری (علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

ولی ویلوری کو مولف اردوئے قدیم نے سید محمد فیاض کے نام سے ملقب کیا ہے۔ مگر میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر ولی فیاض تھا۔ اس کی تائید نہ صرف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے اکثر شعرا اپنا تخلص اپنے نام کے جز ہی کو قرار دیتے تھے اس لئے بھی بجائے محمد فیاض کے ولی فیاض صحیح تر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکھا ہے جس سے میر ولی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازمت رکھتا تھا۔ اس کی پیدائش ویلور علاقہ مدراس میں ہوئی اول عزاست خاں صوبہ دار ساٹ گڈھ[1] کی ملازمت اختیار کی اس کے

---

[1] ساٹ گڈھ بھی صوبہ مدراس میں واقع ہے۔ آج کل ایک دیہات ہے۔

بعد وہ قلعہ داران سد ہوٹ[۵] کا ملازم ہو کر کڑپہ آیا جہاں اس وقت نواب عبدالمجید خاں قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی ارکاٹ کے محلہ اسد پور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور خاصے ضخیم ہیں (الف) روضۃ الشہدا (ب) رتن و پدم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعار فاطمہ (؟) قرار دی جا سکتی ہے۔

مثنوی رتن پدم کے چار ہزار شعر تھے جو کڑپہ میں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتور کے راجہ رتن سین اور سرندیپ کی رانی پدماوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جا سکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہدا ولی کی غالباً پہلی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سد ہوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہو گی۔ ورنہ مثنوی رتن و پدم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعار فاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تمہید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نئے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

---

[۵] قلعہ داران سد ہوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے زمانے کے مخطوطے جو یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے درج ہو گا۔

ہے۔

ابتداء۔

کرون نامیکون بسم اللہ سون آغاز
اچھوں تا میں فصاحت میں سرفراز

سراؤن کیا او سے جن یک سخن میں
بندایا جیو دم کے رشتہ سون بدن میں

مختلف جگہ سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس دوم وفات فاطمہ :-

کرو میں مجلس دوییم پہ ختم
وفات فاطمہ کر کر مرقم

تولد ہونا لازم اول
مناقب تس لکھا کرنا مسلسل

خدیجہ سون جو اولاد پیمبر
اتھے سب دو پسر ہور چار دختر

نہنی تھے فاطمہ سب دختران میں
وا چتا چاند جیون سب اختران میں

شکم میں مانکی تھی جون انکون آرام
رکھے حضرت نے انکون فاطمہ نام

نبوت سون پہنے کے پانچویں سال
ولادت کا ہوا انیز دیکہ تو حال

خدیجہ نے بشارت یون سنائے
قبیلی کے زنانکون سب بولائے

قبیلا تھا او نو کا سب تو سنکر
خدیجہ کون سمجھے تھے عقرہار

مدد کرنے کون اتا سو نہ ایائے
سعادت دین دنیا کی گنوائے

اتا بیان سون کہون حر کا حکایت
سو اوس شیر بہادر کا حکایت

جو حر نے شاہ کا او حال سب دیکھ
کہریا جو شاہ پر جال سب دیکھ

سو بہدی من تیا سون ہو سرفراز
دیکہو کیون راہ عقبی کا کیا ساز

ازل پر آگیا شہ کا دلا یاد
بلاکون دیکہ کر فالو بلا یاد

تزنکہ کون تہل کر تو جا عمر پاس
کہا اے لعنتی مردود خناس

مکہ و دنیا کا دل ہیں دہر کو سورات | لڑکیا تون حسین ابن علی ساتات

چرندے سب جنگل کے ھو دو کھا رہی | کھڑے روتے تھے چرنا چھوڑ سارہی
پھاڑان شور سون پھوڑے تھے سینہ | کھڑے تھے سون کریک لک سپنہ
دریا میں کے مگران سب چھوڑ اپنے | لگے خشکے پو آ مچھلیاں سپنتنے
کیسے پرشاد کی تھا پیاس کا غم | کیسے پرشے کے تھا ہر نیکا ماتم
دنیا میں بھر رہیا تھا شور سارا | ھوا تھا درد و غم ہر شئے پو نیارا
کھپائی کیون امام یا وفا کون | بوجہائی کیون چراغ مصطفےٰ کون
گیا کیون آج او سلطان عالم | بلک حضرت سون ہل تھا جان عالم
پڑیا کیوں آج آوندھا تخت شاہی | ہوا کیون آج عالم پر تباہے
جہان میں سب قیامت کا بجا سور | لگے موجان سون کھلبلینے کون سمدر
غبار سرخ ہو کر آشکارا | جگت پر چھا گیا تھا سب اندھارا
زمیں سب لال تھے ہور آسمان لال | منگیا ہونسکیوں سب قدرت پو چنچال
فرشتے ہاتیں سے گزرا آہن | کھڑے تھے پھوڑ نے ہن کون کہنا کہیں

حالات جنگ :-

یزان طارق کا بیٹا یک عمر تھا | جد یکے فن ہیں خرسا بے خبر تھا
او نے اکبر کا آ تین دار کھایا | جہنم میں پڑ کون جا ملایا
دوجا تھا طلحہ کر طارق کا فرزند | اتھا ملعون ھاتے ساتھ ئو نند
جل اپنے باپ ھور بھائی کے غم سوں | ترت شہزادی پر دھایا منم کون
سو اکبر کا کیر یبان حمات سون دھر | منکیا تھا کھینچکر سینے نہ ہن پہ

تلک اکبر نے جلالی کر حضرت سات — ستے بے ملعونکے گردن اوپر ہات
پکڑ قوت ستے ایسا مروڑ ہی — جو گردن کی رگاں ھور ہاتہ توڑ ہی
پیچہیں اون زین سون نے کہینچ کاڑ ہی — اوچاکر زور سون بہوئیں پر پچہاڑ ہی
دیکہت اکبر کے مردی ھور اور زور — لعینانکے پڑیا سب دلمینے شور

. . . .

منکیا مصرع نے تو شمشیر کاری — تلک اکبر نے بہی شمشیر جہاری
کٹرک اوداسکے سر میں جا لگیا سو — کٹیا کافر کمر لگ ھو گیا دو

. . . .

اوپٹ یو دو ھزاران سار یکبار — گئے اکبر پو حملہ اکر سکے ھنکار
ایدھر کون بہے گئے اکبر نے حملا — کو تیان پر جیوں کے شیر نر نے حملا

. . . .

جب اکبر یو بشارت باپ سون پائی — سو پہر خوشوقت ہو میدان پر دہائی
تلگ بی رحم موذیانکا سر ب دل — گئی تنہا علی اکبر اوپر چل
سکان اوس شیر کون درمیان میں گہیر — لگی بہیا لنے سنان ھور گرز و شمشیر
ذندی جو دھرون جیب جہان او تو پر — ہوئی شہ کی نظر سون غیب اکبر

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو بہیر — کہڑی شیر خدا کی شیر کون گہر
ذندی سب جوڑ کر بہالے سون بہالا — گئی چو گرد جیون سورج کون ھالا
چہریا شیکون خدا وصل کا کیف — جلالت سون بچاتے تب چلے سیف
کہیں پہر پہر بچاتے وقت تروار — انا ابن رسول اللہ ہر بار
کہ شاہد اس صدا سون قوم جاہل — کریں معلوم اپنا کور سے دل

او نعرا کھیلا عرش برین کون | ھلا تا تھا سب ارکان زمیں کون

سو حملہ کرتلنگ چو دہ سون کفار | لگے کرنے بدن پر شاہ کے وار
لگی تب شہ کون زخماں تن پو ساری | او چھلنے کون لگی لھو کے فواری
دیکھی نہیں تب ہانمیں ھلنے کون قوت | نکچہ تیز نہیں ھی چلنے کون قوت

اچھے اوس مرد پر نت رحمت اللہ
اچھے قاتل پر اوسکے لعنت اللہ

یہ آخر الذکر شعر ہران اشعار کے بعد آ گیا ہے جن میں آل حسین اور اصحاب حسین کی شہادت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہدا کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد حمد و نعت اور ہر مجلس میں تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزی اختلاف سہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دکھنی روضۃ الشہدا فارسی کے اسی نام کی کتاب[1] کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

---

[1] برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں سنہ ۱۲۶۸ھ میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۶۸۹) ریو

فارسی روضتہ الشہدا
جنگ ہاشم بن عتبہ وقاص

درین محل ناگاہ از دست راست
امام حسین از میان بیابان سوارے بیرون
آمد بر خنگی تازی نژاد نشستہ و بر کستوان
با جلال ازین و سیمینی بر روکشیدہ شہ کی
درہوای معرکہ چون قطرات غمام فرود
ویدی و بر مصاعد معرکہ چون دخشان
باناوک زمان بدامن آسمان رسید نظم
برق رو آنکہ برفتار خوبش
شام بودے زجلش کہ صبح بودی ز جنتن
مرکی بدین زیباے بجولان در آوردہ در
اکیش خفتان بغل جوان چہرہ مریخ درخشان
پوشیدہ و خودی اعادی چوں افسر
کیوان بر سر نہادہ نیزہ چوں مار ارقم
در دست گرفتہ و کمان بلند در بازوے
ارجمند افگندہ جعبہ پراز خدنگ بر میان
بستہ و شمشیر یمانی بزہر آب دادہ حمائل
کردہ و سپر یکے واز پشت در آویختہ چون
شیر ژیان بکوشش و چوں ہژبر بیابان

دکھنی روضتہ الشہدا
ایضاً

سو ہاشم ابن عتبہ ابن اوقاص
کر اپنی کوہ سین تازیکون رقاص
یکایک جلد ہو کر جیون کے بالا
بیابان میں سو دہا باکو پالا
سرا پر خود عادی تن میں بکتر
سپر چو پست پر بدر منور
حمایل کر کو شمشیر یمانی
کتف اپر ال بی قوس او کیانی
بھریا تہا تیروں سون ترکش بہالی
بھی نیزا ہات میں جیوں اژدہالی
سپیدے بازو سون شہ سرآگے نکلیا
دندیاں کی آگو اوسنے کون چکلیا
سنی سو اس کا آوازی جلاجل
دلیران کی لرزنے کون لگے دل

- - - - - - - - - -

فارسی روضۃ الشہدا

بفرش در آمد و سر و پائے میدان بگردید

. . . .

پس روے بہ لشکر امام حسین نہادہ گفت
اسلام علیک یا ابن رسول اللہ اگرچہ پسر
عم عمر سعد یا دشمنان ماست من از جان
و دل دوستان شما ام و از دوستی شما
را بالغایت وفادار است۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔سمعان حملہ کرد و نیزہ بر نیزہ یکدیگر
انگندند آخر سمعان نیزہ راست کردہ
بود ہاشم پشت شمشیر بر نیزہ او زد نیزہ
از دستش بنہادہ۔ و خواست کہ شمشیر
برکشید ہاشم امانش نداد شمشیر برق آثار
برق او زد تا تجانہ زین بدو نیم شد۔ آواز
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام برآمد

دکھنی روضۃ الشہدا

کہا پھر ہون شہنشہ کے طرف کر
سلام آتا ہے جا کر کا تم اوپر
عمر بن سعد میرا ھو پسر عم
اگرچہ دشمنان کا ہے مقدم
ولی میں دل سوں تیرا ہون ہوادار
تیرے دندیاں لر نیکوں وفادار

. . . . . .

سنیا یوت سمعان مقاتل
ہوا وین جا کو ہاشم سوں مقابل
سوا وسردار تھا فوج حلب کا
اتھا مغرور دنیان کی طلب کا
چلیا ہاشم نے نیزہ اید پھر سون
کھرا نبزا اسمل سمعان او ہر سون
یکس پر چلائے تول نیزے
ہوی دونوں میں کولا کول نیزے
کئی پس منا لی تور دونو
کھرے نیزے سون نیزہ جور دونو

فارسی روضۃ الشہدا

اما چون سمعان بدان خواری کشته شده
برادرش نعمان بن مقاتل با هزار مرد که ملازم
سمعان بودند یکبار بر هاشم حمله کردند
هاشم ذره نه اندیشید و پیش حمله ایشان
باز شد دو دست را باز و لکار در آورده دست
بروے می‌تود. اگر رستم دستان بودے

دکھنی روضۃ الشہدا

دو تو تھے تیرہ بازی میں ہنرمند
دونو بھی ہات کرتے سوں رہی بند
کسی پر کوئی کچھ سرپر نہ ہوے
کسی کا ہات کسی پر ورنہ ہوے
تلک شمشیر نے علم کر
سٹیا سمعان کی نیزے کون قلم کر
ادنی بھی ہات دالیا تیغ پر دان
ولی ہاشم نے کچھ فرصت دیا نہیں
کیا بھی وار اسپر ہانک کر کر
سٹیا وین زمین لگ دو تہان کہ کر کر
جب اس خواری سون او سمعان موا ہے
ترا افسوس مو زیان کون ہوا ہے

اوٹھیا سمعان کا نعمان برادر
ہزار سوار لے اپنے برابر
ہزار سوار مل نعمان سون یکہ بار
پرے ہاشم اوپر کرنے شور ہنکار
ولی ہاشم منی ایسا اس تھا
جو سارا دل نظر میں اسکی خس تھا

فارسی روضۃ الشہدا

بچشم انصاف مشاہدہ کردے وسمند اورا
توتیائے دیدہ ساختی اگر سام نریمان
بودے وان جنگ را بدیدی رشتہ
خدمت اورا بجائے طوق مرصع در گردن
انداختے۔ ترک خنجر وار کردون ہر دم از
چرخ برین روے میدید و گفت آفرین
بر آفرین۔

دکھنی روضۃ الشہدا

سو ہاشم ول میں اس کہا کہا کو کر کے
لگیا شمشیر کے دینے کون پھر کے
اوک شمشیر کے پھر کیان سون اوچھر
دہران پر دہر کرتا تہا دہرا دھر
کیے حضرت نے ہاشم سے یکیلا
ہزار سوار کا ہی اسپہ ریلا

راوی گوید کہ ازین چند تن سوار و
پیادہ کہ بر حضرت شاہزادہ حرب میکردند
نزدیک او رسید یکے قدم پیش نہادہ برگرد
امام حسین نمی توانستند آمد و از ہیبت امام
حسین چشم نمی توانستند کشاد آخر عزم تیر
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرود آمد
تا زخمے براسپ نرسد کہ یادگار جد و پدر او
بود۔ لشکریان کہ اورا پیادہ دیدند دلیر شدید
آہنگ وے کردند مردے تیری بر پیشانی
آنحضرت زد۔ امام حسین آن تیر را بیرون
کشید از موضع جراہت خون مانند جوئے
آب روان شد۔ آن سرور دست مبارک

ولیکن شاہ کا او دبدبہ دیک
صلابت ہور عالی مرتبہ دیک
قدم شوخی سون آگے نا رکھے کوئی
نا انکھیان کھول کر مکہ پر دیکھے کوئی
سو ہو ناچار تب سب نابکاران
لگے کرنے کون شہ پہ تیر باران
ترنگ او پر سون اوترے شاہ شبیر
کہ تا تیزے کون ناحق نا لگے تیر
او تہا جد و پدر کے یادگاری
کلر کے کے کردن چپ او سکے خواری
دیکھے جب کافران نے شاہزادا
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

فارسی روضۃ الشہدا

بران زخم می نہاد و چون دست پُر خون شدے
بر سر و روے می مالید و می فرمود کہ
با جد خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

دلا ور ہو لگے بہانے کوں تیران
لگے شہ جب پھرے کہانے کون تیران
پشانی پر لگیا یک تیر کاری
اوکہاڑی سو ہوا لہو وان سے جاری
بہرا دیں لہو میں اوس ہات سرور
ملین اوس لہو کون لی مکہ سات سرور
رکتا ہیں چہرہ پر نور پیشانی
ہوا تہا جیون شفق میں سور پنیانی
کہتے تھے یوں میں اس لال مکہ سات
کرون گا جد سون اپنے جا ملاقات

مولف کیٹیلاگ نے جس شعر سے " ولی شاہ " اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ولی تخلص کے بعد شاہ کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

ولی شاہ ولایت سون مدد منگ   آتا کر مجلس ششم میں امنگ

ولی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تہا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تہا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تہا۔ واقعہ نگاری۔ جنگ کے حالات حلہ کا سما وغیرہ خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔ اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آصفیہ کے سوا میرے پاس بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

منطق الطیر (پنچھی باجہ)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۱۲۴) سائز ۹ ۱/۴ × ۷ ۱/۴ سطر (۱۱) خط نسخ۔

یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنچھی باجہ اور پنچھی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس کے اس نسخہ میں "منطق الطیر" لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ میں یہ اسی نام سے درج ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۲۶ رذیحجہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی کا دکھنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا ذکر ریو اور ایتھے نے کیا ہے۔ اس کا دکھنی نام پنچھی باجا ہی دیا گیا ہے۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے"

یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹلاگ میں شریک ہے اور نہ اسٹوارٹ کی ان اصحاب نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کو دھوکہ ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

جی موافق فہم اپنے کی ضعیف | اس کتاب خاص کا نظم شریف

مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے۔ ذیل کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے :-

یوں دعا مانگی ہے گرچہ شیخ اس | بخش وجدی کوں بھی اے فریادرس
(ص ۱۲۳)

جیئ خلاصی منجکوں بہی دوزخ کی ہوئی　　　آسرا وجدی کوں نہیں تجہ باج کوئی

(ص ۱۴۷)

اس طرح بیسوں مقامات پر وجدی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔

اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق بہی اختلاف ہے مولف اردوے قدیم نے ذیل کے شعر کے لحاظ سے ۱۱۴۶ھ قرار دیا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب　　　تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی رائے حسب ذیل ہے۔

"پروفیسر ہاشمی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۲۴ھ میں اختتام کو پہنچی ہے بیلیوتہیک ڈر بارگن لیانڈ سشن گیشل شنافٹ میں اس کا جو نسخہ ہے اس سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر قلمی نسخے دیکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۴۶ھ میں تصنیف ہوئی ہے" (ص ۹۳)

کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا سنہ تصنیف ۱۱۵۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب　　　تب ہوا میزان میں کیا خاصی کتاب

بلوم ہارٹ نے ۱۱۳۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردوے قدیم نے ۱۱۴۶ھ اخذ کیا ہے

ہم نے بہی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکھا جس سے بلوم ہارٹ کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے بہی ۱۱۳۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔

وحیدی کا نام وجیہہ الدین ہے بقول مولف اُردو ے قدیم کرنول کے باشندے تھے۔ صوفیانہ مشرب تھا عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکہتے تھے عالمگیر کے آخر دور میں موجود تھے۔

ان کی تین مثنویاں مشہور ہیں تحفہ عاشقاں جس کی تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے دوسری زیر بحث تنوی پنچھی باچہ تیسری مثنوی جو باغ جانفزا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ۱۱۴۵ھ میں ہوئی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد منقبت اس کے بعد نفس مضمون شروع ہوجاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای پنچھی پیاری سخن آغاز کر	حمد سون حقکی بلند آوازہ کر
شوق سون ایسا اوچا یا نک پہچیا	جسی رہی تر لوک کا عالم لوبہا
گلشن وحدت ہی تیرا آشیان	احدیت کا راز سب تجپر عیان

ای میری پیاری پنچھی جیو کی سجن	بول میٹھی لب سون کچہ میٹھی بچن
ای شکر گفتار دا دین بات کر	بات ہر یک جون میٹھی نا بات کر
نعت سون احمد کی کہول اپنی زبان	جنی ہی او سیمرغ قاف لا مکان

تہا ولی جیو فارسی میں او کلام	کم سمجھ سکتے ہیں اسکون خلق عام
بلکہ بعض فارسی خواں تے کیں	نعت مشکل کون سمجھ سکتے نہیں
گرچہ میں یو کچہ نہیں معنی شناس	کان منجے اسکو سمجھنگے تیا س
لیکن اسکو دیکھکر دل چپ نہ بول	تک بیک یون دل منے آیا کلول
جی موافق فہم اپنے کے ضعیف	اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

قصد کر دکھنی زبان میں لیکہ آون | تا رہے دنیا میں میرا بہی ناون
پس مدد منگ شیخ کی ارواح سون | التجا کر عجز ہور الحاج سون
میں قلم جاری کیا اوراق پر | جب ہوا پورا یو نظم مختصر
ناون اسکا میں پنچھی باچا کیا | یادگاری خلق عالم پر رکھیا

خاتمہ مثنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام | شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب | تب ہوا مبزاں میں یو خاصا کتاب

بدہ توفیق یارب گنج مارا
جزاک اللہ فی دلدارین جزا

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا حمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کر دیا ہے، قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

عطار	وجدی
مجمعی کردند مرغان جہان	ایک دن سب جگ کی پنچھی جانور
انچہ دیدند آشکارا و نہان	ملک بہی جمع ہو یک ٹھار پر
جملہ گفتند این زمان در روزگار	شوق سون دل کی لگی مرغول نی
نیست خالی ہیچ شہر از شہریار	یک لگینی راز دل کا بول نے

عطار

چوں بود کاقلیم مارا شاہ نیست
پیش ازیں بی شاہ بودن راہ نیست

ہدہد آشفتہ دل در انتظار
درمیان جمع آمد بیقرار
حلہ بود از طریقت در برش
افسری بود از حقیقت بر سرش
تیز فہمی بود او در رہ شدہ
از بد و نیک جہاں آگہ شدہ
گفت ای مرغاں منم بی ہیچ ریب
ہم مرید حضرت و ہم پیک غیب
منم ز حضرت من خبردار آمدم
منم ز فطرت صاحب اسرار آمدم

وجہی

ناگہاں باتاں ہیں نکلی بات یوں
جی پنکہاں میں بادشاہ کوئی نہیں یاں کہوں
ہی ہر یک فرقی میں ہر یک بادشاہ
نہیں ہمنی کوں بادشاہ سوں کیا گناہ

اسو ضا پنچہی لگی کرنی بچار
بول اوٹھیا و سیمین ہدہد نامدار
ای عزیزاں بات یو کرتی تہی کیا
دلمیں چپ وسواس یوں دھرنی کیا
کی پرہی اسو ضا غفلت منی
کفر ہی یو ملک ہور ملت منی
کفر سوں توبہ کرو توبہ کرو
بادشاہ کی ذات میں شک نا دہرو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک
نسخہ موجود ہے نمبر (۱۲۸۲) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے۔ نمبر ۱۶ اسروری

دعائے فاطمہ (؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۷/۴۳ ورق (۲۴) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے۔ مثنوی کا کوئی نام درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی ویلوری کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:-

"ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ کے خلفائے علیؓ۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس مدینہ کو لوٹے"

جن وجوہ سے اس مثنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جا سکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے مثلاً

ولی کوئی سعادت کے گھر یار ہیں | خرابات میں روز و شب خوار ہیں

(ص ۲۴ ا)

ولی غم امت کا مشکل تمام | نہ اس غم میں رہتا عقل ہوش و فام

(ص ۱۹ ا)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو "ولے" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے روضۃ الشہدا سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس مثنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔
مثنوی میں حمد و نعت کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔

ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں استراحت فرمارہے تھے۔ جبرئیل نے وحی لائی کہ امت کو بخشا نہ جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت رنج ہوا اور اسی غم میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے اصحاب کو اس سے آگاہ کیا تمام صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے، تین دن تک آپ کا کوئی پتہ نہ چلا چوتھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں۔ مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہونے پر صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں "اے خدا میری امت کو بخش دے"۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرہ امام حسن اور امام حسین کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا منشا معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا امت کو بخش دیا گیا آنحضرت کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبرئیل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دو نو فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں گے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا مثنوی:-

حکایت عجب یک سنو در مند | سنین تو کھیلے دل کے قفلان کے بند
سنو اس کے تئیں کان دے دل سون ب | کہتے ہیں محمد رسول عرب

گئی عائشہ کے محل ایک رات | سنتی تھے ہے خواب آرام سات
گئی تھی بند میٹھی تمام | سوتی تھی فراغت تون خیر الانام
ستی اسو ضا ھو کہ جب دل کشاد | ھوی دو پہر رات سون کچھ زیادہ
سو لیسی میں جبرئیل پونچی شتاب | لی آئی خدا سون پیام عتاب
او تھائی نبی کون ادب سون تمام | ہزاران نیازان سون کینی سلام
کھی ای رسول خدا نامدار | ھوئی آج کیون تم نے فراغت شعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیا رات کون | ستا کیون زیادہ ھی رات کون

سب تیری غفلت کے ایکا میاب | کرون تیری امت کون انس خراب
دھرون تجہ امت پہ عذابان کٹھنی | جلاؤنگا دوزخ مین رات دن

کئی مشورۃ جب صحابہ کرام | گئی فاطمہ کن کھر سب تمام
سنی فاطمہ جب ھوی بیقرار | چلی ساتھ یاران کی حضرت کی ٹھار
لئی ساتھ اپس قرۃ العین کون | حسن ھور حسین ھر دو سعدین کون

کئی عرض ای شاہ کامل وجود | کہا رب نے تجہ پر سلام و درود

کرم سون حکم یون کیا ای رسول | قبول ھمین اب دعائی بتول
خلاصی دئی تیری امت کون ھم | رکھیں تیری امت کون جنت میں جم

خاتمہ:-

الہی نوازندہ تون یا غفور | دے جنت منجے تون ہزاران سون حور
جو کوئی اسکون پڑکر منگے منج دعا | خدا دیویگا اسکون نادر جزا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

غزلہائے عشرتی

عشرتی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۷) بلوم ہارٹ

مثنوی ابو شحمہ کے آخر پر تین فارسی اور تین اردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشرتی ہے۔

عشرتی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبدالجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ ۱۰۳۲ھ کو ان کے انتقال کا سنہ بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی مثنویاں دیپک پتنگ۔ چت لگن۔ نیہ درپن وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیر نے نجابت ولیاقت کے مدنظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی اولاد باعزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا مزار شاہ راجو حسینی کے گنبد (حیدرآباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔

باصدق ہور ایمان سوں قربان تم پر یا نبی | پلپل میں جیو جان سوں قربان تم پر یا نبی

آفت ستے دنیا تجے قربان تم پہ یا نبی | تجہ کار ہے دنیا یہ ہے تیران سبے پاتان سپے

سلکھن نام کے میران محی الدین قطب ربانی | کہون ہر دم توئی میران محی الدین قطب ربانی

کمینہ عشق تی ہوے دنیا نہیں اس پری جھولی | جتی مشکل تی کہو لے محی الدین قطب ربانی

قیامت کا کٹھن دن ہی نبی منجہ اسرا دنیا | گنہ منجہ سر پو سنگیں ہے نبی منجہ اسرا دنیا

رکھیا غفا سر آکر مبارک اس قدم اوپر | دونو نتیان سون رنجوان بھر نبی منجہ اسرا دنیا

مرثیۂ ذوقی

ذوقی کے مرثیے اڈنبرا کے مجموعہ میں موجود ہیں۔ ان کی مثنوی غوث نامہ کا حال گزرچکا ہے ذیل میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثیے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو صاف ہے مگر اثر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آتے کیوں نہین
تاریک ہے تم بن جہان جلوا دکھاتے کیون نہیں

وہ جاہل دوزخ وطن آئے ہیں یا دل کے ٹمن
جو برق تیغ صف شکن شہ جگمگاتے کیوں نہین

وہ شمع بزم مصطفیٰ با داجل سون گل ہوا
سب سوز دل سون تن ہوا سدا یاران گلاتے کیوں نہین

چھوڑو سگل دنیا کے کام دس دن تلک اے خاص و عام
ماتم کے آتش میں مدام تن کو جلاتے کیون نہیں

سنتے ہو تم اے مومناں شہ کی شہادت کا بیان
سب خاک و خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہی غلام فضل و کرم سے یا امام
اپنی زیارت کو مدام اس کوں بلاتے کیون نہین

دیگر

شاہ ماتم تخت گردوں پر دسا ماہ محن | فوج غم نے ملک دل ویران گئے ہیں چوکو ھن

تب ہزاران دردو غم سون شہربانو نے کہا | مجہ کون کس کون سونپ کر جاتے ہواے سرورِ تن
تم بنان اے جان جانا کیون کرون میں زندگی | تم بنان کس کون کہون ہن یہ اپس کا دکھ کہٹی
تم بنان ہر روز مجہ سینے جنلے یک سال ہے | تم بنان ہر رات غم سون مجہ اوپر یک قرن

… … … … … … … … … … …

گرچہ اے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں و لے | شکر اللہ ہیں شفیع روزِ محشر پنجتن

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر:۔

محرم کا پہر آیا ہے مہینا | کریگا تیغ غم سون چاک سینا
در بحر امامت ہے شہ دین | پیمبر کے انگوٹھی کا نگینا

… … … … … … … … … …

نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکہلاؤ | منور روضہ بدر مدینا

دیگر

گرے جس وقت وہ سرور زمیں کربلا اوپر | ہوئی اوس وقت غم کیں قدسیان عرش علا اوپر

… … … … … … … … … … …

تون ہے گر صدق سون ذوقی غلام آل پیغمبر
در و دان بہیج بہرام شاہ دشت کربلا اوپر

دیگر

ملکر سب افواج شام آہ دریغا دریغ | شہر پہ کیا اخذ بام اہ دریغا دریغ

… … … … … … … … … … …

شہ کے الم میں مدام رکہ توں زاری سوں کام
بول توں ذوقی مدام آہ دریغا دریغ

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے دریغ　　تھا بیقرار طفل وہ شبیر ہے دریغ

سلام کا نمونہ :-

شمس الضحیٰ پہ سلام بولو | بدر الدجیٰ پہ سلام بولو
شیر خدا پہ سلام بولو | آل عبا پہ سلام بولو

ذوقی کہتا ہے صبح و مسا ہیں
اس رہنما پہ سلام بولو

"مرثیہ اشرف"

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اڈنبرا یونیورسٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ[۱۳] مرثیے ہیں جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیئے غزل نما ہیں۔ بعض مرثیئے نہایت لاجواب ہیں۔

باؤ کیں اصغر نہیں اب میں جھولاؤں کس کے تئیں
سوناہوا ہے پالنا اب میں سولاؤں کس کتئیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل بمن
وہ پھول کھا نبر میں اب میں بتاؤں کس کتئیں

سوتا تھا وہ جب نیند بھر پینے اڑھاتی دور کون
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتئیں

جب مسکراتا وہ بچا میں شاد ہوتی دل منے
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہنساؤں کس کتئیں

جب شہ کو غمگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتئیں

جاتے تھے شہ جب ان نے اصغر کو میں چہاتی لگا
دکھ میں بہولاتی اسے کہلا اب میں کھلاؤں کس کتئیں

کہاں ہے وہ ولی والی حیدر حسن میرا
کہاں ہے وہ حسین ابن علی صفدر شکن میرا
اگن سوں تالم شہ کے جلا ہے بدن میرا
برنگ برق خرمن سوز دل ہے ہر سخن میرا

لگا ہے بسکہ تیر ماتم شہ دل منے کاری
شہید کربلائے غم ہوا ہے جگ میں من میرا
ہوس گلگشت رضوان کی کرے کیون عندلیب دل
محبت کی گلی میں شاہ دین کے ہے وطن میرا

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کیا ہون بے بدل یو مرثیہ جب سون اماموں کا
ہوا مشتاق ہر یک شاعر ملک دکھن میرا
جو کوئی ہے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر
اسے اشرف اس کے پگ کی خاک ہو کحل مین میرا

دیگر

اس شاہ دوسرا پر بولو درود یاران
سلطان کربلا پر بولو درود یاران
اوس جان مصطفے پر فرزند مرتضیٰ پر
زہرا کے دلربا پر بولو درود یاران

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

اس ماحی خطا پر ہر درد کے دوا پر
اشرف کے مدعا پر بولو درود یاران

مرثیہ یتیم احمد

یتیم احمد کے مرثیئے بھی اڈنبرا میں ہیں۔ احمد تخلص کے دکن میں متعدد شعرا ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو وجہی کا ہمعصر تھا۔ دور مغلیہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برھان پور کا باشندہ تھا شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر حسن اور قایم احمد کو گجراتی بتاتے ہیں، عمدۂ منتخبہ اور عیار الشعرا میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان دونو احمدوں کا وجود ہو مگر ہم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیئے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جداگانہ ہے اس کا نام یتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈنبرا میں اس کے سات مرثیئے ہیں جن کے (۱۶۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیئے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکالیف بے سروسامانی حیرانی و پریشانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حیف گھائل حسین تن تیرا | جسم پر خون ہے پیرھن تیرا
تو کہاں ہور کیدھر تن تیرا | کیوں لیرا ہوا سے رن تیرا

نہیں ملتا بوند کس کتئیں پانی
سخت طفلاں کی سر پو حیرانی

حیف اصغر نے تجکوں دولہانی | جگ سوں پیاسا گیا تن تیرا
تیر لگ کر سوں لہو جوا ہے ہے | وا مصیبت میں بال پن تیرا
اے توں دلبر حسین کے اصغر | آج روتا نہیں توں ہت کر

تیر لگ حق سب لہو سون بہر
کیوں چوپی لے رہا دھن میرا

بعض دیگر مرثیئے:۔

کیون ظالمان شہ کون مار ہے ہیں | یون ظلم کر بیشمار ہے ہے

دیگر

اے تون سروے روان سلام علیک | گل باغ جنان سلام علیک
شاہ کشور ستان سلام علیک | قائل گمرہان سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا
یو یتیم احمدا کا در دسرا

سدہوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازہ حکومت برہم ہوگیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہوگئیں ان میں سب سے متقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد میمنت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہو چکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سدہوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں ساہو نوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے نبی خاں عرف مست خاں میانہ بیجاپور کے دربار کا آخری ذی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۶ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں۔ رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالرحیم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجاپور سے کنارہ کشی کرکے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جہان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں باریاب ہوکر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگذاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر ساماں مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جملہ کے توسط سے سلطان عبداللہ قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے دربار میں باریاب ہوکر منصب سہ ہزار سے سربلند ہوا۔ بعض معرکوں میں داد شجاعت دیکر نام آوری حاصل کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اس کی جگہ اس کا فرزند نیک نام خاں مامور ہوا۔ بالا گھاٹ کے معرکہ میں میر جملہ کے ساتھ رہا واپسی میں قلعہ سدہوٹ کا محاصرہ ہوا مگر نائر پالیگار نے صلح کرلی۔ اس کے بعد جب میر جملہ پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو نیک نام خاں کو عمدہ خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چتور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور نقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قرب و جوار کے دیگر مقامات مثلاً گنجی کوٹہ، بدویل، جمل درگ وغیرہ فتح کئے اور آخر ششں ان کا صدر مقام قلعہ سدہوٹ بھی تسخیر کر لیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ ممالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی اس نے قلعہ سدہوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام محاصرہ میں میر جملہ کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے داؤد خاں پنی فرزند خضر خاں پنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کرناٹک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ داؤد خاں اپنے مستقر کرناٹک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت نیک نام خاں بیمار تھا آخر ش اسی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے بھانجے لعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیر کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو مناصب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس کے بعد سدہوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چھ شخصوں نے تقریباً خودمختارانہ سنہ ۱۱۰۹ھ سے سنہ ۱۱۹۱ھ تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدہوٹ سے موسوم ہوئے۔

عبدالنبی خاں[۵] ابن کریم خاں جو رحیم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدہوٹ

---

۵ اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت عبدالنبی خاں کو اس کے آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو عزیز خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعوی دار بنا فیصلہ کے لئے دونوں کو شیر کے سامنے چھوڑا گیا عزیز خاں تو شیر کا لقمہ بنا مگر عبدالنبی خاں نے اس کو ہلاک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لواحقین اور ماتحتین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی قرب وجوار کے زمینداروں (جو اس وقت پالیگار سے موسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے علاقہ کو وسیع کر لیا نو آباد شہر کو بجائے جدید نام (رنیک نام آباد) کے اس کے قدیم نام کرپہ سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کئے دل کشا باغ لگائے۔ علم وہنر کی ترویج کی محمد بن رضا اس کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے چھوڑے سنہ ۱۱۲۷ھ میں[۵۱] انتقال کیا۔

---

[۵۱] تذکرۃ البلاد والحکام کے جو تین نسخے (ایک دفتر دیوانی ومال کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا) میری نظر سے گزرے ہیں ان میں عبدالنبی خاں کا سنہ انتقال سنہ ۱۱۰۰ھ لکھا ہے مگر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود کتب مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شہزادہ اعظم ومعظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے اور اس کے بعد عبدالنبی خاں کو جاگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس خصوص کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"عالمگیر بعد اسیر شدن ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ حیدرآبادی از راہ اورنگ آباد بسمت احمدنگر شتافت وہمونجا انتقال فرمود بعد او درمیان برادران یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم ابنائے عالمگیر در سواد و سر آخر حد دکن جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ وکریم خاں پیش ازیں ذکر شان بر سبیل اجمال رفت، دراں وقت امرائے ذوی الاحتشام شدہ بودند پیش قبل از دسے خاص بہادر شاہ با سپاہ خصمش درآویختہ ہنگامہ رو زکشا کش برپا ساختہ مردان وار کشتہ شدند ونسیم فتح ونصرت بر پرچم رایات بہادر شاہی وزیدن گرفت و محمد اعظم سلطان بہترم واسیر گردید تا شاہ ظفر مند جانبازی و دلاوری خوانین مقتول پسندیدہ فرمود کہ کسی را از وا ماندگان اعظم خاں حاضر سازید کہ اولا ولد بود

اس نے چار لڑکے چھوڑے یعنی عبد المجید خان۔ عبد الحمید خاں۔ محسن خاں۔ حسینی میاں
ان کے منجملہ اولاذکر تینوں نے یکے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبد المجید اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا بھائیوں نے اطاعت کی۔
چونکہ عقل و دانش میں دیدۂ بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کرلیا۔
اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہوگیا تو خان جہان خاں نے سید
عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبد المجید خان نے اول تو دوستی
ظاہر کی مگر جب کرپہ کے قریب پہونچ گیا تو اپنے بھائی عبد الحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی
کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آہن پوش سواروں کے
ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فتح پائی اس کو قتل کر دیا اس طرح مغلیہ لشکر پہ
فتح یاب ہو کر کامیاب ہوا اس کے بعد چنبل درک کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب
ہوا۔

جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دار دکن ہو کر اورنگ آباد آئے تو آپ کے حسب الطلب

گذشتہ سے پیوستہ:۔ علی مردان خان سپہ سالار عبد الغنی خاں بن کریم خاں را کہ
برادرزادش بود حاضر کردہ از عہدہ سفارشہا برآمد شاہ موصوف عبد الغنی خاں را
اول خلعت ماتم بعد از آن خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ
در وبست پرگنہ جنورو سلمبر وغیرہ جاگیر دادہ رخصت فرمود۔"
اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ عبد الغنی خاں کو جاگیر وغیرہ عالمگیر کے بعد یعنی ۱۱۱۸ھ کے بعد
مرحمت ہوئی اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ عبد الغنی خاں کا انتقال ۱۱۰۰ھ میں ہوا۔ میرے
خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۷ھ ہے۔

دربار آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کھیڑہ[۵۱] کی لڑائی میں آپ کی جانب سے شریک ہوا بہادری دکھائی سرخرو ہو کر مورد عنایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدرآباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا ۱۱۳۷ھ[۵۲] میں انتقال کیا۔

عبدالمجید خاں کی جگہ اس کا بھائی عبدالحمید خاں مسند نشین ہوا۔ آصفجاہ کی اطاعت اختیار کی چند روز تک شریک رزم بزم ہوا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

---

۵۱ شکر کھیڑہ کی لڑائی محرم ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اول الذکر فتحیاب ہو کر دکن کے خود مختار حکمراں ہوئے۔ (تزک آصفیہ ص۴۸ حدیقۃ العالم ص۱۳۶ تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۱۴۴)

۵۲ عبدالنبی خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالمجید خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرۃ البلاد میں ۱۱۳۶ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری صراحت ہوتی ہے کہ عبدالمجید خاں آصفجاہ کے رفاقت میں جنگ شکر کھیڑہ میں شریک تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"چوں نظام الملک آصفجاہ بنظامت شش صوبہ دکن مقرر شدہ بہ
اورنگ آباد رسید خاں مسطور بحضور طلب شد و چندے ہمراہش بود و در
جنگ شکر کھیڑہ کوشش نمایاں بعمل آوردہ خصم را زیر کردہ مورد الطاف و
اعطاف ناظم دکن گشت"

اور تاریخوں سے یہ امر مسلمہ ہے کہ جنگ شکر کھیڑہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالمجید خان کا انتقال ۱۱۳۷ھ میں فرض کرنا چاہئیے نہ کہ ۱۱۳۶ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس ۲۸ سالہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ دس سال صحیح ہو سکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۷ھ میں جب پائین گہاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر لگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ھ میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدہوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمرا کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تہا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں مسند نشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پلچری میں تھے مد دلیکر زمینداران جڑلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا پھر سگین پلی کا رخ کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کلو نے شکست دی دوبارہ اپنے بھانجے عبدالمجید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فرنچ فوج بھی ہمراہ تھی سگین پلی فتح ہوا قلعہ دار نے پیشکش اور نذرانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ھ میں جب آصفجاہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ماموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعوی دار بنے چندا صاحب دعوی دار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناطرفدار رہا مگر اس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر اثنائے راہ میں بگاڑ ہو گئی ناصر جنگ شہید ہو گئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سریر آرائے سلطنت ہو کر حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئے مگر رائچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پھر بگاڑ ہو گئی گویا خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو گیا صلابت جنگ دکن کے

حکمراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

چونکہ محسن خاں نے ملازمین کی تنخواہیں کم کردی تھیں اس لئے امرا بددل ہو کر اس کو مقید کردیئے اور عبدالحمید کے فرزند عبدالمجید خاں کو مسند نشین کیا۔ مجید خاں نے اول تو قلمرو آصفی پر بھی تاخت کا ارادہ کیا مگر پھر مطیع ہوگیا آصفجاہ نے اس کو عبدالنبی خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیکاران بالا گھاٹ سے لڑ کر کھٹ کمیز۔ پنکنور۔ مدن پلی وغیرہ مقامات فتح کئے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدھوٹ پر فوجکشی کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرقہ پر چھاپہ مارا۔ اس واقع سے مطلع ہوکر مجید خاں برافروختہ ہوا اور ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے اس نے اس امر کا اعلان کردیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھ ہو اور جس کو جان پیاری ہے وہ ساتھ نہ آئے۔ مرہٹوں کے مقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ بریں ہمہ بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ صدہا آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر خود عبدالمجید خاں بھی بڑی جوانمردی اور بہادری کے بعد قتل ہوگیا۔ لاش سدھوٹ لائی گئی اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکھنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔

ولی ویلوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی مشہور مثنوی رتن و پدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہوگا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی روضۃ الشہداء سنہ ۱۱۳۳ھ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے تو اس عہد میں وہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔

عبدالمجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دار بنا اس عرصہ میں پالیکاران رائے درگ وغیرہ مقامات پر قابض ہوگئے تھے فرانسیسی فوج کی ماہوار کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہوگئے سرور خاں ابن عبدالنبی خاں نے ان کا ساتھ دیا۔

مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کر دی گئی۔ فتنہ فرو ع ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے وصولی پیشکش کے لئے روانہ ہوا مگر اثنار راہ میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ لاش سدہوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحلیم خاں جانشین ہوا سلطنت آصفیہ کی جانب سے فوجداری بالا گھاٹ اور قلعہ داری سدہوٹ وغیرہ کی سند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سرور خاں دعوی دار بنا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پھر حیدر علی والی میسور نے حملے شروع کئے آخرش ۱۱۹۱ھ میں قلعہ سدہوٹ فتح کر لیا عبدالحلیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدہوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔ عبدالحلیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو مچھلی بندر میں تھے امداد لے کر ۱۱۹۷ھ میں سدہوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدرآباد فرار ہو کر آیا یہاں چند روز کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدہوٹ ۱۱۹۱ھ میں قلمرو میسور میں شامل ہو گیا مگر ۱۲۰۸ھ میں آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علیخاں نے اسپر قبضہ کر لیا تھا پھر چند سال بعد ۱۲۱۵ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لئے دیدیا گیا اور اب تک کڑپہ اور سدہوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مدراس کے تحت ایک ضلع ہے[۵]۔

---

[۵] سدہوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) تذکرۃ البلاد والحکام مولف حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی مرتبہ ۱۲۲۵ھ

(۲) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ۱۲۱۵ھ

(۳) حدیقۃ العالم مولف میر عالم

(۴) تاریخ رشید الدین خانی مولف غلام امام خاں۔

(۵) سوانح دکن مولف منعم خاں

(۶) کاغذات دفتر دیوانی ۱۱۸۰ھ

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال و قتال میں بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اردو ادبیات میں ان کے کارہائے نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی علمی قدر دانی اور علمی سرپرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت کے اُنہوں نے بہت کچھ کیا اُردو کی ترقی میں اُنہوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اسلئے ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست بُرد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعراء اور مصنفین کے نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر کے لئے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھیں اور تاریخ اُردو میں ان کو مناسب جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

ترجمہ قصیدہ بردہ

اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۳۲) ورق (۵۰) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت: "قصیدہ بردہ عربی نظم کا دکھنی ترجمہ مصنف سید محمد۔ اصل عربی نظم سیاہی سے اور اس کے نیچے سرخی میں ترجمہ ہوا ہے۔"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے جیسا کہ بلوم ہارٹ نے ظاہر کیا ہے اس کا مصنف سید محمد ہے اس کی تائید دیباچہ کی نظم سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مختصر نوٹ فارسی نثر میں مرقوم ہے اس سے بھی مصنف کے نام کا پتہ چلتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"شروع قصیدہ بردہ با شرح دکھنی کہ احقر العباد سراپا اتحاد سید محمد
کہ راہ و داد ازقدم سداد ثابت است ایں لولو آبدار از لجہ افکار
بساحل اظہار آوردہ برشتۂ انتظام منسلک کرد تا بزیور قبول خاص و
عام موصول گشتہ زینت عرائس طبائع شود۔"

شاعر کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبد النبی خاں کے عہد کا شاعر تھا اور نہ صرف شاعر بلکہ باکمال عالم تھا۔ عبد النبی خاں کے بچوں کا استاد تھا اور اتالیقی کے فرائض بھی بجا لاتا تھا۔

زیر بحث نظم میں ابتداً (۲۹) شعر بطور دیباچہ ہیں۔ اس کے بعد اصل اشعار شروع ہوتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد حق کا کر اول تو صفحہ دل پہ رقم | نام پاک اوس پاک کا ہے زینت لوح و قلم

ہے سورج ہور چاند اوس کے صنع پر عادل گواہ　　ہر گویا ہی ستارے صفحہ محضر پو کہم
شکر اوس کا کب ادا ہو وے کا ہم سون حب کیا　　مصطفےٰ نبی مہرباں کون ہم اوپر ہے جم

اوس ولی دو جہان کے گنج کا گنجینہ دار　　واقف راز نہان ہور مشفق صاحب رحم
دردریا سیادت شاہ عبد اللہ ہے　　پادشاہ ملک دل کا جان اوسکو بے وہم
خاک راہ اوس شاہ کے درگاہ عالیجاہ کا　　ہور یقین دل سون اوس کا ہے غلام سید یم
خادم آل محمد یو محمد بن رضا　　رحمت باری تعالیٰ اوس پو ہووے ہر دم سید یم

جس کئے نصف روشن دل محمد موصلی　　قدوہ اہل عرب مشہور در ملک عجم
شرح اوس کے تیں کئے ہیں فارسی میں خوش کلام　　مولوی جامی کہ جس کا دل اتہا جیون جام جم
لیک اوس کے نکتہ کون پائے نی عاجز ہی تمام　　کیوں کہ کوزہ میں کہی ہیں لیا او سب ہفت یم
اوس بدل یو خوشہ چین خرمن اہل کلام　　شرح دکہنی سون کیا صفحہ اوپر یو رقم

نمونہ ترجمہ در اشعار

اولاً عربی شعر لکھتا ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ شعر میں کیا ہے اور یہ سرخی سے لکھا گیا ہے

ملاحظہ ہو: —

اے محب کر یاد تون ہمسایہ شہر سلم　　چاک کے انجوان سون ملا جاری کیا لہو دمبدم
یا چلی ہی باد خوش بو کاظمہ کے شہر تھی　　یا چمک بجلی کے دیکھا رات از کوہ اضم
کیا ہوا تجہ چشم کون جو بس کہی تو روئین زیاد　　کیا ہوا تجہ دل کون جو کہیں ہوش پا تو ہوئی نادم
چاہی عاشق کر چھپا دی عشق تو چھپتا نہین　　دل چلیا جب آک سون ہور چاک اچھین کے نم سون نم
عشق میں تو اشک نین پرتے نشان ہار دیکہ　　یاد کر کوہ و شجر کمون چشم ہو میں بے خواب جم

خاتمہ:-

ہوتوں راضی ای خدا ابوبکر ہور فاروق سوں	ہور عثمان ہور علی سوں جو تہا صاحب کرم
آل ہور اصحاب ہور تابعین سوں جو تھے	صاحب تقویٰ و صافی ہور تمکیں و کرم
شاخ جہا ران کے ہلاتے جب تلک باد صبا	خوش کر انگا اونٹ کتیں سا بان کہ کر نغم

بخش یا رب توں گنہ قاری کے ہور شارح کے سب
بخش سامع ہور کاتب تئیں توں اے صاحب کرم

کتاب کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"تمام شد شرح قصیدہ بردہ بموجب امر واجب الاذعان لاایقات
خورشید اوج سخا و مہتاب برج صفا ....

کریم ابن کریم ابن الکبریم است	گل باغ نواب عبدالرحیم است
در بحر نواب عبدالنبی خان	سخی با کرم ہم جود و احسان

"امیر امرائے عظیم الشان یعنی نواب عبدالحمید خان سلمہ الرحمان ....
یکے از ایشان ندوی صمیم فقیر خوان قدیم الراجی الی رحمت الیہ الصمد اقل
خلق اللہ سید محمد"

کتاب کے آخر فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ نہیں بلکہ اردو اور کوئی اور
دیسی زبان الفاظ درج ہیں۔

اسی جلد میں ایک اور فارسی رسالہ شعب الایمان بھی شامل ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید خاں
کے لئے لکھا گیا ہے۔

اضافہ پھول بن

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ابن نشاطی کے پھول بن ہی میں اضافہ کیا گیا ہے اسلئے اسی مخطوطہ کا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۳۔۱۰۳) سائز ۱۳ × ۸ ½ ورق (۱۳۳) خط نسخ

انڈیا آفس کا یہ نسخہ قلعہ داران سدہوٹ کے لئے ہی مرتب ہوا ہے اگرچہ کسی قسم کی کوئی تحریر درج نہیں ہے مگر مخطوطے کے مطلا رکام اور بہترین تصاویر سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی صاحب دولت کے لئے تیار ہوا ہے۔

کیٹلاگ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اور ہوکس طرح جب کہ آج تک کسی نے بھی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

محمد حیدر جو اس اضافہ کا مصنف ہے اس کے متعلق خارجی معلومات بہت کم ہیں اصل مخطوطہ سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔

محمد حیدر نام اور تخلص بھی یہی کرتا تھا محمد جعفر کا لڑکا ہے ابن نشاطی کی طرح یہ بھی خود کو ابن جعفر سے موسوم کرتا تھا سدہوٹ کے قلعہ داروں کے پاس اس کا خاص رسوخ تھا بلکہ گمان غالب ہے کہ عبدالحمید خاں کے دربار کا شاعر تھا کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں کی فرمایش سے تقریباً تین سو شعر پھول بن کے آخر میں اضافہ کئے گئے۔ اس کے متعلق اس نے صراحت کی ہے کہ کریم خاں کو قصے سننے کا بہت شوق تھا جب اس نے پھول بن کے قصہ کو سنا اور ہمایوں فال اور سمنبر کی شادی کے حالات نہ پائے تو اس امر کی خواہش کی اس کی تکمیل کی جائے اور ابن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کو مرتب کرے۔

اس اضافہ شدہ اشعار میں شادی کے حالات رسومات کی تفصیل کے ساتھ صراحت ہے۔

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سُنمبر اور ہمایون شاہزادہ جب اوس ملک میں (۹) قیام کئے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھہ نامہ روانہ کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمایوں شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ پیش کیا ہمایون شاہ سنمبر کے ساتھہ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔ اول تو کاریگروں کے ہاتھہ محلسرائیں قصر تیار ہوے جو روم و شام کے وضع کے تھے پھر امیروں اور بادشاہوں کو دعوت نامے روانہ کئے گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی (اس نے اس وقت کے تمام رسوم ہلدی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے) اور تفصیل کے ساتھہ عقد خوانی محفل رقص ضیافت، کہانوں کی تفصیل۔ پھر سامان جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو جو رسم و رواج تھے۔ ان کا حال معلوم ہوتا ہے کہانوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے اس وقت کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج   فراغت سون سدا کرتا رہا راج

ابتدائی شعر یہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر زبان کہول   نچھل دریا سون دل کے ڈر بچن رول
سنمبر معہ ہمایوں شاہزادہ   سکونت جب کئی اس ملک میں آ

دنو آئے سو خوش خبری سنیا جد   اوک شاہ عجم شاداں ہوا تد
رواں کر یوں محبت سات نامہ   لکھیا تب یوں دنو کوں شاہ نامہ

چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کوں بھوت لشکر دیکہ سنگات   روانہ تب کیا نامہ بھی دی حات
وزیر اس شاہ کن نے تب وداع ہو   چلیا ہے جلد شہزادی طرف دو
ہر یک منزل مراحل قطع کرتا   ہر یک جنگل و بستی سوں گذرتا
کتی دن راہ چل کر اس وضع سوں   و شہزادی کی آیو نپچیا شہر کوں
سو شہزادیکو نامہ شہہ کا دتیا   زبانی بھی سکل اظہار کیتا

شب شہ گشت آ کی جلوہ کر ہو   نتھی شب بلکہ رشک روز تھی دو
فلک پر آکہ شاہ روم تا شام   کیا جاری سکل اطراف احکام
کیا مغرب ہیں پھر کر نیکوں شاہے   چڑیا تخت فلک پر بدر لاھے
ہوا روپوش جب وو شاہ گل رنگ   پھریا سب حکمتی آتش کر زنگ

متھائی بھوت خوش بادام کے کر   چلے بیاں ہور سموسی بھے رکھی بھر
متھائے ہیں تھی موصوف بھوت خوب   انھا بادامکا حلوہ بھی محبوب
ترنجی ہور نارنجی مربا   رکھے پیٹھی کا ہور بھی آم کا لیا
انتھی انگور انجیر و اناراں   پھنس ہور آم خربوزی بھی تھی داں
انتھی تربوز ہور شہ توت مرغوب   ہر یک میوہ اتھا ٹیکتے یک خوب

جداں فارغ ہوی سبکوں دھلا ہات   عطردانیاں بھی لائی یاں خوش ذات

گلاب و عطر گل سبکوں دیئے پان
اوک صدیاں کتین سب سوں دئی مان

تذاں خلعت کتی لائی هیں نادر
اتهی خلعت یکستی نیک فاخر

دئی هر یک کوں اس کا مرتبا دیک
نهیں باقی رهیا مجلس کوئی ٹیک

رسم سب تیل کا بهی کر کہ تیار
چلے عارس طرف دون نوشو کی دربار

نقاری نوبتاں هور دبدبی سات
لجا پونچیا ہی نوشو کے گھر کوں خوش ہات

بھوت دن یو نچ تہی شادی دو طرفا
وهاں کھاتے تہی کھانا لوک سب آ

اتهی مجلس محلیں یو نچ دن رات
کھلے گلشن منی جیوں گل خوشی سات

رسم ہلدی بری هور جہیز کے جب
بجا لائی اوک ترتیب سوں سب

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بہی ملاحظہ ہوں۔

صفت ان بزرکاں کی بیشتر هیں
ولیکن یاں کیا هوں مختصر میں

مرداں کا امیر نامور هی
شجاعت هور سخاوت میں نشر هے

بھوت آتی هیں واں شہری شہر کے
سدا جاتے ہیں بیے کچ مال زر لے

سکل آفاقیں وو یوں هی مشہور
هی جیوں مشہور کھکی اوج پر سور

اتهی قانونیر دو بزرکاں کی
هی ظاہر سب امیراں میں جہانکی

نواب عبد النبی خاں کا هی فرزند
نواب عبد الرحیم کا وو هی دلبند

کرمکی بحر کا رخشاں گہر هے
نوا بهلول خاں کا وو جگر هی

نواب عبد الحمید هی نام اسکا
عدل انصاف هے جم کام اسکا

هوا آفات سب ملکی ملک میں
رکھیا حق اسکتیں امن وامان سیں

.... مزید (۱۲) اشعار اس کی تعریف میں ہیں۔

اس کے بعد

قلعہ بہوت کیرا انکوں مکان ہے | مکان اسکے نمن جگمین کہان ہے
قلعہ بہی کوئی نیں ثانی ہی اسکون | ندی لائی ہی سر اسکی چرنسون

اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پھر محل کے آرام اور آسائش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے۔

بوجین استاد کا حق جان و دل سات | اُنو کی فرزندان کا بہی اسی دعا ت
کریم صاحب اہے اس نیک کا نام | اہی جیون نام ان کا نیک نام
کریم انکون دیا ہے نام بہی نیک | دیا ہی اس موافق کام بہی نیک
چندر ہی پارسائی کی گگن کی | اہے وو مشتری عصمت کے گگن کی
اچہی قصیان ستی انکوں اوک ذوق | کہانیان سون اچہی دن رات لے شوق
قصی کون پہول بن کے وو سنی جب | بچار ہی یون اپس دل میں انو تب
حکایت ہے سنبر کے بہوت خوب | سکل اسکا بیان ہے بہوت مجبوب
دلی نہیں بیہاؤ کا مذکور ہے کچ | نہ ہلدی تیل کا دستور ہی کچ
کچ یک شمہ سخن کا مج منی پائی | سو یون اس بہاؤ کا مج حکم فرمائی
کرو کچ ذکر اسکی بہاؤ کا اب | لکہاوین یو قصا تصویر سون سب
کرہی جب حکم سون یوں مج سرفراز | حکم پر میں کیا کچ سخن باز

سخن گرچہ نہ تہا کہنی کے لائق | ہیں شاعر جگ مین یکسون نیک فائق
نہ رکہ خام سخن کا ننگ مشہور نام | لکہیا دو حرف جیون تیون پختہ و خام
گر اسمین عیب چن تے جاو گے تم | تو پچتا لفظ یک نہ پاؤ گے تم

سراپا شعر ہے کچا سراسر
کرو سکتے ہو گر اصلاح کوشی
ختم کر ابن جعفر گوش تون دھر

رکھو معذور فضل و کرم کر
وگرنہیں تو کرو تم عیب پوشی
اتا ابن نشاطی کے بچن پر

اگرچہ صفحہ (۳۹۹) شعر سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا ممدوح کوئی عورت ہے مگر ہم نے اس کے متعلق تحقیق کرلی ہے دراصل اس کا ممدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔

میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں، مگر اس کے پہلے مختصراً ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عرب النسل تھا اس کے آباؤ اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بیجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی محمد فتح اللہ، غلام حیدر۔ اور غلام علی بیجاپور سے نکل کر کولار پہونچے۔ محمد فتح اللہ نے دلیر خاں "نواب سریکیے" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالاپور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چینل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کرلی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بنگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کرلیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گھر کرلی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کرلیا۔ یہاں حیدر نائک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کرلی اور راجہ کے لاولد فوت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کرلیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے ایسے کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقشِ قدم پر شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ ۱۲۱۳ھ میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔[۱]

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی عہد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جھگڑے میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین زبردست حکومتوں سے وقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہوگیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا احسان چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکھنی زبان عام طور سے مروّج تھی اور دکھنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا۔ نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر پھر بھی فارسی کو امتیاز حاصل تھا علما ر وقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کرکے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد اور ضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد داں فوج ہر طرح غیر قواعد داں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم اور تربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اسکو اردو زبان میں منتقل کردیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکھنی میں فنون جنگ کی تعلیم دیجانے

---

[۱] ماخوذ از حیدر نامہ و نشان حیدری۔

لگی۔ فوجی اصطلاحات۔ طریقۂ معرکہ آرائی۔ قلعہ پر دھاوا۔ فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ ہی اردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے اردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ مخطوطوں کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدر نامہ
(۲) فتح نامہ ٹیپو سلطان
(۳) خلاصہ سلطان
(۴) مفرح القلوب
(۵ ریاض العارفین

حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۴۲) ورق ۱۰۰ اسائز ۷ ۱/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

برٹش میوزیم (۱۰۰۷۰۔ اڈیشنل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتدا ارکرشنا راجہ (۱۷۱۳ تا ۱۷۳۱ء) کے حالات سے شروع ہو کر حیدر علی کے انتقال پر (جو ارکاٹ میں ۱۷۸۲ء میں ہوئی) ختم ہوتی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوئے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہو جاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راج کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے خاندانی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داد شجاعت دے کر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چندا صاحب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پانا اور پھر اس کا میسور کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دھونسے سے جنگ عبدالحلیم خاں سے کڑپہ سدھوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادہ سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کر کے انگریز جنرل کوٹ سے برسرپیکار ہوا مگر اسی معرکہ میں علالت کے باعث اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوبدار ابو محمد نے کمال عقلمندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ رکھ کر ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرنے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مسند نشینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مسند نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے "ستی منگل" کی جنگ کے بعد صلح ہو گئی قلعہ منگلورا انگریزوں کو دیا گیا۔ پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور نندی ورگ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسیوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندھار کو اپنے سفرا روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور یہ ٹیپو سلطان شہید ہو گئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا:۔ "کشن راج مہاراج تخت سرنگ پٹن کا ملک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پالیگراور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تھا۔ پالیگران کے کتنے ایک فرمان بردار سرداران ہر سال پیشکش روانہ کرتے تھے۔"

"حبیب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجاپور کو آئے اور کتنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجاپور کے سرکار میں نوکر ہوئے لیکن اس وقت یہ عمدہ اور معتبر سردار تھے اور ان کی تابع داری میں بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بھائی تھے یعنی محمد فتح اللہ، غلام حیدر اور غلام علی۔ بڑے جوان مرد عقل مند تھے اپنی دانائی و باہوشی کے سبب سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے۔"

"نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو لے جانے پائیں گھاٹ تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تھی۔ چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تھا........

ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک رات دن میں آدھی گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی تھی اس باعث سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیران پریشان ہوا اور اطراف سے رسد آنا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی اس قدر ہوئی کہ روپیے کو آدھا سیر چانول کا آٹا بکتا تھا اور نہ تھوڑے روز تو یوں بھی نہ مل سکا۔"

خاتمہ:۔

"شاہ باش و مرحبا ہے دولت انگریزیہ پر کہ بہت لوگ بالاگھاٹ کے خوشی و خورمی سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

فتح نامہ ٹیپو سلطان

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس مثنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶ ۱/۲ × ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب اسد اللہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

دکھنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شخص متخلص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنفہ ڈف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمامتر مرہٹوں کے خلاف نفرت و حقارت سے مملو ہے ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بیجاپور کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور مغلوں کی متحدہ ارادہ کو جو ٹیپو کو اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تھا۔ وہ دغابازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے نرگنڈ کو فتح کیا اوس کو مصنف
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بھاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے۔"

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ اصل مخطوطہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوسکے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا مواد فیلین نے دیا تھا حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"حسین علی۔ اس مصنف نے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر
تھی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے۔ اس کی ایک جلد سرکار کمپنی
کے کتب خانہ میں ہے۔"[۲۱۲]

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوسکے۔

نفس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مغلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت خوشی کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی قلعہ فتح کیے۔ سلطان کی آمد سے بالاجی فرار ہوکر پونہ میں پوشیدہ ہوگیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا ادہونی کے نواب نے قلعہ چھوڑ کر حیدر آباد میں پناہ لی ٹیپو نے ادہونی پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہادر بنڈہ پر قبضہ کرلیا اہل قلعہ کی امداد کے لئے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی۔ اور ادھر دریائے کرشنا والی فوج میں پلیگ نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اجل ہوگئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہوکر آگے بڑہا آخر مرہٹوں نے صلح کی درخواست کی۔ سلطان اپنی جانب سے بدرالزماں خاں بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح ٹیپو سلطان مظفر و منصور اپنے دار الحکومت کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) "داستان آمدن مراتہہ و مغل از عزم جنگ براد ہونے وغیرہ برطبق اجمال نوشتہ شد"

عجائب سنو دوستان داستان
کہ جسکی بیان میں ہی قاصر زبان

مراتہہ مغل فوج سب جمع کر
خوشی سات سلطان کے سن یہ خبر

کئے سب نے یوں شرط سو کندبات
لیویں ملک جلدی سوں اب ہاتی ہات

سبھی مال و ملک و دیار و حصار
دو نو مل لیویں بانٹ ہی یہ قرار

حجام للی راستہ ہوکر
بہر بالا جی پندت سک بدسیر

ہری پندت لپر کئے فاجرہ
لے سکات افواج سب پاکرہ

منازل کوں طے کر کے جلد و شتاب
چلے آہی لے جنگ دیب و رباب

---

(۲) داستان آمدن فوج کفار براے دیدن لشکر سلطان و ذکر شبخون وغیرہ و ہزیمت خوردن اہل ضلال از فوج اسلام برطبق اجمال نوشتہ شد۔

شب خون :۔

ہو لاچار یکرات شبخون کر
کئے ان کے لشکر کوں زیر و زبر

شہابان و کوحوں کا ہوکر ہجوم
برپا چہ طرف انکی لشکر میں دہوم

کہر با وقت ایسا قیامت مگر
ہوے گویا قائم زمانے اوپر

انکہیاں مل اوٹہی نیند سے تمام
لگی ڈر کو کہنے ارہی رام رام

بلا کان سوں آئی ہے یہ ناگہان
کہ گویا پڑیا ٹوٹ کر آسمان

یہ کہوے شہابان وکو لیا کا مار
پھر بارش غضب کا کہر ٹہار ٹہار

یہ کہہ کر لگی کا سپنے گمراہان
زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

- - - - - - - - - - - - - - - -

غرض نفسی نفسی کا تہا وہ مقام
قیامت کے تہی رات گویا تمام

ہوئی صبح جب شاہ خاور زمین
نکل سب کے پردے سوں سب رام و چین

- - - - - - - - - - - - - - - -

شہابان و بندوق چھٹنے لگی
غضب کے پٹاقون نے پھٹنے لگی

ہوویں جب شہابان نے جل کر تمام
نکل اس سے کو لے کر ہی اپنا کام

تہکہ میں ہر یک کے کہس کہس شہاب
اوک روز ستے گزر کر شتاب

صبح ہوئی پو سلطان بطش کمان
کئے حکم یورش بر اہل ضلال

برزان میں توپان سکنے آپ جا
نشانہ اوپر خوب اول سنجہا

اپس ہات سوں داغ توپان کتین
جہنم میں بہجے بہوت مشرکین

قضا را نظر جا پڑی کس اوپر
کہر یا تہا جو قہاری پو سد کون سر

پچہانے اسے دیکہہ سلطان دین
قلعدار بیشک بہی سے یقین

- - - - - - - - - - - - - - - -

یہ کہکر پہرا توپ جلدی کے سات
پلانے کون اس سگ کون آب ممات

سنجہا خوب اسکون کئے توپ سر
فلک آور ملک اور قضا و قدر

کہا یک نے تحسین و یک مرحبا
کہا آفرین یک و یک جندا

سر اوسکا گیا اور شتابی کے سات
جہنم میں جلنے کون یاران سنگات

یہان سون بہی سلطان نے لشکر سکل | چلی انکی پوچی ہیں کرنے خلل
مقابل ہو لشکر سون انکی شتاب | لگے مارنے چو طرف سون شہاب
بہے توپان و بندوق چلنے لگے | ہار کر بہاران تے ہلنے لگے
تہیکہ میں یکیک کے گولہ شہاب | لگیا لگنے توپ سون گہس گہس شتاب
گہبے انکی والر کے اسفل تہے | گبہے انکی مادر کے باطن وہے

کئے بہاگ بے لو مریان ہار کر | اوسی طرح سون راستہ ہولکر

لکہا تون نے کر مختصر یہ بیان | وگرنہ بہوت طول تہا داستان
کیا مختصر سو اپتا کچہ ہوا | اگر سب وہ کہتا تجا نو میں کہا

خاتمہ:

جو دیکہے سنجہا کریں طرب | یہی سمجھے پڑھے کذب و لہو و لعب
تو اب رہ دعا بیچ ہر صبح و شام | بجز اسکے دوسرا نہیں تجکون کام
الہی ہے جب لگ مہ و آفتاب | بہوین رکہہ تون سلطان کون با آب و تاب
مظفر و منصور بر مشہ کین | بحشمت و اعزاز تا روز امین

اس مثنوی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

"کتاب اضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہٹہ و نظام علی بطریق اجمال
حسب الارشاد جہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"

یورپ کے دونوں نسخوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزوی اختلاف کو سہو کتابت پر محمول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ کا بھی موقع نہیں ہے۔

خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

یہ دونو نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ :۔ "دکھنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل ہیں مصنفہ قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کے دور حکمرانی میں (۱۷۸۲ء۔ ۱۷۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے مصنف ہیں زاد المجاھدین اور جواہر القران یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبرات (۲۶۲۱) و (۲۷۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے مثنوی اول حمد سے شروع ہوئی ہے"

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج تک سوسائٹی میں موجود ہیں۔ ۴۸۰"

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جید عالم و فاضل تھے ٹیپو سلطان نے ان کو دار السلطنت سرنگ پٹن کی قضائیت پر ممتاز کیا تھا تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ زیر بحث کتاب دکھنی نثر میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔

کتاب میں اول حمد و نعت نثر میں ہے اس کے بعد ٹیپو سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی

سلسلہ میں ایک غزل بھی درج کی گئی ہے۔

ادشہ کہ جنکی فتح جہان میں ہیں آشکار
تیغ انکی دشمنان کے یو سرکوں کرے شکار

روشن کئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کون
کفار انکے عصر میں ہیں ذلیل و خوار

ہیبت سوں انکے شاہ فرنگوں کا دل جگر
ٹپکے ہیں ہیوں کی شیشہ سین یاقوت خام کا

فیاض جنکے ہات سین ہے ابر بھی خجل
او قطرہ بخشی آب کا یو در کرے نثار

شاہ جہان ہے او ٹیپو سلطان دین کے
عالم کوں انکے فیض سون راحت ہے بے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پھران کا بیان فصلوں میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔

وضو غسل۔ نماز۔ حیض۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ رضاع۔ نفقہ۔ آداب شوہر حقوق مرد ہر عورت پر۔ حقوق عورت ہر مرد پر۔ طلاق۔ ایلاء۔ قربانی۔ ذبح۔ حلال حرام وغیرہ

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکھی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہور مسلمانی کہ احکام سنین ضروریات دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہوی۔ نماز اس کی درست نہیں ہی اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہا تا ہور پانی ان کی ہات کا روا نہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری کہتا ہے کہ کافر ہوتا ہے۔ نعوذ و باللہ منہا۔

افضل امامت کوں پادشاہ ہے اگر حاضر نہوی تو قاضی ہی اگر حاضر نہوی تو امام ہی اگر حاضر نہ ہو تو والی میت کا ہی اگر اذن سون ولی کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مریض کہ زیادتی سے مرض کے درتا ہی اسکی تین افطار کرنا روا ہی مسافر کے تین جائز

ہی کے سفر میں افطار کرے اما اگر سفر میں محنت نہ ہوئی تو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اگر مسافر اس سفر میں موا یا مریض اس مرض میں موا فدیہ اس روزان کا کہ اس سفر میں یا اس مرض میں افطار کیا تھا دینا واجب نہیں۔

اول مہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اس کا فرض ہے اگر دنیا میں نا دیوینگا تو آخرت میں پکڑی جاوینگا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونو کے حال موافق۔

سویم کپڑا دینا عورت کون دھوپ کالے میں ہور ٹھنڈ کالے میں اسکی حال موافق۔

چہارم صحبت کرنا عورت کے ساتھ فرض ہے چاہیئے کہ چار روز سے زیادہ درمیانی نا چھوڑے۔

مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۲۳۳) ورق (۱۸۵) سائز ⅞۷ × ¾۵ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

نمبر (۲۲۳۴) تا (۲۲۴۱) بلوم ہارٹ۔

کیٹلاگ کا خلاصہ: "ہندوستانی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے پہلے سال شروع لکھی گئی (۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء) اور دو سال میں مختتم ہوئی ہے"

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف ۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔

کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

"چوں حضرت سلطان از تمامی بندوبست امورات مملکت و نظم و نسق عزد کل شہر و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم تنبیغ بر کہنہ جرائد آں شعبدہ باز کشیدہ خواستند کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل بر عیش و عشرت و متضمن نغمات و فنون آں کہ مبنی بر مسرت و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا و جسم و جان لازم و ملزوم اند ہمچناں حرب و ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک وارد چوں تدابیر حرب در کتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنا بر علیہ متوجہ ایں معنی شدہ بطرز تازہ ترکیب شائستہ و آراستہ و قوانین زیبا و پیراستہ در قید قلم فرمودہ مسمی بکتاب مفرح القلوب نمودند و مطابق لون شمس کہ شہنشاہ ثوابت و سیارگان ست نام نغمہاے شش گانہ وسی اصول آنہا و دوازدہ ضرب و شنیدہ وغیرہ کہ بہ تفصیل در نظم ذکر آں خواہد شد۔"

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اردو غزل لکھی گئی ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی

ریختہ دوم در ذکر طرز سروسہی

ریختہ سوم در ذکر طرز سروش

ریختہ چہارم در ذکر طرز سرو بازنی

ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزہ داری۔

اس کے بعد اس پانچ طرز کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی صراحت ہے۔ غرضکہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد و ضوابط پہ کافی روشنی پڑتی ہے۔ نمونہ کلام :-

ریختہ اول

کلہ خان کرتا ہوں سلطانی کا اب تم سوں بیاں | ہی عجب کیچ طرز اسکا طرفہ تر ہی داستان
خوش شکل آواز خوب رو بہو تیج نازک گلبدن | مہ لقا ایک زن اچھی غنچہ دہن خندہ لبان

کرکی برہین وہ لباس کارچوبی سفید | زیور الماس گوہرہین ہو غمز زبان
تخت پر استادہ ہوکاتی دسی وہ شکل خوب | دست چپ کون رکھہ کمر پر ناز سون خون ہوشان
یہی اوا ابتلا دی سبد بہات سون او ماہرو | روبرو اسکی رہی فوارہ اور تا ہر زمان
پانچ کلر و دوسری سنکار و آرایس کوکر | دست بستہ ہی کھڑی رہین کرد مہ چون اختران

ریختہ سوم در ذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان | زن خوش لقا قد ہیں سرو روان
یہی کر سبز پوشاک تن کے اوپر | زمردکی زیور سی وہ جان جان
مکلل سراپا کر اپنی کی تین | کنارہی پہ جا نہر کی شادمان
کھڑی رہی بنا شکل کانی کی سب | یہی طوطی پران جور اور طائران
اوریں سر پو اسکی بہوت شوق سی | جون معشوق پر ہویں فدا عاشقان
پہان کہول کر مار ہی تین چار | رہین روبرو اسکی جون بیدلان
کھڑی رہین بنپت مست و مدہوش ہو | کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ

بیان وصف کلاتش چہ می تواند کرد | کہ رشک جنت و رضوانست عندلیب ملک
ز رسم خطبہ شاہزادہ وز جشن شہ | زمین تماشہ کہہ جن و انس شد بیشک

ان نو نسخوں کے منجملہ بعض خاص ٹیپو سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب پر ٹیپو سلطان کی دستخط بہی ہے۔

ریاض العارفین

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۰ اورینٹل) ورق (۱۰۶) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کیٹلاگ مرتب نہیں ہوا مولوی محمد اسحاق اس کے مصنف ہیں سنہ ۱۲۱۲ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں اخلاقی گیارہ باب قائم کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی فارسی کتاب سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے کتاب سات مہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسی سے تھی نثر یہ آشکار — میں کیا اس کو نظم سے زیب دار
فارسی کی بحر کی سیپی اندر — تھے چھپے یہ بے بہا لعل و گہر
میں نہنگ قلزم اخلاص ہو — فارسی کے بحر کا غواص ہو
لایا باہر لعل و گوہر بحر سے — رکھ دیا بازار دکھنی میں اسے

ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے دکھنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارومنڈل کہلاتا ہے جنوبی ہند کی تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی ڈراویڈ قوم اس وقت بھی مہذب اور متمدن حکمراں تھی جب آریوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے زامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عرق میں جا کر بسی اور اسیریا و بابل کے تمدن کی وہی بنا رہے علی ہذالقیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قایم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاء الدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈھ (دولت آباد) میں قدم رکھا پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے سنہ ۷۱۰ھ میں کافور کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کنڑے علاقہ پر سے گذرتا ہوا سینٹ بندر امیشور (راس کماری) تک جا پہونچا مسجد علائی کی تعمیر ہوئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کارومنڈل وحدہٗ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی تزک واحتشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطۂ ہند (راس کماری) پر پہونچنے سے صدیوں پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازوں کے راستہ سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنہوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قایم کر دیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تھا اپنے سفر نامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔ اس لئے درحقیقت اسلام کے وہی اولوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو آج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ ان کی اولاد[۵۱] آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوایط سے موسوم کی جاتی ہے۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بکھرنے ہو گئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ مدراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین آحسن بھی خود مختار ہو گیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوائیتہ (نوایط) سے تھا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معبر کا رخ کیا مگر ورنگل تک پہونچا تھا کہ وہاں وبا پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہو گیا مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس طرح مدرہ واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قایم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمراں پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ پھر ۳۴۷ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈہائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہو گئیں جو بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ احمدنگر۔ بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجانگر کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم لہرانے لگا۔[۵۲]

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر اور شاہجہاں کے حملے

---

۵۱ راقم الحروف کو فخر ہے کہ وہ بھی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

۵۲ یہ تمام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضیٰ مرحوم سے ماخوذ ہیں۔

دکن پر شروع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور
اور ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۳ھ میں
عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی
۱۱۰۸ھ میں قلعہ جنجی فتح ہو کر کل ملک کرناٹک معہ (بنادر جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا)
زیر حکومت مغلیہ آ گیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سواحل
پر لہرانے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار
کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام مرتضیٰ خاں
نے قتل کر دیا۔ آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے شورش
رفع ہوئی اور ۱۱۵۷ھ میں نواب انور الدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی
خاندان والاجاہی ہیں۔ انور الدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں
کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گزر چکی تھی
ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق
صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انور الدین خاں
کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو رہا کرا کر انور الدین خاں پر چڑھائی کی امبور کے
مقام پر انہوں نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے
فرزند محمد علی خاں والاجاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو
اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۶۳ھ میں والاجاہ کرناٹک کے خود مختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت
انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں
کے نامور جنرل کلائیو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر افواج والاجاہی داد شجاعت

وسے رہا تھا۔

پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں بھی انگریزی سپاہیوں کے ساتھہ ساتھہ والاجاہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی وندوش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈی چری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا والاجاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھہ موجود تھے۔ کلایو کے ساتھہ بنگال میں بھی والاجاہ کی نئی ترتیب یافتہ فوج نظر آرہی تھی سلطنت آصفیہ کے ساتھہ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیر برطانیہ کے پشت وپناہ نواب والاجاہ ہی تھے[۵۱]۔ ان تاریخی واقعات کے بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک میں بالراست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر ہندوستان کے اور حکمران کے خانداں میں بہت کم ملتی ہے[۵۲]۔

سنہ ۱۲۱۰ھ میں والاجاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسند نشین ہوئے اور صرف چھہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوگیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے لارڈ ویلزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش کئے تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا جس کی بنا پر ان کو نظر بند کر دیا گیا اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے جنھوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کر لئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد پانچواں حصہ حاصل پر قناعت کر لی اس طرح گویا سنہ ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی۔

---

۵۱ مقالہ مولوی مرتضی مرحوم مطبوعہ شمس الاخبار مدراس۔

۵۲ مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ قائم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۵ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ مہینے کے تھے اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمراں بنے ۱۲۵۸ھ میں اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء م ۱۲۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہو گئی اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کر کے انہیں چند ہزار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہیر الدولہ و انتظام الملک اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوئے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پا رہے ہیں[۵۱]۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ اور ان کے چاروں جانشیں علم دوست تھے ان کے زمانہ میں بڑے بڑے علما ذی وقار شیوخ طریقت اطبا ماہر حاذق شعرا نامدار جمع تھے جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں بعض علما اور شعرا کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل۔ حقائق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد صبغۃ اللہ۔ مدار المہام مولانا عبد الوہاب۔ قاضی ارتضی علی خاں۔ مولوی محمد سعید اسلمی۔ مولانا عبد القادر۔ حافظ احمد خاں اعظم الملک۔ مولانا امین الدین۔ خان عالم خاں فاروقی۔ برہان خاں ہانڈی مولف تزک والاجاہی۔ مولانا غلام حسین رعنا مولف قصر والاجاہی ان اہل علم کے

۵۱۔ مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین مرحوم

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صدہا شعراء ایسے تھے جنھوں نے ملک سخن سے وادلی بعض کے نام حسب ذیل ہیں:-

شیخ محمد امین اسرائیلی۔ محمد اسمٰعیل خاں ابجدی مولف انورنامہ۔ میر امداد علی امداد نورالدین خاں انور۔ افصح الشعرار حسین علی افصح۔ طرازش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ۔ بنیش میر مہدی ثاقب۔ افضل العلمار محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعرار شیریں سخن خان راقم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعزالدین خان مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر۔ قادر علی خاں منور جنگ نظیر۔ سید ابوسعید والا مولوی محمد مہدی واصف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص ماجد، عظیم جاہ متخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک متخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں متخلص بہ اعظم وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی تذکرے شعراء کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں جو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہیں۔

بہرحال روسار ارکاٹ نے بھی اردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوان کرم سے بیسیوں علمار شعرار اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہمارا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اردو خدمات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں ان کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصہ طالب و موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۷۲) ورق (۵۹) سائز ۸ × ۵ ½ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۸ء

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکھنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف میر سید محمد والہ ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ابن نشاطی کی پھول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا۔ اس کو "داستان عجائب" سے بھی موسوم کیا ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعرائے دکن اور مولف تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والہ کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد میں انورالدین خاں سے وابستہ تھے جب انورالدین خاں ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آرہے اور اسی کو وطن بنالیا اس زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والہ کے چشمۂ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر ہے۔ فارسی کے علاوہ دکھنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والہ کا انتقال ۱۱۸۴ھ میں ہوا۔

زیر بحث مخطوطہ والہ کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر ۱۱۷۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کیونکہ پیا سے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہوگئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں دلچسپ قصے سنانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بھایا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا اس کو دکھنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر ہوا۔ جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ مخیر بھی تھا۔ طالب اور موہنی کی نگاہیں چار ہوئیں طالب موہنی کے تیر نگہ سے زخمی ہو کر بے ہوش ہوگیا۔ موہنی نے خیال کیا مر گیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود کو موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور غصہ سے باہر آ کر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ وہاں سے اٹھا مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کھلا پلا کر یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ مہاجن

دال روٹی لے کر آیا مگر طالب نے کھانے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی کے ہاتھ سے کھانا روانہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کھایا۔ اس رات مہاجن نے استدعا کی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔ وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مرجائے تو سخت بڑا ہوگا لہذا تم اپنے مکان میں رکھو اور کھانا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں رہنے لگا روز ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کھانا لاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک ملازم جو نہایت سخت گیر تھا رہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دائی طالب پر مہربان تھی ایک مہینہ کے بعد ہولی کی عید آئی دائی نے طالب کو مشورہ دیا کہ فلاں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہو سکتی ہے طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی بھی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔ اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہوگئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر جب باغ میں پہونچا تو ایک کالا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھایا اور وہ وہیں مرگیا۔ مہاجن کو اس کی خبر ہوئی آخر مشورہ کر کے دائی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور تیسرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق مرگیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب موہنی کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوویں سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونو باہم پیوست ہیں کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوتی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونو دفن کیے گئے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

ابتدا کلام

سجن کا انجمن جو دلکشا ہے | چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدائے بندہ پرور جو زبان کون | دیا قدرت مطلب کی بیان کون

- - - - - - - - - - - -

مبارک صبح تہی کیا خوش گھڑی تہی | کہ میرے دل پو خوشی گہرے تہی
پیا سوں وصل کا وعدا ہوا تہا | دل نہیں بیقراری مں موا تہا
یلا ہی انتظار اکر چلا تی | امید وصل شادی دلہن بہاتے

- - - - - - - - - - - -

میرا حال اس وقت زیر وزبر تہا | خبر دلکے جو پونچھا بیخبر تہا
سنہکا یا وصل جب آرام کے پاس | دیکھون کیا دوست بیٹھا ہی میر پاس
نمک دیکر لطافت کے بیان کون | میری تحسین اپر کہولا زبان کون

- - - - - - - - - - - -

سنیا ہون میں قصہ ایک ہور رنگ کا | بندہا ہن نشاطی پہول بن کا
دلی وہ دلکوں نہیں لگتا ہے چندان | نہ ہوتا طبع کا پہول اس سون خندان
اگرتون والا اس شیرین ذہن کون | بندہی دیدی شرف دکہنی سجن کون

- - - - - - - - - - - -

ملا ایک روز مجکوں ناگہانی | بو دہا سا ایک برہمن کن کہانی

- - - - - - - - - - - -

نمک سون زخم پہ مرہم لگایا | قصہ مہنے و طالب کا سنایا

اتہا ہی شوق سنکر یو حکایت	بندہا ہوں مختصر کر کو روایت
نظارہ پہول بن کا شوق لایا	فکر تیری کون خیابان میں دِتّا یا

شعر (۱۰) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔

قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ	قصہ پورا ہوا الحمد اللہ
نہیں قصا عروس دلربا ہے	رنگین ہے شوخ شیرین ادا ہے

آخری اشعار :-

الٰہی جب تلک گل باغ میانے	بچن کے حاسدان کا دل اہے و داغ
عشق کے طالبان مطلوب پاوین	امیدواران کے امیدان بر آوین

قلم یون داستان پر گلفشان تہا	کہ ہندوستان میں سکن یک جوان تہا
ہنر سون سب ہنرمندان پو غالب	محبت کا و طالب ناؤن طالب

ہوا ہی شوق والہ کا طبل باز	قصی پہ یوں کیا و طبل آواز
کہ تہا اس شہر میانے یک مہاجن	دیا اسکون خدائی بخت ہور وہن
دنیا دولت بہت اسکی ہر یک ٹھاؤ	سکل ہندوان میں اسکا برا ناؤ

ہوی طالب او پر جب تیسرے رات	نجانون دل نے کیا بولا اسے بات
کہ وہاں بسنے نکلا بے تاب ہوکر	ہہین جیسے اچھے بے تاب ہوکر

پہر یک رات تہی باقی جب آیا ۔۔۔ فکر میانے کہ یو کیا تہا خدایا
ادہر مونہنے دکوپے میں امو لے ۔۔۔ کئی جب سیج میں دائی سون بولے
کہ چہیرائے آتا طالب کون مارا ۔۔۔ میرا دل خون ہوا ہے تن میں سارا
ذرا بہی دور سیں جا کر نظر کر ۔۔۔ موا یا جیوتا منجکوں خبر کر
سکئے دائے پرا دیکہی ہے کوئے ۔۔۔ کہے دلہین کہ یو طالب ہمی کرا دسے

تنکی سر دہو چلیا تا بوت کی سات ۔۔۔ سر اوپر پہور سینے پر مارتا ہات
کہی ہند واں کی کیوں سر پہوڑتا ہے ۔۔۔ مونہی پر بہی اُسے نہیں چہوڑتا ہے
بہت بی شرم عاشق بوالہوس ہے ۔۔۔ کہ دلبر مرکہی تجہ میں نفس ہے
وو طالب عاشق صاحب وفا تہا ۔۔۔ عشق میں روز اول سون فدا تہا
یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا ۔۔۔ ڈولی سون اپس کا کمہ پہرایا

کہ عاشق پاک باہمین میں گرا ہے ۔۔۔ تیرے مرنے کی تہیں سنکر مرا ہے
اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی ۔۔۔ ایسے بیخود کہ خود کون نہیں پہچانی
شتابی ڈور باہمین میں کر ہی ہمی ۔۔۔ وطالب جیوتا مرا یو بہی مرے ہے

نکالے لوت دونو وہ مبتلا کی ۔۔۔ عجب دیکہی ہیں وہاں قدرت خدا کی
دونو تن یک ہول کر رہے تھے ۔۔۔ دو آیک تن ایکمن ایکدل ہوے تھے
دونو یک ہو کر یوں رہے مل ۔۔۔ کر اپس سون جدا کرنا تہا مشکل

ہوئیں دونو دفن یک قبر میں ۔۔۔ وصل پائیں ہیں تب جنت کے گہر میں

سکہانے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری د دونو پر ختم ہے

ؤ دنیا سون کی ہمنا کون جانا

ہریک حیلا ہے جاسنے کا بہانا

اس کتاب میں والہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

غزل والہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے | ستم ہے سکہ ہی راحت ہی بلا ہے

کبہی ہے جام جم خون دل اسمین | کبہی آئینہ انیزد نما ہے

کبہی اس جام سون نزہیں وفامیں | دماغ دل کتین قسیمی رسا ہے

کبہی اس آرسی کے باغ میاسنے | جگر کون داغ کا کل رو نما ہی

وفادارانکی تیں و عین مقصود | ہو سنا کا یکی آ کی اژدہا ہی

نہ پاوہی فخر رازی راز اس کا | یو ملاان کتابانسون جدا ہی

چلا آہی عشق دل کہر ہی کا تیرا | جو کچھ طالب کی پیش اکی روا ہی

منجی منہی سنے ماری ہی جلاسئے | غم و شادی جو اس سون ہے بجا ہے

وصل پایا ہونین دولت مبارک | منجہ او پر رات یو خلل ہا ئے

میری حالت کون شیرین داستان ہیں

اکر والہ کہی اس میں مزا ہے

رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۲۵۷) ورق (۱۷) سائز ۷ ¾ × ۵ ¼ سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق مگر نہایت زشت تاریخ کتابت ۲۵ ماہ خسروی سال راسخ ۱۲۲۱/۹ مولود محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت:۔
"عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ دکھنی نظم ہے۔ ۱۸۷۲ء میں مدراس میں طبع بھی ہوئی ہے۔"
کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واله ہے جن کی ایک مثنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔
اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

رازق باری حق ہے جان | اس کا نور نبی پہچان
اولاد ال یاران اصحاب | قران بھیجا حق نے کتاب

فہم خرد ہیں دو نو عقل | انسان کیا ہی کہانی نقل
راز فراست دانش کہان | خیال رضور در لو د ہان
جب ہو مہر کہن سو پیار | فوح حش و رسن دیدار
ابرش ابلق ادہم کھورا | ہرتا زتانہ دراکورسا

بختی کیا ہی بغدی اونٹ | طم فرا ہی جرعہ گھونٹ
محمل کیا ہی اونٹ کی وا | کبر رہ روتے تا بہ توا
طاوس کیا ہی مور پہچان | مرغی کیا ہی ماکیان جان

مردن کرتا کردن کرنا | کیا ہی نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکانا بول | کشادن کہولنا کنو تکنت کنول

والہ استنے موتی رولیا | فرس لغت کے معنی بولیا
جس نے پایا ذہن صافی | رازق باری اسکون کافی

ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۶۵۰۰ - اورنٹیل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ کی وضاحت نہیں ہوسکتی۔ علیٰ ہذا پیارس میں بھی کوئی صراحت نہیں ہے۔

یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے درحقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۱ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوطہ خود مصنف کا تصحیح کردہ ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ ان کے اجداد وہی تاجر اور مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پھر ہم کو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور سیاست پر متمکن ہیں۔ بیجاپور کی تباہی کے بعد ویلور علاقہ مدراس آئے یہاں ۱۱۵۸ھ میں آگاہ کی پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں اپنے چچا سے پائی اس کے بعد ویلور ہی میں حضرت سید ابوالحسن قربی[۱] سے عربی فارسی کی تعلیم پائی پھر ان کے مرید ہوکر روحانی تعلیم بھی حاصل

---

[۱] حضرت قربی ۱۱۱۰ھ میں بیجاپور میں تولد ہوئے چار سال کی عمر میں ویلور آئے ۱۱۸۲ھ میں انتقال ہوا عربی فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اردو شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی۔ ترچنا پلی کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔

آگاہ عربی اور فارسی اور اُردو کے جید عالم اور اپنے وقت کے عالم متبحر تھے تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کے ساتھ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی پر صرفی و نحوی صنائع اور بدیع کے چار سو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کئیں ہیں جن کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اُردو ہیں جن میں سے دس یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت بھی تفویض کی تھی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال ہوا مدراس میں مدفون ہوئے۔

اُردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے اونہوں نے شاعری کی ابتدا کی ہے ۱۱۸۴ھ سے اُردو تصانیف کا آغاز کیا یا فرتخلص قرار دیا ۱۱۹۴ھ میں عربی دیوان مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جس میں آنحضرت کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو "من دیپک" سے موسوم کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن سے موسوم ہے۔ تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من موہن کہلاتا ہے۔ چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگ سوہن سے موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبوی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے۔ چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور ساتویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان من درپن اور من جیون ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا۔

اول روز خدیجہ خاتون — لائی ایمان مقدم سب سون
بھی اوسی روز بوقت عصر — لائی ایمان حیدر صفدر
بعد زید و ابوذر و بلال — لائی ترتیب سے ایمان فی الحال

جنگ کے حالات کا مجمل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تھا کہ آنحضرت کی سیرت میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ دیگر واقعات اصلی سیرت ہیں۔

اور اسی سال ہوا فرض جہاد — اوس شہنشہ کے اوپر رکھ تو یاد
اوسکے غزوات تھے سب ستاویس — کہ تھا اون میں شہ بنفس نفیس
ہوی وس جنگ میں ای یار لڑائی — باقی جنگوں میں نہیں ہوئی ای بھائی
جو لڑایان میں گیا نہیں یادہ زتیس — ہی عدد اون کا تو سن پنتالیس
یہ جہادات ہیں سن ای اہل ادب — ہوی دس سال من واقع سب

سال چارم میں ہوا ہی نازل — حکم قصر صلوات ای کامل

سال پنجم میں ای دوست سمجھ — فرض مولا نے کیا سب پر حج

سال ششم میں ھوی ای یاران | سب پہ مشروع نماز باران
اور صلواۃ خسوف اور کسوف | سنت اس امت پہ ھوی ہی معروف
ھوی اوسی سال مین نازل ای یار | بیگمان آیت احکام ظہار

میانی اتھی شاہ کی سر کے بال | خم و سیدی پہ پیچ ای جگ اجال
درازی میں پونچی تھی کہاندی کنی | یوں آیا ھی اکثر حدیثان منی
کبھی سر منڈایا نہیں او نامدار | مگر حج کے ایام میں ایک بار
دیا بانٹ اصحاب کون سب او بال | رکھے سب اوسی اپنی جی کی مثال
او سرور کیں سیس بہر بال تھے | دلان صید کرنے کین جال تھے
نہایت تھے خوشبو او موی سیاہ | ھی کہنا اوسی مشک و عنبر گناہ
یہی ھی یک روایت میں اسمہ ہات سے | کہ دھوتا تھا سر بیر کی پات سے
یہی سنت اھی بال رکھنا تمام | نگاہ اوسکی کرنا بہر صبح و شام

دانت ۔ گردن کہاندے ۔ سینہ شکم بازو پاؤں قامت ۔ رنگ ۔ چال ہر ایک اعضا کو یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے ۔

آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکھو ۔

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں | نہ تھا جود کون اوسکی کڑ کا کہیں
سوان سون دیا او نت روز حنین | غریبان کون او خلق کا نور عین
بقول ھوازن دیا چھی ہزار | درم او شہنشاہ عالی تبار
نوی یک مسلمان کون او بی بدل | دیا یک جنگل بہر کو بکری سگل
کہا قوم کون جا کو ای گمرہان | محمد او پہ لاؤ ایمان جان
سخاوت کوں اوسکی نہین انتہا | یو ظاہر سخاوت کا ھی مدعا

ہیں رحمت کا اوسکی کردن کیا بیان | سراپا ہی اوسکون خدا در قران
رکہا رحمت العالمین اوس کا نام | روف رحیم بہی اسے شاہ کا نام
شہنشاہ کی رحمت اہی تا م ور | اتہی سب پوحتی کہ شیطاں اوپر

دو صفحہ رحمت کا بیان ہے۔
شرم و حیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ ملنسار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ہی رسول خدا | اچہو تجہ پو ماں باپ میرے فدا
غضب ناک ہو نوح اپس قوم پر | جفایاں سون اونکی کہا لا تذر
یوہیں ہر نبی دیکہ ظلم و جفا | کیا اپنی قوم پر بد دعا
کہا بلکہ یا رب بلطف و عطا | میری قوم کا بخش جرم و عطا

بہی کہتا اتہا یوں او شاہ نول | میرا کل غم ہی سو امت بدل
مجہی دو نو عالم میں کچہ کم نہیں | بجز درد امت مجہی غم نہیں
یہی غم اتہا اوس کون دنیا منں | یہی فکر اچہی اوسکو عقبی منں

بہی جاتا اتہا شاہ مریضاں کے گہر | بہی ہوتا تہا حاضر جنازہ ہی اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے | تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوہی اصحاب سون گر نہ آتا نظر | بہت پوچہتا تہا اوسی جبد کر
مسافر کوں پونچانے جاتا تہا او | کوئی آیا تو لیتا اتہا اگی ہو

من اہی بہائی سرور کون شام و سحر — تقید نہ تہا کوئی کہانی اوپر
تکلف میں اوسکی نہ تہا کرم جوش — جو پاتا اتہا اوسکون کرتا تہا نوش
جو کہاتے تہے اہل مدینہ سگل — وہی نوش کرتا اتہا وہ نول

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے

اتہا پیرہن شہ کنی دوستر — بہی کپڑی سفید اہی گرامی گہر
یہی کہتا تہا اکثر وہ گل کا امید — کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید
ہی پاکیزہ و خوب تر وہ لباس — پینو تم شام و سحر وہ لباس
پنا وا وسی اپنی احیا کی تیں — بہی تکفیں کرو اوسیں موتے کتیں

حدیثوں میں آیا ہے اہی با فرح — کہ جلسہ وہ سرور کا تہا اس طرح
کہ مجلس میں جا گا ملی اوسکو جان — تو وہاں بیٹھ جاتا اتہا در زمان
کبہی اجتا کر کو وہ پاک ذات — بیٹھی مسجد و گہر میں یاران سنگات

تہا اصحاب کے سات او پاک ذات — نہایت مدارا مروت کی سات
سمجھتا تہا ہر یک صحابی نے یون — نہیں کس پو پیارا اوس کا ہی مجہ پو جہون
بہت اون کا اکرام کرتا اتہا — سبو نکی اوپر پیار دھرتا اتہا
بلاتا اتہا اون کو تعظیم سین — بچے اونکی لیتا اتہا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کمیاب ہے مخطوطات بہی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے علاوہ میرے پاس بہی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

تحفۃ النساء

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۷۲) ورق (۱۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)
کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے۔
اس کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے:۔

گیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد
ہجرت سے بنا ہے تب یہ رکھ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہراؓ وغیرہ دیگر خواتین اسلام کی فضیلت اور حالات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔
پہلے حمد ہے جس کے چھ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سات شعر پھر مدح غوث میں چھ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پھر مناجات کی گئی ہے اور سبب تصنیف کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہرا کی فضیلت شروع ہوئی ہے۔ پھر بی بی زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد ازواج کا ذکر ہے۔ سب سے آخر رابعہ بصری کا حال ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتدا۔

ہے حمد و ثنا اُسی سزاوار — بخشش کون نہیں ہے جس کی کچھ بار
لطف و کرم اس کا بے غرض ہے — دیتا ہے جو کچھ سو بی عوض ہے

مدح مرشد :-

اس ملک میں تہا پیر میرا — ہر کام میں دستگیر میرا
تہا نام شریف ابوالحسن جس — اس خلق حسین ہور حسن جس
اس دور کا ہو جنید آیا — الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر — بیان مدح کون اوسکی کرکو ئی آخر
کر صدق سے دلکی اب دعا تون — درگاہ میں حقکی ہات اٹھا تون

سبب تالیف میں کہتے ہیں :-

امت میں نبی کی جو ہیں عورات — افضل ہیں سب عورتان سے سن بات
لکھتا ہوں میں اس کتاب اندر — احوال نار کا اہی برادر
اس شاہ کی دختران کا احوال — اس شاہ کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تھے کامل — تہا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی — اکاس وپتال کی خونزادی
امت کی تمام نیک نامان — ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتی ہیں پی بیان سب — ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
ہے حشر میں جسکے مردکی ہات — احمد کا لوا ہی حمد خوشہ ہات
ہے مہر میں جسکے اہی برادر — امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں اٹھ سو اد سکے جملہ ابیات — پڑنے میں ہے اسکی بہت برکات

ہجرت سے بناہی تب یہ رکھہ یاد　　　گیارہ سو اوپر تھے پنج ہشتاد

خاتمہ :-

نت مجکوں چلا توں راہ حسنیات　　　رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات

دین بیچ کر اہتمام مرا

ایمان پہ کر اختتام میرا

ہدایت نامہ معراج نامہ اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام

یہ تینوں رسالے پیرس کے قومی کتب خانہ میں ایک ساتھ مجلد ہیں۔

(۱) نمبر (۲ ۸۷) ورق (۱۰) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۲ ۸۷) ورق (۴ ۳) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) "

(۳) نمبر (") ورق (۷) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) "

ان کے متعلق بھی نہ تو کیٹلاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۱ھ سے سنہ ۱۲۱ھ تک ہوتی ہے۔ ہدایت نامہ میں گناہوں کا ذکر ہے۔ معراج نامہ میں معراج کا حال اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد۔

خدا کون سزاوار حمد و ثنا — کہ ھیگا مبرا ز نقص و فنا

آخری اشعار۔

نہ تہا شان میریکا یہ اقتضا — کہ ہندی زبان کا کری اصطفا

ولی بعض یاروں کا ایما ھوا — ہندی زبات یہ رسالہ ہوا

. . . .

کرے اس دعا کون اجابت خدا — کہ ھے نام اوسکا مجیب الدعا

اسمار صفات رویت حسن قبح عفو۔ ایمان فاسق وغیرہ امور پر بیان ہوا ہے۔

مزید نمونہ توبہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

دگر توبہ واجب ہوا از گناہ | کرامان رکھتے چلو تم یہ راہ
گنہ کار کی توبہ کرنا قبول | تفضل ہے اوسکا بقول رسول
خدا نے کہ توفیق توبہ دیا | تفضل و احسان اپنا کیا

نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول
اپسے راہ میں ہے خدا کا وصول

ہدایت نامہ۔

ابتدا۔

کردن آغاز حمد حق سون اول | کہ تا نامہ ہووے بیکی مکمل

ہوا معلوم یون دوسری خبر سون | مسلمان کا کرے ناحق جنی خون
شفاعت تا اسکون ناہوسی میسر | جزا اس کا جہنم ہے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا میں | ہدایت خلق کون پوراد یا میں

الٰہی یو ہدایت نامہ میرا | حقیقت میں سخن یو سب ہے تیرا

خاتمہ:۔

الٰہی کر کرم سون یا رب فکر رد
امان پاوے یو ہدایت سون یو فرد

معراج نامہ۔ ورق (۳۴) سطر (۲۳)
جیساکہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے متعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سراتا خدا کون سزاوار ہے   ہریک ذرہ اسکا نمودار ہے
اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا   بنام محمد نبی مصطفےٰ
کیا ختم میں لے محمد کا نام
علیہ صلوٰۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔
ازدست عاصی محمد زاہد در باغ نواب والاجاہ۔

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹیلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۲۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہو سکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:۔

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم ۔۔۔ کہ تا ہر کسکو ہووے جلد یسون مفہوم

کیا ہون میں بیان اس نظم اندر ۔۔۔ عقاید اہل سنت کا سراسر

کہانیں ہیں کبھی وکہنی اشعار ۔۔۔ منجی ہے شعر کہنی سون بہب عار

ولی یو نظم ہو لیا بالضرورت ۔۔۔ پڑی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا سے ۔۔۔ نہ تہا سوا اوسکی قدرت سون ہوا ہے

زمیں وآسمان ہور عرش و کرسی ۔۔۔ بنی کا نور بہی ہور روح قدسی

ہور عالم پہر فنا ہو لیگا یکبار ۔۔۔ ہوا ہے یون ازل میں حکم کرتار

یو ساتون آسمان ہور کرسی و عرش ۔۔۔ قلم ہور لوح ہور ساتون طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا   بہی دوسری صورسون ہوینگی پیدا
فنا کی چیز کہن ایک دم سے   پہر آخر کون وجود بی عدم سے

محبوب القلوب

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۶۵۰۲۔ اورنٹیل) ورق (۱۹۶) سائز ۸ × ۴½ سطر (۱۲) خط نستعلیق

یہ مثنوی بھی کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے

اس کے مصنف بھی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف سنہ ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے

جیسا کہ مصنف نے خود ریاض الجناں کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے:۔

"اور بیچ کتاب محبوب القلوب کے کہ در سنہ ۱۲۰۶ھ کے منظوم ہوئی اور اس

رسالہ میں ریاض الجناں نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا ہے"

اس مثنوی میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات و کرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

حمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا الٰہی | کہ ہے قدرت تیری متناہی
تو ہی خلاقیت میں ایسا قادر | کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے محی عالم | حیات اونکوں ہی تیری سے ہر دم

یہی فرمایا ہی یوں وہ فاخر الحال | کہ اپنی ابتدا میں تا چہل سال
وضو سیتی عشا کی ہر سحر میں | ادا کرتا نماز صبح کیں
بہی پندرہ سال تک بعد عشا میں | شروع کرتا اتھا قران کتیں
رکہ اپنی ہات کو اوس میخ اوپر | کہ گاری تہی اوسی دیوار اندر
تمام شب میں پڑتا تہا میں قران | جب آتی صبح کرتا ختم قربان

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ ذوالمطلعین کا کچھہ نمونہ ملاحظہ ہو:—

کیوں حسن کا دکھاوے ہی کردفر آفتاب | ٹک دور کر نقاب کہ ہو شسیر آفتاب
کرتا ہی لعل سنگ سیہ کو کر آفتاب | تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب
نکلے ہی جب تون دن کو تو ہو دہوپ چاندنی | موج عرق سے شرم کی ہو کر تر آفتاب
بے پردہ گر کرے تو شب تار میں خرام | محشر ہو چو طرف کہ ہی نیزے پر آفتاب
سب چہر کرن کی بال رہی ہیں لٹو ریان | تو نچا ہی تیرے رشک سے از بس سر آفتاب
دیکھے اگر تموج آغوشش کو تیری | یہ جاوی طرح پاریکی ہو مضطر آفتاب
پرتو سے تیرے حسن تلون کی کیا عجب | ہووے کل عجائب اگر دور کر آفتاب
مانند عکس آئنہ رخسار میں تیری | بے تاب ہو کے لرزے ہی نت تہر تہر آفتاب
ہے موج آنسوؤں سے لبالب نہیں کرن | دیکھا ہی ترے ہات میں جب ساغر آفتاب

اس کتاب کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہیں۔

تحفۂ احباب

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۴) ورق (۱۴۸) سائز ۸ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق
کیٹلاگ میں اور نٹیل اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے ۱۲۰۶ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:—

حمد

حمد بیحد ہور ثنا بیکران	ہے سزاوار خداوند جہان
دم بدم واجب ہے شکر کبریا	نعمتوں کو نہیں ہی جسکی انتہا

ہیں صحابہ میں خلیفے پنج تن	چار وخلفا اور شاہ دین حسن
ہور حواریان ہیں دس اوس شہ کے جان	جو ہیں وہ یار مبشر بیگمان
ان سوائے اوروں کو بھی ہے یہ لقب	اون کا نہیں اگلی حواریاں ہیں ڈھب
اور نقیباوں میں ہیں بارا سمج	ہے کہا موسی کی نقیبا کو وہ سمج
جون کہا اونکو معین جبرئیل	اونکو سرداران کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

ریاض الجناں

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورنٹیل) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نسخ

پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) نستعلیق

برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علی ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس کتاب کی تصنیف ۱۲۰۷ھ میں ہوئی ہے۔

اس مثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

هوش حسرت سی اوسکی لکڑا ئی — عجز سی کاڑھی مونہہ میں پکڑا ئی
نفس اس غم سی جل هواهی راک — نهیں سما تا خیال میں یہ تپاک
کاغذ اس دکہہ سی هی پیچ و تاب — اک دریشی میں اوسکی تر جون سحاب
اشک سرخ و سفید سی یکسر — هو گیاهی برنگ ابری تر

الغرض گھر کی اور بہار کی سب — ستر اوپر گئی رفیق سب
نهیں بچا اونہیں کوئی جز سجاد — هو حسن بن حسن رکھہ اسکو یاد
تھا بلا شبہ وہ جلیل الذات — صدمہ کربلا میں غم کی سات
جب هواهی شہید امام امم — هو رهوی هیں اسیر اهل حرم

وہ بھی اون میں ہوا اسیر ای یار　　اس سخن میں نہیں ہے کچھ تکرار

اُسی دس دین جب اس محرم کی　　مچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہر طرف بر ملا تھا شور و عزا　　زلزلہ حشر کا ہوا برپا
ہوا چارہ وطرف لہو سی نگار　　لگی خرمن کو آسمان کی شرار
چوطرف خون سے کھلا گلزار　　پھولی یہ کربلا سی کیسی بہار
جوش ماتم میں ہے زمین و زمان　　ورطۂ غم میں تھی مکین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

مثنوی گلزار عشق عرف قصّے رضوان شاہ و روح افزا

اس مثنوی کا ایک نسخہ اکسفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔

نمبر (۴۶۶) اورنٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۱۰×۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک مثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیہ داستان ہے مصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۵ء میں اس کو لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ گارسی۔ ڈی ٹاسی کی فہرست میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا"

اگرچہ ۱۲۱۱ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے اس کی تکمیل ۱۲۱۱ھ ہوئی ہے۔

"الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ و جلال سے یکہزار دوسو گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا"

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۳) شعر ہیں اس کے بعد مناجات میں (۵۴) شعر پھر نعت میں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۳) شعر ہیں اس کے بعد محبوب سبحانی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۳) شعر سبب تالیف مثنوی اور اپنی ستائش میں (۱۹۳) شعر ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس طرح کل مثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کا لڑکا رضوان شاہ علم و ہنر میں سرآمد روزگار تھا باپ کے مرنے پر مالک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پری بصورت ہرن نظر آئی بادشاہ نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہوگیا۔ رضوان شاہ اس ہرن پر فریفتہ ہو کر خود غوطہ لگانا چاہا۔ ارکان دولت مانع ہوئے نجومی اور رمال اس کا سراغ لگانے کا وعدہ کرکے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور از خود رفتہ ہو کر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کرکے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پری اپنی اصلی صورت میں باہر آئی دونو کا وصال ہوا۔ مگر پھر جدائی ہوگئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے رہے مصیبتوں میں گرفتار ہوئے آخر مدت دراز کے بعد دونو کی شادی ہوئی اور بامراد چین کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیباچہ کا کسی قدر انتخاب اور پھر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلاں بمعنی و ہرزہ درایاں لایعنی زبان دکھنی پر اعتراض اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور جہل مرکب سے نہیں جانتے کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی اکثر شعراء وہاں کے مثل نشاطی۔ و فراقی۔ و شوقی۔ و خوشنود غواصی۔ ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی۔ بحری۔ نصرتی۔ و مہتاب وغیرہم کہ بے حساب ہیں اپنی زبان میں قصائد۔ و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دی۔ لیکن نصرتی ملک الشعراء از تنگ نظری سے مبرا ہے جب شاہان ہند اس کلید جنت نظیر کو تسخیر کئے طرز و روزمرہ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مدت تک زبان ہندی کہ اوسے برج بھاکا بولتے ہیں رواج رکھتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع

اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص کون اوس کی کہونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی جیسا ثنائی و ظہوری نظم و نثر فارسی میں بانی طرز جدید کی ہوئی ہیں ولی گجراتی غزل ریختہ کی ایجاد میں سبہوں کا ابتدا اور استاد ہے بعد اوس کی جو سخن سنجان ہند بروز کئے بے شبہ اس نہج کو اوس سے لئے اور من بعد اوس کو باسلوب خاص مخصوص کر دیئے اور اوسے اردو کے بہاکا سے موسوم کیئے اب یہ محاورہ معتبر شہروں میں ہند کی جیسا شاہ جہاں آباد و لکھنؤ و اکبر آباد وغیرہ رواج تمام پایا اور جوں جاہی سبہوں کی من بہایا اواخر عہد محمد شاہی سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے اور اقسام منظومات کو جلوے میں لائے ہیں مثل درد۔ مظہر۔ فغاں۔ دردمند۔ یقیں۔ سوزاں۔ آبرو۔ آرزو۔ سودا۔ تاباں وغیرہم لیکن ان سبہوں سے کوئی بہی مثنوی معتد بہی نہیں کہا فقط غزلیات و قصائد و مقطعات پر اکتفا کیا بارے اس عصر میں حسن دہلوی یک مثنوی مختصر لکہا دریافت اوس کی ممیز مصنف پر موقوف رکہنا اولی ہے۔ برخلاف شعراے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہی ہیں بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کا کہنا دشوار و گراں ہے اس لئے ملک الشعراے دکن بطور تعریض کہتا ہے۔

دس پانچ بیتاں کہ کئی شوق اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتی تو اوس بستار کا

اور بوجہ اے بہائی کہ ان سب شعرا میں بعض فقط شاعر ہیں اور بعض شاعر کے سات چاشنی عشق و عرفان میں بہی ماہر ہیں مثل مولانا شاہ ندیم اللہ ندیم تخلص و قاضی شیخ محمود بحری تخلص صاحب من لگن شعراے دکن سے اور مرزا مظہر جان جاناں و خواجہ میر درد شعراے ہند سے۔ بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار ہی ....
بعضے اس قدر اوس کے باب میں دفتر اعراق کا کہولتے ہیں کہ از بس بیچارہ کو سب

شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور واعجبا بل واحسرتا
کہ ملک الشعرا نصرتی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی
دستاویز اون کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج مج ہے۔ زہے دریافت و خوش سخن فہمی و عجب سمج
آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعرائے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آیدار اور لباس

....

مستعار ہے۔ ------------

اوسکے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں۔ فصاحت میں گر

فارسینا کا کلام' الخ

تعصب کو یک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کر انتخاب
کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن۔ یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے
اوس کے اور اوس کے بواقعی واقف ہوئے سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو
سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ
یکتائی فن طرازی عاقل خاں رازی کتیں کہ قصہ مہر و مالتی کا ہے گلشن عشق سے
مواجہ کر دیکھیے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا خوب سمجھے۔

کبھی نصرتی سن کے یہ ولولہ ملا بعد مدت کی مجکو صلہ
کہا سودا! کہی انصاف سے کہ صدقی کر و مجکو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتے ہیں کہ میرزا رفیع سودا قصائد و غزل
میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں یگانہ زمانہ اور
شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ہر کتیں افسانہ پر سو افسوس کہ ہجو ہائے رکیک سے
آشنا اور از تدین و تمکین سے بیگانہ تہا۔"
اس کے بعد صراحت کی ہے کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھ کر کوئی مثنوی لکھنے کا شوق
ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے لکھنے کے طرف متوجہ

ہو گئے۔ اور بتایا ہے کہ کون کون کتابیں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں :۔

"ابیات ان سبھوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تکمیل قصۂ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت با جاہ و جلال کے یکہزار دو سو پر گیارہواں سال ہے۔ قصۂ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اوسے نظم کیا۔ جب زبان قدیم دکھنی اوس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اوسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف و شستہ کو قریب روز مرہ اردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاکی میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجداد پدری اور مادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجاپوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری دلمیں نہیں بھاتے ازاں جملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سراسر ہے اور قیاس صحیح بھی اوس کی تائید کرتا ہے بخلاف محاورہ اردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف کر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے"۔

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً۔ مناجات کا عنوان

غنچہ دل کی غرض حیرانی | در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک | پائی جسکے سر کی نیں افلاک

محبوب سبحانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم | سر افراد پہ ہی جسکا قدم

اپنے متعلق جو عنوان ہے۔

فخر یہ کا ہے اسمین کچھ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے | کہ اوس سے ہوا نام طائی کا طے
ابوطیب اس خوف و ہیبت سے | کیا تو بہ لاف نبوت سے تی
میری نثر میں ہوئی ما بی جیسے | نظر آدمی وہان ابن عتبے غنی
گرانشا کا بانی ہے عبد الحمید | ولی میں ہون خاتم بوجہ سدید
اگر قاضی مصر ہوتا یہان | یہ دعوی اوپر حکم کرتا عیان
بھیجے گرانشا میری تا رشید | مقامات کی ہیچ دینا رسید
اگر ابن عباد ہووی حکم | نہ سمجھے مجھے بو محمد سے کم

ہے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر | ہون ویسا ہی ملک عجم کا امیر
سنئے شعر کا میری کرپک نوا | تو کہتا اوٹھی رودکی مرحبا
کہو کر قصائد تو افضل کہے | کہ سلیمان و مسعود و عرقی رہے

قصہ کی ابتدا۔

محبت کے گلزار کا باغبان | جو تہا اوسکی اخبار سے گل فشان
ہلا اپنے خامہ کے شاخ نول | چھپوایا یہ قصہ کا اوتار پہل
کہ تہا ملک چین کے ایک شاہ | تہا حکم اوس کا ماہی سے لے تا ماہ

ہوا رنج ضایع مرا سال کا
عجب ہی کہا را مری حال کا

میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہی
گنہ لازم و رنج برباد ہے

نہ اب جان نہ جانان میری ہات میں
مجھے بخت والے میں کس گہات مین

کہان سے گیا کھیلنے میں شکار
کہان سے وہ ہرنی کئے وہاں کنار

میں کیا کیا سہا ننگ و ناموس کہو
پرس ایک لک شکل اوداس ہو

بہرحال دونو ہو کشتی سوار
چلی تن بہ تقدیر بی اختیار

اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان
تلی اونکی دریای دو راز گران

ہو دونو بہی جینے سے اپنے ملول
گئے یکقلم اپنے ہستی کو بہول

کئی قطع اس طرح کئے روز جب
سمایا کہرا ایک اونپر عجب

نمایان ہوی رات کو یک نہنگ
اوپری کوہ کا جسکے ہیبت سے دنگ

میں یک جزی کالعدم ای صنم
سہا ہون تیری غم سے کیا کیا ستم

تیری نہیں کرچہ ہوا ہوں فدا
پہ نکلی ہے مجھسے ہر دم صدا

کہ تیرا نگہبان ہو منت ذو الجلال
رکھی تجکو دائم بلا سے سنبہال

نہ دیوی پہنچنی تجھے کچھ بہی غم
مسلم رکھی دل تیرا از الم

تیری تن پہ وہان جو جو آزار ہے
میری جان پر اوس کا سب بار ہے

تیری جیسی پاؤن ہیں پری تجھی
میرا دم ہوا پاؤن بہری مجھی

ہر گئے رگ ہوئی میری زنجیر اب
کہ دون کیا میں اس غم کی تدبیر اب

محبت میں کیا کیا مصیبت سہا
عجب ہے کہ اب لک وہ جیتا رہا

اگرچہ خمیر اوسکا ہیگا تہ خاک — ولے آتشی سے ہوا جل کے راک
تیری شاہزادی کہ ہی شہر پری — اوسی داغ سے غم کے بریان کری
کبہو جوش صحرا کے فوجوں میں پہر — کبہو جوش دریا کے موجوں مس پہر
بہرحال پہچانے وہ اب یہان — ہلاکی سے مجکو دیا ہی امان
توجو ہوسکے تجہ سے تدبیر کر — اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر
دی اول خبر اوسکے محبوب کی — سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی

خبر شہر میں یوں پہچی مین تب — نبی لیکے رضوان آیا ہی اب
یہ فرزدہ سنئے جب صغار و کبار — چلی اب ہیں دربر دریا کنار
لئے اپنے سات چونڈول و تخت — بہی فیل و شترا بہوت سے بہر رخت
بصد شان و شوکت کے اونکو نے — تہی چہوٹے بڑی جو محل میں سلے
ہوی دیکہہ دولہن کو سب باغ باغ — لئے باغ و بن سب ہی کوہ و راغ

خاتمہ :—

ہے پہر سوز یوں عشق سے یہ بیان — کہ جل جاوی پروانہ و شمع وہان
اگر دیکہی ٹک اوسکی مستی کا زور — کری داد فریاد بیکل ہو شور
ہی اوس درد کا اوسمیں ناز و نیاز — جلی جس سے نوعی کا سوز و گداز
اگر دیکہی اوس نظم کا طمطراق — تب دمن سے سودا کو ہوا احتراق
مجہی نصرتی ساتہہ ہی گفتگو — اوسے کیا ہی طاقت کہ ہو روبرو
اگر جاوی چالیس میں یہ نور تن — ملک اوسکو اپنا کری من موہن
جو دل عشق کے شمع کا ہی لگن — یہ نسخہ کو اپنا کری من لگن

جو ہی شوق شغل شور عزام | نشاطی ہوا اس پھول کا مدام
نہ کرتا ہوں ہرگز مباہان میں | کیا درست ہی شبہ یہ بان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

باقر آگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد و کتب خانہ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بھی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چھوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان[۱] بھی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور باکمال شاعر تھا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد۔ قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت۔ منقبت۔ مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آگاہ کو والاجاہ کا تقرب حاصل تھا۔ دو شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تھا مگر کبھی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکھنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بھی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

---

[۱] ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم متبحر تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی ارشاد اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی مثنویوں پر آج کل کے نقطہ نظر سے غور نہ کرنا چاہیئے ڈیڑھ سو سال پیشتر کا ماحول آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ کلایو اور وارن ہسٹنگیز کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹمٹمایا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم دنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پر کرنے والا نظر نہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اردو کا رواج ہو رہا تھا۔ مگر اقلیم اردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاذ بلکہ نایاب تھا۔ شمالی ہند میں صرف غزل اور قصائد کا زور تھا جنوب میں مثنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانایان فرنگ نے ہنوز اردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبدالقادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن تھا کہ فارسی میں جو اب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کر سکیں اس نقص کے باعث سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی تھی۔ اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج پر کمر ہمت باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور صرف آگاہ تھا۔

آگاہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس نے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے صنف لطیف کی بہبودی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

"بعض علماء متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پاویں لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیان فارسی سے بھی آشنا نہیں اس لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر دکھنی رسالوں میں بولا ہے۔"

پھر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس لئے میں ۔۔۔ تا ہوے سمجھ عوام کے تیں
تا سب امیاں ہور عورات ۔۔۔ پڑنے سنئی اسکی پاوین لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں :۔

و لے یو نظم بولیا بالضرورت ۔۔۔ پڑے تا اسکو ہر امی و عورت

غرضکہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اردو زبان میں سیر۔ فقہ عقائد پر متعدد کتابیں خاصکر عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔

آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دروغگوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے جو چند مثنویاں واقعات کربلا اور سیرت آنحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے مملو تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے موٹے موٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ خود

اس کا خیال تھا اس کو عام فہم لکھا جائے تاکہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔
آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ آپ کے بہترین اخلاق
اور پاکیزہ سیرت مقدس کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی
واقف تھا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے
چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے۔

ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن[۵] نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ

مرتب کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ شریک ہے۔

سنہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک مدار المہام ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد خاں اور ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا۔ ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامرا فرزند والا جاہ کی رفاقت میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے عہد میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی متلون مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دے دیا اس کے بعد سدھوٹ ہوتے ہوئے حیدر آباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

---

[۵] انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ مطبوعہ ہے جس میں اُردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر یہاں ایک اور خام کیٹلاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں نہیں ہیں۔

مدراس طلب کرکے مدارالمہامی کی خدمت پر مامور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۱۲۳۳ھ میں اس سے مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی میں ایک اُردو ہے جو زیر بحث ہے ۱۲۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا[51]۔ مسجد والاجاہی مدراس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چھوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب[52] مدارالامراء جو نواب محمد غلام غوث خاں والاجاہ کے زمانہ میں مدارالمہام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ بہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اُردو تصنیفات جو نثر میں سیر عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکن میں اردو ملاحظہ ہو۔ زیر بحث کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو حنفی فقہ ہے۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جان تو بیشک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ بزرگ کین پس ثواب پاوے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی اوسکی پھر عذاب کیا وے وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے ساتھ عمل مشروع کے اور ساتھ عمل غیر مشروع کے۔

خاتمہ

اور حاشیہ بدریہ کی سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک اچھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی ہے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

---

۵۱ تاریخ احمدی۔

۵۲ مدارالامرا کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

چار گلشن

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) ورق (۲۲۱) سائز ۷×۴ ½ سطر (۱۲) خط نسخ کاتب سید یعقوب تاریخ کتابت ۲ ر ذیحجہ ۱۲۵۲ھ بمقام قادر نگر عرف تنجاور۔ مصنف سرشار۔

چونکہ یہ مخطوطہ کٹیلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامرا رئیس ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد بادشاہ کی تعریف اور سبب تالیف مثنوی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مثنوی عمدۃ الامرا (سنہ ۱۲۱۰ھ تا سنہ ۱۲۱۶ھ) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔

نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتدا :-

سخن کا جو تھی انجمن دلکشا — تھی اوس بزم کا شمع حمد خدا
تھی ایسا شہنشاہ وہ بی نظیر — جو شاہاں کو بخشا تھی تاج و سریر
بڑی ہیں فلک گرچہ باآب و تاب — تیری بحر قدرت کی ہیں نہ حباب

کرون مدح نواب عالی جناب | کہ ہے عمدۃ الامرا جسکا خطاب
بڑی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹھاٹ | وہ ہی وارث صوبہ ارکاٹ
سخاوت کی گھر کا ہی روشن چراغ | ترو تازہ اوسی عدالت کا باغ
وہ شیر دلاور بمیدان جنگ | ولایت میں سن نام لرزیں فرنگ
وہ ہی حلم و تمکیں کا کوہ گران | مروت کوئی کیا کری امتحان

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے۔

اگر دیکھئی اس مکان غور کر | محمد نجیب الدین خان نامور
اونیرا مارنکی ہی برج کا | وہ گوہر سخاوت کی ہی درج کا
کہ ہی موج زن جسکا دریائے حلم | بیان کیون نکھو اوس کا ہر ماہی علم

ولی عہد ارکاٹ کی مدح کے بعد مزید شرح کرتا ہے۔

سخندان سخن ور کا ہی قدر دان | سخن اوس کا شیریں ہی رنگیں بیان
دل اوس کا صفا واقف راز ہی | تخلص کہوں اس کا اعجاز ہی
کہ یکروز آراستہ کر مکان | وہ بیٹھا تھا مسند پہ با فروشان
تھا حاضر وہان خان حیدر نواز | کرم سے ہی جسکی جہان سرفراز
رشید علی خان بہادر امیر | وہ سردار کا تھا بہت دلپذیر
وہ سردار کا جو کی ہی نور عین | وہ عالی نسب مرتضی حسین
غلام علی خان و حیدر علی | جو تھی جان و دل سے غلام علی
تھا بازو سی بیٹھا جوان سبز رنگ | وہ قادر حسین خان سرافراز جنگ
دو فرزند سردار کی در تاج | وہ تھی بزم آرا کی دو سراج

تہا واجد علی خاں با حشم وجاہ — دل وعقل روشن وہ عالی نگاہ

اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید حسن خان ۔ رضا حسین خاں ۔ معروف علی خاں ۔ مسیح الزماں خاں ۔ نظام الدین حسن خاں ۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے ۔

تھا اوس بزم میں شعر کا گفت و گو — اوسی دن ہیں بہی گیا رو برو
کہا مجکو ای میر سرشار آ — ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کہ تو باغ معنی کا ھی اب ورنگ — تیری دیکہہ اشعار عالم ھی دنگ
کہی شعر رنگیں و مضمون نئی — کہی تو سخن تو نہ پھر کوہی کہی
کہا تو نی قصہ قصائد کئی — نشانی تیری ہر مکان پر رھی
اگر جاوی دیوان تیری ہر کھس — جو دیکہا کہا آفرین آفرین
جو ھی چار دروشیکی یہ کتاب — ھی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اوسی تو کری — جواھر معانیکی اسمیں بھری
جو دیکہی وہ قصی کو دیوانہ ھو — سخن شمع ھو خلق پروانہ ھو

شروع کر ھوا سال یک در حساب — بفضل خدا ھوی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تہی دلفروز — تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بوتراب — وہ ھاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سمجھ در شہوار کے — کیا نذر رجب میں وہ سردار کے

ابتداء داستان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب گنج ھی — خریدار اوسکی کھر سنج سے
سنانا ھی سرشار داستان — سنو کان دھر کر اید مہر مہربان

تھا ایک بادشاہ کارفرمای روم | سخاوت کی جسکی جہانمیں تہی دھوم
کرم خلق پر اس کا تہا بے شمار | زمانیکا پرور تھا جیب و کنار
جو سائل کرتا اسکی در پر سوال | نہ پہر کسی سی چاہی زر و سیم و مال

میں آفت سی دریا کی اہی بادشاہ | بچا جب چلا لیکے بستی کی راہ
گیا سمت بازار کی جب خرام | تہا وہان بہی قسمت میں آب و طعام
گرفتار ہو چور بہا پا سہا | سیاست سی پہردار کی بچہ رہا
لیجا چاہ میں جیب دی منجکو ڈال | خدا سی کیا عرض میں اپنا حال

اٹہا چوب لی اسکو دیکہا میں جا | وہ بیٹہی تہی روتی ہوی سر جہکا
لگایا میں یک چوب نزدیک جا | لگی سانس بہران نی ہوگئی فنا
وہ توشہ کا صندوق اٹہا لیکہ میں | وہ ہر روز کہانی لگا اس کتیں
خداوند رازق بندہ نواز | کری پرورش سبکو ہو کارساز

جدائی کا شعلہ بہڑکنی لگا | گویا مرغ بسمل تڑپہنی لگا
کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک | اوڑانی لگا سر پو میں اپنی خاک
کیا آہ پر آہ میں ہائی ہائی | بہا اشک گلرنگ کہا دای دای
مجہی دیکہ دائی نی سر پیٹتی | کہڑی آ کی چہاتی کتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

اری یہ فلک کیا دل آزار ہی | جفا کار ہی سخت مکار ہی

اگر هووین معشو تو عاشق ہم — تو آنکھون مین اسکی گویا خار ھی
مبدل کرے وصل کو ہجر سے — یہ عادت ھی اسکی یہ اطوار ھی
فلک کا کہان تک مین شکوہ کرون — ارہی یار تیرا خدا یار ھی
مجھی تو کھین اپنی دلسی نہ بہول — اگر عاشقی مین وفادار ھی

ملاقات میری سے خوابو خیال
سمجھی اسمین کرنا ایک آزار ھی

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت — پسر کو خوشی سی دیا تاج و تخت
وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے — شب و روز خفگی عبادت کری
شہنشاہ کبہو روم کو آپ جائے — کبہو اپنی داماد کی تیئی بلائی
خدا کا وہ کر شکر رھتی تہی شاد — خدا دیوی ھر ایک کی ایسی مراد
دی ساقی مجھی ایک باقی جام — یا ھو وہ دُرد یا صاف بہر دی تمام
نہ یہ می کہ جس سی ھی عالم خراب — دی وہ می جو ھو الفت بو تراب

دورِ آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۱۳۶ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفجاہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمرالدین خان حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہجہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گولکنڈہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے زیر تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہجہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمرالدین خاں ہیں جو آصفجاہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چہار ہزاری کے ساتھ چین قلیچ خاں کے خطاب سے سربلند کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خان کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجداری لکھنؤ پر مامور کیا۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن پر بھی قبضہ ہوگیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دار شاہ مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آچکی تھی۔ سکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر اٹھا چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرفہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبداللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمراں ہوا اور آصفجاہ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل کرکے رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔ اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجداری سنبل و مراد آباد پر متبدل کر دیا گیا حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کر لی۔

نظام الملک کو مراد آباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امراء دربار سیدوں کے عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہوگیا آئے دن کی بد انتظامی سے تنگ آکر نظام الملک مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہوگیا دونو قتل ہوگئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کرکے قلمدان وزارت آپ کے تفویض کیا۔ (۱۱۳۴ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہوگئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بھکانے لگے جس کے باعث آپ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۱۳۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پر وہ مقابلہ کے لئے آیا شکر کھیرہ کی لڑائی کے بعد آپ منصور و مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفجاہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور عمدگی سے مسند دکن پر حکمرانی فرمائی قلمرو آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد حسب ذیل حکمراں مسند حکمرانی پر متمکن ہوئے۔

(۱) نواب ناصر جنگ — ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۲) نواب مظفر جنگ — ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۳) نواب صلابت جنگ — ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ

(۴) نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی — ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ

(۵) نواب سکندر جاہ — ۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ

(۶) نواب ناصر الدولہ — ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

(۷) نواب افضل الدولہ — ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ

(۸) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان — ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ

آصفجاہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بھانجے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا مگر بعض مفسدوں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہوگئے مظفر جنگ حکمراں بنے لیکن مفسدوں نے آپ کو بھی قتل کر دیا ان کے بعد آصفجاہ کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ مسند دکن کے مالک بنے (۱۱۶۴ھ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہو گئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلابت جنگ نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

(۱۱۷۵ھ) آپ کے دوسرے بھائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے دربار دہلی سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ یار وفادار) سرفراز ہوا۔ شروع شروع فرانسیسیوں سے اتحاد رہا مگر جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اوس کے اثرات مرتب ہوئے محمد علی خاں والاجاہ کی کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہوگئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہوگیا۔ آپ نے بارہا انگریزوں کی تائید وحمایت میں عساکر آصفی سے مدد دی ۱۲۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سریر آرا حکومت ہوئے آپ کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار وفادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن مامون رہا۔ ۱۲۸۵ھ میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں مسند نشین ہوئے۔ آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک ریجنسی کے سپرد رہا جس کے صدر شمس الامرا اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اول اور نریندر پرشاد تھے ۱۳۰۱ھ میں آپ کو پورے اختیارات دئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیر گاہ آپ کو سلامت رکھے۔[۱] آمین

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند و دانش مند تھے علم و ہنر کی قدر دانی کے ساتھ خود بھی ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علما و صلحا کا ماوی و ملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

---

[۱] یہ حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تزک آصفیہ۔ گلزار آصفیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی۔

آپ کی قدر دانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں جنہوں نے اورنگ آباد کو وطن بنالیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے آصف تخلص تھا۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کالی نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسد سے
مجھ دل کن یہ دعائے یمنی سے

آصفجاہ کی علمی قدر دانی کے متعلق مولانا آزاد رقم طراز ہیں:۔

"فقرا و علما و صلحا و ارباب استحقاق در حضور ہی مے بردند بقدر قسمت ہر کس تمتع بظہور ہی می رسید علما و مشائخ دیار عرب و ماوراء النہر و خراسان و عراق عجم و اطراف ہندوستان منت قدر دانی او شنیدہ رو بدکن آوردند و زلہ از شیلان کثیر الالوان بردند"

آصفجاہ اول کے بعد بھی فرمانروایان دکن کو علمی قدر دانی اور علم پروری کا خاص ذوق تھا علماء و مشائخین کے علاوہ طلبہ کے لئے یومیہ، روزینے، امداد مقرر کئے جاتے تھے اور اکثر اوقات یہ روزینے دوامی ہوا کرتے تھے تاکہ شائقین علم قوت بسری کی فکر سے مستغنی ہوکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفجاہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علیخاں غفران مکان کو شاعری کا بھی خاصہ ملکہ تھا اول الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تھا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

اے کبوتر جا کہ یوسف کو کہ گھر سے نکل
چاہ سے تیرے زلیخا ہوگئی ہے باؤلی

یار خورشید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا   ذرہ ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

غفراں مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے "دکن میں اُردو" میں آپکے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرمانروایانِ آصفی کی طرح وزرا و امرایانِ سلطنت آصفیہ کو بھی شعر و سخن سے دلچسپی رہی اور وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صارم۔ شاداں۔ احسان کافی۔ آفاق۔ ربیطؔ وغیرہ راجہ چندو لعل کے نواسے مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیر ہوتا ہے۔

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے ترقیٔ العلوم کے لئے آپ کا عہد میمنت عہد عہد ماموں بغداد و عبد الرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم کے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور دار الترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی خاص ذوق ہے "عثمان" تخلص فرماتے ہیں امیر مرحوم کے جانشین جلیل کو آپ کے استادی کا شرف حاصل ہے کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے دعا ہے کہ خدا اس بہار کو سدا بہار بنائے اور تاجدار آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میوا ہائے نورس سے نونہالان چمن کو نہال کرے۔

صفحات آیندہ میں ہم ان مخطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی   ولی

لہ تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

(۲) خلاصۃ المعاملات	عاصی
(۳) انواع العلوم	عاصی
(۴) شوہر نامہ	صابر
(۵) سوداگر کی بی بی	قیاسی
(۶) مثنوی عقد فاطمہ	مخدوم حسینی
(۷) معجزات رسالت	ایضاً
(۸) انتخاب دیوان سراج	سراج
(۹) مثنوی راگ مالا	عزلت
(۱۰) دیوان عزلت	ایضاً
(۱۱) مثنوی لال وگوہر	عاجز
(۱۲) دیوان عاجز	عاجز
(۱۳) درمجالس	کمینہ
(۱۴) قصہ بہول صادق	لطیفی
(۱۵) جنگ نامہ بہاؤ راؤ	؟
(۱۶) جنگ نامہ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	؟
(۱۷) روضۃ الصالحین	؟
(۱۸) دیوان چندا	چندا
(۱۹) دیوان شاداں	شاداں
(۲۰) مرثیہ	ولی
(۲۱) مرثیہ	رضی
(۲۲) مرثیہ	قادر

(۲۳) مرثیہ	رد حی
(۲۴) دیوان حسینی	ہاشم علی
(۲۵) مراثیے ــــــــــــــــــــ	شعرائے مختلف

دیوان ولی

ولی اورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں (۸) نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ، کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے اکسفرڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور اڈنبرہ یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

انڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۱۰) سائز ۹½ × ۵¼ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۴۴ھ

(۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز ۷¼ × ۴½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز ۸½ × ۴¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز ۹¼ × ۵¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۸۵) سائز ۸¾ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز ۹½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۷ سطر (۲۱) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۲۸ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۰۵۶ / اڈیشنل) ورق (۱۳۴) سائز ۸ × ۶¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵ ۸ ﷲ اڈیشنل) ورق (۱۰۲) سائز ۹ × ۷ ½ سطر (۱۴)
خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۶۴) ورق (۹۱) سائز ۹ × ۷ سطر (۱۴) خط نستعلیق

(۱۲) کیمبرج کایز کالج ( ) نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱×۸
سطر (۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفرڈ یونیورسٹی نمبر (۶ ۴) ورق (۱۲۵) سائز ۸ ⅝ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵)
خط نستعلیق

(۱۴) اکسفرڈ نمبر (۵۸۶ اونیشل) ورق (۵۹) سائز ۹ × ۵ ⅛ سطر (۱۷) خط نستعلیق
کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۵) اڈنبرہ یونیورسٹی نمبر (۸ ۷ ۳) ورق (۱۱۹) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق
ان کے علاوہ برٹش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۳۲۷ ۶ اڈیشنل) جس کی کتابت
۲۰ شعبان ۱۲۲۲ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔

ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

"ولی دکھنی جن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ابو المعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۰ء میں دہلی گئے یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے اس کے بعد محمد شاہ کے عہد ۱۱۳۴ھ ۱۷۲۲ء میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی۔"

دیگر مولفین کیٹلاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً اکسفرڈ کی
کیٹلاگ میں لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا
کہا جاتا ہے کہ اونھوں نے سب سے پہلے اردو میں دیوان مرتب
کیا یہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی آئے تھے"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں صراحت کی گئی ہے:۔

"شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کرلی تھی
عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس نے کچھ بھی وضاحت نہیں کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ "ولی گجراتی ان کے دیوان کے بکثرت نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔

ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہوچکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع ہوا ہے۔ جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ولی کے حالات اور اوس کے کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے مواد کے مدنظر اس میں مزید اضافہ کی گنجایش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالمعالی کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالمعالی وہی ہیں جن کے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندرجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اور ان کا دکھنی ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کیٹلاگ نے ان کے ساتھہ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں اونہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہوگئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت سے قطع نظر خود ان کے کلام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکھنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ولی ایران و توران میں ہے مشہور ‏ ‏ ‏ ‏ اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یو مکہ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
ولی پر دا مگی کرتا ترے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے سنہ انتقال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب ۱۱۵۵ھ اور بعض ۱۱۴۱ھ ظاہر کرتے ہیں آخرالذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مدنظر اس کی عربی و فارسی قابلیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تھا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تھا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں رائج نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کرکے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنا دیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ ولی کو اردو شاعری کے باباآدم سے مخاطب کیا جاتا تھا گو یہ اس لئے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ مل چکا ہے مگر ولی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً صنف غزل گوئی میں جو کچھ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں تاباں اور درخشاں رہے گا۔ آج میر اور مرزا کے کلام پر جو کچھ مدح سرائی ہوتی ہے وہ ولی کے خوشہ چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ولی کے متعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات پر کچھ صراحت ضروری ہے۔

ولی نے قدیم شعرائے دکن کی طرح کوئی مستقل مثنوی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو کے غزلوں کے ساتھ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جا سکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہو سکتی ہیں جو کلیات ولی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ رباعی۔ مثلث۔ زد قطعہ ہر ایک میں ولی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرد کے قطع نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کو مد نظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۱	قصیدہ	۶	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	بازگشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کے مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۳۶

مگر اس امر کا خیال رہے کہ کسی ایک دیوان میں ولی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندراجات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان[۵۱]	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۴	۲	۹	۲۷	۴۰	۲	+			
۲	۳۷۶[۵۲]	۱	۲	۵	۷	۱۰	۴۶	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸		۶	۳	۹	۲۶	۲۹	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	۳	+	۲۳	۴۰	۲				۲
۵	۲۲۱	+	۲	۴	۳	۱۱		۱	۱	۱	۱	۱
۶	۲۷۳	+	+	۲	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	۳۵۱	+	+	۱	۱	+	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۳	۲	۱				
۱۱	۲۴۱	۲	۴	۳	۹	۲۳	۲۲	۲	۱			۱

[۵۱] یہ سلسلہ نمبر صفحۂ اول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

[۵۲] بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہوگئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۷			۲	۳	۴			۱			
۱۴	۳۴۷		۵	۱	۱۰	۲۶	۲۰	۲				
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	۳	+	+	۱				

ذیل میں ولی کا وہ کلام درج کیا جاتا ہے جو کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو میں درج

نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی چلنے کی پکار کیون کی جاوی
جان وار کی پار کیون کی جاوی دل یار کو چھو کیون کی جاوی
زخمی ہے شکار کیون کی جاوی

بھرتا ہون جہان وجگ سون ہزار اس بند میں آ ہٹو ہون لاچار
کیونکر ہو برہ میں مست ہوشیار جب لگ نہ ملی شراب دیدار
انکھیان کا خمار کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آئی گھیرا حیران ہوا ہوا اس میرا
اس دن سون ہوا ہون تیرا چیرا یکسان ہی ہمیشہ حسن تیرا
جنت سون بہار کیون کی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو رووی ہر شام صبح میں تل نہ سووی
یہ عمر عزیز غم میں کھووی انکھوان کے اگر مدد نہ ہووی
مجھ دل کا غبار کیون کی جاوی

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتان معشوق کی نا تو پر بکا نان

نہین کام ہر ایک کا اسمیں آنا　　ممکن نہیں اب ولی کا آنان

ہے عاشق زار کیون کی جادی

یہ خمسہ دیوان ۲ اور میں ہے۔

خمسہ دیگر:۔

اے یار من بہلا ہے گا　　بیچ اس کے بہت جفا ہی گا

جان من اس اوپر فدا ہی گا　　...............مز مبتلا ہے گا

عشق بازوں بیچ شکا ہے گا

جان من اس طرف توں آیا کر　　ایک دو بات خوش سنا یا کر

ہر کسی کون گلے نہ لا یا کر　　بات کہکر سبھی بہلا یا کر

اس موں تیرا بہت بہلا ہے گا

جان من ہر کہوں پہرا مست کر　　سخن بد کہوں سنا مت کر

بانکہ وغندہ سون ملامت کر　　ان دخل بازکون لیا مت کر

زانکہ بسیار بیہودہ ہے گا

تہمتاں لوگ کرتے ہیں مجھ پر　　سب ترے واسطے سنے دلبر

توں مرا یار کسی سون نہ ڈر　　لاک تلوار گر پڑی سر پر

سر تری راہ پر فدا ہے گا

ورنہ کچھوں جو میں تلوار　　ملک ہندوستان کردن گلزار

جس کے سر پر لگاکی مارون وار　　یکسون دو کردن ودو سون چار

تیغ میری سون لا فتا ہے گا

درکف یار کافر تنگ است　　یار من دیدنش لب رنگ است

شکر للہ کہ یار ہمرنگ است یار من درجہان عجب رنگ است
رنگ یا رنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہمچو شیرین بر سارے خوبصورتون میں ہو گا سر
نام رکھاہون میں جس کا اژ کر مدد اوست مرتضی حیدر
دلربا بوہی دلربا ہے گا
اے ولی تون شال سیمین بر ہمچو جوگی ہو گشتہ ام دردر
یار میرا جو ہے گا جادوگر سحر آنکھوں سنے کیا مجہ پر
نگہ اس کی ہیں کیا بلا ہے گا

یہ خمسہ دیوان ۱۴۱ میں ہے۔

دیگر:-

حضرت نبی کے نور سین سب جہان نورانی ہوا ردش علی کی آل پر جیو جان قربانی ہوا
جامی نظامی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا حب الوطن کی مصر سون اب یوسف ثانی ہوا
ترا غم مجہ دل منی اب ہمدم جانی ہوا
معشوق کی منزل میں آواز آیا جرس کا کرتا جفا جور و ستم دیکھو حیا بی ترس کا
دنیا سن ثابت ہوا کچہ خوف ناہیں عرش کا درد ر پکاری ہو پہرون مشتاق تیری درس کا
جل بل برہ کی آگ میں لعل بدخشانی ہوا
اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف صابن لگا دہو یا کرو منہ تا نہیں غم کا حرف
ہر یک سون جارا نہ پاری کم ذات کا جو ہی ظرف راکہی نقیرون کا کمل شاہان کی مسند پر شرف
ہمنا کو جس کا بوریا تخت سلیمانی ہوا
ناصح منع کرتا مجھے ہیں مست اپنی حال سون دیکھی عجب ہم نے صفت معشوق کے خط خال سون

اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کی جنجال سون   سن یہ غزل کلمہ پڑا آکاس اور پاتال مون
دنیا کی چاروں رکن میں دور مسلمانی ہوا

یہ دل کبوتر ہو مرا گیرا پرا شاہین کا   جل بل انگارا ہو رہا یہ کام ہے نہیں دین کا
پوچھو اگر یہ ہر خدا تک دکھ و قامسکن ہوا   اس بیس پر قائم اچھو لک سایہ محی الدین کا
معشوق میرے کون مدد محبوب سبحانی ہوا

رباعی

باج تجہ درد کی جگ میں درد بجھے   نہیں ہمدم دوجا بھی غیر دم سرد مجھے
جب کہ دیکھا ہوں تیرا روپ نظر پر اور نہیں   عشق تیری نے کیا زر کی نمن زرد مجھے

دیوان ۱ ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پلک تیز و غمزہ آتش تیز   گئے ہیں دل سون مری ملکر یو سب ستیز تیز
رقیب پر چلی جو چلی بس یو خاک کرلی نہوں   جو حشر لک وو پکاری بریز بریز

دیوان ۱ ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تحصیل دل کوں ہونی یو یک کتاب بس ہے   دانائے منتخب کون یو انتخاب بس ہے
مجہ حال کا کری گر آکر سوال دلبر   تو لاجواب ہونا اتنا جواب بس ہے

دیوان ۲ ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جبکہ وہ رشک پری جلوہ گر ناز ہوا | دل کی تسخیر کوں مظہر اعجاز ہوا
سبزۂ خط نے رخ یار کوں بخشا ہی جلا | دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان ۲ ورق ۱۵۸ او دیوان ۵

دیگر

یوسف حسن آج سستا ہے | جا کہ لینی کو جیو ترستا ہے
مدعی کوں کہو کہ جیو دنوں کا | وہ نہ دیوں کا جیو میں لستا ہے

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ الف

دیگر

آہ سوں مجہ جگر میں جب سیہ ہوئی | تا شش مجہ عاشق کی تہہ سیہ ہوئی
اس سیہ دل سوں جا کہو یاراں | روی دیدہ میری سفید ہوئی

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ او دیوان ۵

دیگر

تجہ یاد سوں سینہ ہی مرا روشن باغ | جس باغ کے دیکھے سوں ہوا لالہ داغ
روشن باغ میں نگ غم کا محل باندھا ہوں | میں آہ کے جس بیچ کیے لالہ چراغ

دیوان ۸ ورق ۹۱

دیگر

شاخ گل ہے یا تہال راز ہے | سرو قد ہے یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں   خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلربا   سابقا تھا سو اب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا   کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

خوبرو کوں جمال لازم ہے   عشق کوں تب خیال لازم ہے
حسن کوں خط و خال لازم ہے   مسکین طوطی کوں فال لازم ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے مثلاً کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہے   نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن   ہر مدرسے کے بیچ میں یہی قیل و قال ہے
(ص ۲۷۹، ۲۸۰)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان ۱ میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے   دل اس کا رشک خوبی بدر کمال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل اے ولی   ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل و قال ہے

کلیات ولی میں درج ہے :-

تراقد دیکھ اے سید معالی ہوئی روشن دلان کی فکر عالی

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے :-

تراقد دیکھ اے سید معالی سخن فہمان کے ہوئی ہے فکر عالی

کلیات میں درج ہے :-

لہرا چہرا صنم کا بسکہ خوش انداز ہے دلربائی میں بزنگ موج گل ممتاز ہے

یہاں کے دیوان ما میں ہے :-

لب سیمین ٹرا چہرا صنم کا بسکہ خوش آواز ہو دلربائی میں بزنگ موج گل ممتاز ہے

غرضکہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔

ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے ولی نے قدیم دکھنی شعرا کی طرح کوئی طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیات ولی میں بھی یہ مثنویاں شائع ہوئی ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد دہ مجلس کا قطعہ بھی درج کیا ہے۔ مجھے دہ مجلس کے ولی کی تصنیف ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ ولی اورنگ آبادی نے دہ مجلس نام کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی ہیں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) ولی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ

ہر جامع دیوان نے کیوں وہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا مثنوی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) وہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ ولی کی وہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں وہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے قدیم دیوان جو ۱۱۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابوالمعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) وہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ اس سے بہتر تصنیف کرسکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں وہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا ہے خصوصاً جبکہ روضۃ الشہدا کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کروں میں مجلس اول میں تحریر وفات سید عالم کا تقریر

کروں میں مجلس دویم پر غم وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے صحرا کا مسافر ‏ ‏ ‏ ‏ لگیا چلنے وہم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہدا کا دوسرا نام دہ مجلس ہو سکتا ہے پھر تاریخ تصنیف کے شعر ہی قریب قریب ایک ہو گئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہدا کے خاتمہ پر درج ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال ‏ ‏ ‏ ‏ اگیارا سو اوپر تھا تیسواں سال

ولی اب رکھ قلم اور ختم کر باب ‏ ‏ ‏ ‏ نبی اور آل اوپر بول صلوات

کلیات ولی میں جو قطعہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال ‏ ‏ ‏ ‏ گیارہ سو پوتہا اکتالیسواں سال

کہا ہاتف نے یو تاریخ معقول ‏ ‏ ‏ ‏ ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے سہو کتابت ہوئی ہو۔ بہر حال جب تک دہ مجلس نام کوئی کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی مثنوی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے موجود نہ ہو میں اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہوگا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کاتبوں اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق بھی سلسلہ وار صراحت کی جاتی ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کاتب حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دویم ربیع الثانی ۱۳ سنہ جلوس محمد شاہ (۱۱۴۴ھ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد انڈیا آفس میں بنوائی گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر جھلی چسپاں کی گئی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ (۱۱۵۵ھ) میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نور الدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جا بجا الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے مثلاً "کہتا ہوں" کو "لکھا ہوں" وغیرہ بنایا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کئے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہریں ہیں ایک میں محمد عبد اللہ ولد حافظ محمد احمد سنہ ۱۱۸۶ھ اور دوسرے میں محمد احمد سنہ ۱۱۶۹ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے۔ خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے۔ دیوان نمبر ۳ اس کی کتابت ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابو المعالی ہے۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہوگیا ہے۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ ردیف الف کی بیس غزلیں خوش خط درج ہیں۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پھر ابتدا ہوئی ہے۔ اور کچھ مکرر کلام بھی درج ہوا ہے۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جا بجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے "تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن" اور آخری صفحہ پر درج ہے۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر
یافت مالک وکاتب ایں دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابو المعالی
است کسے دعوی کند باطل است"

دیوان نمبر ۴ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔

"چہاردہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہہ جو کرج جیو سلمہ اللہ تعالیٰ
بخط ناسخہ (؟) خادم بروز دسہرہ ارقام یافت"

دیوان نمبر ۵ اس کی تاریخ کتابت ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ اور کاتب غلام محمد ہے۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

''کتاب ہذا حسب فرمائش جناب سیٹھ صاحب برزجی سہراب جی یسرن بمقابلہ منشی یٰسین خان بتاریخ ۱۱ ر جولائی سنہ ۱۸۸۴ء تسوید شد فقط یٰسین خان''۔

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

''الحمدللہ والمنت کتاب دیوان ولی در بندر صورت اختتام یافت تحریر بتاریخ ۲ ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد''۔

دیوان نمبر ۹ مملوکہ برٹش میوزیم اس کی کتابت ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۳ھ بمقام بوین پلی (سکندرآباد) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب سے حل نہیں ہوئے۔ مثلاً

غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجھ کون شاہ بے نظیر کیا

تری جو خال ہے مکہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف ''ولی'' لکھ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے ...... تمنان کی   تو ہی دکھ بھرنے سون بھر جو تہا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجہ عرق کی وصفیں ....   عالم میں اوسکا نام جو اہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد غزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ کی تاریخ کتابت ۲ صفر سنہ ۲۲ جلوس محمد شاہی (سنہ ۱۱۵۳ھ) ہے خوش خط ہے سرخ جدول ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"دیوان ولی بحسب فرمایش رفعت وعوالی پناہ خاں صاحب مہربان محمد نسا پچھپو مرقوم شد بست و ششم شہر صفر سنہ ۲۲ جلوس محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہیں یہ دیوان فرانس کے محقق اُردو گارسی ڈی ٹاسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نمبر ۱۴ کی کتابت ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۳ھ میں ہوئی ہے کاتب آتما رام ہے جس کی تصدیق خاتمہ کی حسب ذیل عبارت سے ہو سکتی ہے۔

"بخط بندہ احقر آتما رام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۴۰ مطابق سنہ ۱۲۱۳ھ روز جمعہ دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی"

دیوان نمبر ۱۵ کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخ کتابت اور نام کاتب وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہد خلافت بادشاہ جمجاہ خلائق بارگاہ محمد شاہ بادشاہ غازی .... (؟) فی المعارک والمغازی کاتب الحروف شیخ امام الدین ساکن .... (؟) بتاریخ دویم رجب المرجب سنہ ۱۱۵۳ھ روز شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھڑی روز برآمد بتصحیح .... (؟) ایں صحائف پرداخت"

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ سنہ ۱۱۵۶ھ میں وہ بقید حیات نہیں تھا۔

دیوان نمبر ۱۴ میں ولی کی غزل "ہوا ہے رشک چمنے کی کلی کون" الخ کے حاشیہ پر ناصر علی سرہندی کا اُردو جوابی شعر حسب ذیل درج ہے۔

۵۰۰

باعجاز سخن گراوڑ ے چلے تو ن
نہ پہنچیگا ولی ہرگز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور یہ پہر متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی احسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی ۱۱۵۱ھ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ بھی اسی عہد کا شاعر اور ولی اورنگ آبادی کا ہمعصر ہے۔ قدیم تذکرہ جات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:۔

"فراقی تخلص از مردم دکھن بود ہمراہ فقیر اللہ آزاد بہ ہند آمدہ بود"

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظارا ہی　　سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
کان میں یار کے دُر بالی　　مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
نگہ شوخ قاتل خونخوار　　سیف ہے ناگہ ہے دودھارا ہے
ہات کے بیچ ساز مطرب کے　　بین ہے چنگ ہے دوتارا ہے
آتون آغوش میں حجاب نکر　　گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے
ملک کے دل خراب کرنے کون　　شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے
مجکون ہردم فراق میں گزری
آہ ہے نالہ ہے پکارا ہے

خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶/۱۷۷) ورق (۴۲) سطر (۱۵) نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۶ھ

پیارس کے کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

"عاصی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی۔ تذکرہ شورش اور تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی لکھتا ہے کہ عاصی کی دو مثنویاں جو فرایض اسلام پر ۱۱۴۶ھ اور ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی امپیریل لائبریری میں موجود ہیں۔ ۱۹۶"

شفیق اور عبدالجبار ملکاپوری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کاشغر کے رہنے والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چفتہ خان کاشغری کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آکر آصفجاہ اول کی ملازمت اختیار کی نصیرالدولہ عبدالرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شروع کی مرزا محمد علی تسلیم کی شاگردی کی نصیرالدولہ کی مدح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز ہوکر داروغہ قلم دان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق راست آصفجاہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہوگیا۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور ۱۱۷۵ھ میں فوت ہوئے۔

ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کیئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت سنہ ۱۱۴۶ھ میں ہوئی ہے اسے ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہو گی۔

حمد و نعت کے بعد فصلوں میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام بھی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتداء۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد مدام   حمد بر یجاہی جتھی ناہیں اوہ تمام
اللہ واحد خالق رازق اوہو رب غفور   تال ارادت کل عالم کتیں آپ ظہور

اسس کتابی ناؤ خلاصۃ معلات مذکور   دو چھا وجہ عبادت الٰہی جی دل ترک خطور

کو عقد کرے وبہ پتر ہدا جی اوہ فاسق ہوا   لعنت اسس حلال ہزار ہر روز وچ مسعودی ہوا

خاتمہ۔

جبتہ مہنی بدہ وہ وقت ہشی در را   عاصی طاقت سہل کچہ ہو یا فضل ہو یا خدا
عاصی طمع دعار داجی فر کر ی دعا   اسس ایمان باقی رکہ الٰہی عاصی کہی خدا

انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر(۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط نستعلیق

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ مثنوی بھی عاصی کی مصنفہ ہے۔ اس میں بھی فقہ حنفی کے مسائل ہیں ۱۱۴۴ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

حمد و نعت کے بعد نفسِ مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابتدا۔

اللہ واحد رب توں سچا تیرا راج   جو کچھ کل جہان ہے سب یہ تیرا محتاج

تاریخ تصنیف :۔

ہزار یکسو چوتالیس یہ دوہاں ماہ آتے وہ صنم   ہجرت بعد پچھان توں یہ رسالہ تم

خاتمہ۔

روز پچھی دیدار توں وقت دیکر درار
فضل کرے رب مومنان ایمان رہی بقرار

شوہر نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر(۲۶۵۳۰) اڈیشنل ورق(۶) سائز ۸½ × ۶¾ سطر(۱۴) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"ایک مختصر دکھنی نظم شوہر کے مرنے اور اس ترکہ کے متعلق مصنفہ صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو جو ۱۱۵۶ھ ہے بیان کر دیا ہے"

صابر کے متعلق کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا چمنستان شعرا نے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے مگر ان کا تعلق پنجاب سے تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے صابر کوئی نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔

اس مثنوی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے ہیں۔ حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :-

اول حمد بولوں میں کرتار کا ۔۔۔ دھنی ہے او دو جگ کا سینسار کا
کری پرورش اپنے سینسار کوں ۔۔۔ رحم لطف دائم فضل پیار سوں
محمد حبیب او خدا کے رسول ۔۔۔ ہوے اون پہ مصحف لی جبرئیل نزول

نظام الدین شاہ اولیا ہیں کہر — کراماتکی ہیرے ظاہر ہیں پیر
مدت حق نبی ہور مدد چار یار — کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دکھنی زبانکی بچن بول بول — سنو مومناں میں دیا ہوں جو کہول
سکاؤ علم عورتاں کوں لگکر — کیا شوہروں پر خدا نے امر
ہر ایک مرد اوپر تو یو فرض ہے — سکانا زنوں کوں علم فرض ہے

خاتمہ

شریعت بموجب کے باتاں بکا — بیان مرد عورت کے حق کا لکھا
کیا راس سو بچاس پہ اتھاسن چھٹا — چلاکہ قلم کے تڑنک کو روتا
سوا سو بناییت صابر تمام — رکھا شوہرنامہ لگکر تس کا نام
تھا دن یکشنبہ سے پہر گزر گم — لکھا ماہ شعبان میں کر کر ختم
یو تمت ہوا یہاں نہیں تمت تمام — درود بر محمد علیہ السلام

سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے:۔

نمبر (۲۶۵۲۹ ایڈیشنل) ورق (۱۲) سائز ۴½ × ۳¾ سطر (۱۳) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱۷ھ

مصنف کی صراحت:۔

"ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ تخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر مثنوی میں کر دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء ہے۔"

یورپ کے دیگر مصنفین کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی بھی کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائی سے تدبیر پوچھی اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بازار گئی۔ جوہریوں سے موتی، لعل، و جواہر خرید کئے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اثنا رراہ میں اس کو دھوکا دے کر فرار ہوگئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

معلوم ہوئی ۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے تصور کا اقرار کیا اور کہا دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور ہنوز قیمت وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کرلیں۔ جوہریوں نے کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھ ہوئے ۔ اب یہ کوتوال کے دروازہ پر پہونچے عورت ان کو بٹھا کر اندر گئی اور اپنا برقعہ اٹھایا کوتوال اس کی خوبصورتی پر دنگ ہوگیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا ۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کھلانے سے عاجز ہوں اس لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کوتوال راضی ہوا اور ایک آدمی کو باہر روانہ کیا تاکہ ان غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ اُنہوں نے خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کرلیا اور عورت کو اپنا مختار قرار دیا ۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کرکے دوسرے دروازہ سے فرار ہوگئی ۔ اب کوتوال ان تینوں کو طلب کرکے ایک کو باورچی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر تیسرے کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا ۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا ۔ آخر کوتوال نے حقیقت سُن کر عورت کی تلاش کا حکم دیا ۔ مگر وہ اپنے حسن وجمال کے ذریعے پھر قاضی اور وزیر کو بھی فریب دیتی ہے ۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سُن کر اس کے عصمت کی حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کرکے واپس کیا ۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

قصہ کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا ۔۔۔ کیسے کرے ہے چھند او دیکھو تماشا نار کا
کہتا ہوں سنو چھند یکنار کا ۔۔۔ چھبیلے سندر چتر چوسار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بختوار ۔۔۔ اتھا ایک سوداگری نامدار
او سے ایک عورت تھی صاحب جمال ۔۔۔ پریان میں نہیں کوئی اسکی مثال

بہی ویسے نہونکی خلقمیں کہین جو کہنے پینے صفت آتے نہیں
جبیں پاک خورشید سارا وسے کرہی رشک نت دیکہ خورشید اُسے
بہوان ماہ نو تے اتہو پُر ادا اتہا ماہ نو تس بہوان پر فدا

خجل دیکہ اُس رنگوں لالاہوا اوسے رشک سوں دلیں کالا ہوا
کندل زلف کالا نپو خم کہاتی یوں مپولے سیاہ دو کندل بہاہی جیوں
دیسے مانگ چوٹے او چوٹیکا پہن سیاہ ناگنے مکہ میں پکڑ ہی ہرمن
تہدی کون نہ تعریف میں کم کنا زنخدان کوں ینبوع زم زم کنا
جو ین بے بہا قبہ مرور سیجے صفائی میں مرور سون پے درسیجے

بزان حکم کے نار تب دائی جا مشہر یار کوں گہر پینے لائی جا
اودیو ریچیں داخل ہوا انکر ابیں اُنکی چل پیشوا آن کر
سگل حد واداب تسلیم سات ٹہائی او تعظیم تکریم سات
رکہی سامنے پان لاکر سکے بہر شیشے رکہی عطر گلاب کے
رکہی پہول کے ہار سچری طرّی کہ پر در دہ مشک ہور عنبری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف بہی ہے حسب ذیل ہیں۔

سنیا تہا یو کئیں نقلۂ دل پسند میرے دل میں آیا ایسے نظم بند
نکاریا ہوں جیوں تیوں بنو کہ قلم تیا مجکوں کان ہے پچہانت علم
میرے میں کہان ہے یتا حوصلا لے آون ردیف قافیہ دل چلا
لکہا ہوں حکایت مجہے شوق ہے کرو گر ہے پسند نا کرو ذوق ہے

ہوئے سات سو بیت چودا پہ سات — مرتب ہوا ہے یو نقل بات
اتھا سن اگیارا سو چوسٹ دیسال — تیاریخ اگیارا او ماہ شوال
سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا — کیا خوش سہنا کتیں سنا
سیدی عبداللہ کر کے میرا ہے ناؤں — تخلص قیاسی گگروال ناؤں

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مثنوی عقد فاطمہ (؟)

یہ مثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو "عقد فاطمہ" سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۲۲۳/۳ – بلوم ہارٹ) ورق (۱۴) سایز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف مخدوم حسینی جس نے اپنے اُستاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھہ دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ع ہے۔"

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھہ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

مثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے حسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے ہر چہار شئے کو فضیلت دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی۔ مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :۔

کہ الحمد اللہ کہوں میں اول — صفت بی نہایت کرون خوش نول

او خالق سے مخلوق کا پروری   کہ کل شئی یو کیتا عمل سروری
کہ تون آفرینندہ آفاق کا   کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سنکر تب بادشاہ عرب   لکیا خط عزیزیک خوش باادب
دیا بہیج حاجب کو سرور کے پاس   بہی تحفہ دیا مسات بے قیاس
بڑی دبدبے شوکت و شان سون   روانہ کیا اسکو لئے مان سون

کہ سب خوش اتہی نہ تھی خوش علی   بکند رسو دل میں بری کہلبلی
ہو دیکر مسجد میں راکہی تہی سیر   کہی یا الہی تون ہی دستگیر

خبر سنکو تب بادشاہ روم و شام   دیا بہیج پیغام نسبت کے کام
دیکر بادشاہے مصر ہور یمن   کہ حاجب کون بہیجی محمد کو ئن

اکیارا صدی پر تہی چوست ہور بس   کیا نظم دکھنی ستے خوش سرس
عربی سون تہا خوب اس کا بیان   کہیا مختصر کہول میٹی زبان
کہ تاریخ بارہ سو ماسے صفر   کہ روزی احد تہا سو وقت ظہر
کہ پورا ہوا سب یو مارت تمام   محمد پہ بہیجو درود و سلام

یو مخدوم حسینی لکہیا یو کتاب   یو اسناد حسن صبا عالی جناب
یو بخشش انو سنچ پایا ہوں میں   فوائد صرف انکا لیا یا ہوں میں

معجزات رسالت ؟

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۲۲۳ / ۱۳۳) ورق (۲۰) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت۔

حضرت محمد کے چند قصے مصنف مخدوم حسنی اس کے ابتدائی اور آخری

اشعار حسب ذیل ہیں "

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرت کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں

جو خاصکر اہل بیعت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا ہے خدا جس قناعت کا گنج ۔۔۔ نہ ہووے تسکوں معلوم دنیاں کا رنج

قناعت سوں ہے دیکھ ہر یکوں نور ۔۔۔ قناعت سوں افلاک پر ہی عبور

کتا ہوں اتا معجزہ ایک میں ۔۔۔ سنوں اک قرار آپنے دل کنیں

چلے دیکھنے انکوں خیر البشر ۔۔۔ اتھی سات ابوبکر تو ہور عمر

دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت ۔۔۔ پڑی ہیں جو آزار تے بہوت سخت

ابوبکر عمر نے علی کے سنگات ۔۔۔ اپس دل میں آئے سو کہے یو بات

کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر ۔۔۔ جو تسنیں کوں ہوئے شفا زود تر

خاتمہ:—

یو مخدوم حسینے مرقم کیا — سبے قصہ کون پیر کر صلاح کیچ دیا
لکہن آدمی تو خوب پچھان کر — نوشتہ مدد حق سون لئے دھات دہر

جو عالم خدا کا سنے پر کھین — سدا آفرین آفرین تج کئیں
یہی نقصان استاد کون نا کیھجا — لی نامی سون استاد نوبت بجا

انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ ¾ × ۷ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی
جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں "

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو ۱۱۲۷ھ میں تولد ہوئے ۱۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے[۵۱]۔

یہ صوفی المشرب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پرگو شاعر تھے۔ چار سال کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مختصر مثنویاں۔ رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ سنا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع کرنے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کُل (۴۵) غزل اور ایک

---

[۵۱] دکن میں اردو۔

مخمس ہے کتابت کی بھی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتدا:۔

اس لب لعل کو تم شکر شیریں کہو — اس کف دست کو گلدستۂ رنگیں کہو
شکن زلف سیں ایماں مرا چھین لیا — اس بت صاحب زنار کو بے دین کہو

راگ مالا

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ہندی راگ اور راگنیوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنفہ سید عبد الولی عزلت۔ اس میں چھ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگنیاں ہیں اور ہر ایک راگنی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سر ولیم جان نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بھرویں راگ معہ پانچ راگنیوں کے یعنی۔ بھرویں۔ بلاولی۔ پرارہی۔ کاموری بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گوندکیری۔ گندہار۔ گندہاری۔ سراستی۔ دہمن ساری۔

(۳) ہندول۔ تلنگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ سندہوری۔ آہیری۔

(۴) سری۔ کرنالی۔ گوری۔ اساوری۔ سندھوری

(۵) دیپک۔ راماکلی۔ پٹ منجری۔ توڑی۔ کوماڑی۔ گوجری۔

(۶) میگ۔ سوت۔ گونڈ۔ دہانی۔ کنکال۔ سوہا۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزلت کے متعلق اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اسپرنگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"عزلت سید عبدالولی فرزند سعد اللہ جو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن تذکرہ گردیزی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تھا وہ فارسی اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۶۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ گردیزی، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند عزلت کا خاندان لکھنؤ کے قریب کسی مقام سے متعلق تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزلت دہلی گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا دہلی سے وہ مرشد آباد گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات کے بعد یہ مرشد آباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا۔"

عزلت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن "سورت" سے نکل کر اورنگ آباد، دہلی، مرشد آباد ہوتے ہوئے۔ پھر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ اورنگ آباد سے حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علی خاں کی خاص عنایت ان پر مبذول تھی۔ خطاطی۔ موسیقی۔ مصوری۔ اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر بے ریا تھے۔ رجب ۱۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل سے "راگ مالا" کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے ابتدائی چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد راگوں کی وضاحت کر کے اول بھیروں کو شروع کیا ہے اس کے بعد بھیروں کے اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا ذکر ہوا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم　　کیا ایک حرف سے جس نے دو عالم
درود مصطفےٰ و آل اطہر　　کہوں ہوں مو بمو اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر　　کہا اے روح تو جا اسکے بھیتر
کیا عرض اوبہر کر روح نے یوں　　اندھیری کوٹھری میں جاؤں کیوں
کہا تب ایک ملک کو پیٹھ تن میں　　تو بول ایک راگ آدم کے تن میں
ملک نے سن کے تانیں درد کی گئی　　دوانی ہو کے تنیں روح آگئی
سرودی ہوا سے جیتا انسان　　جو سچ بولوں تو تھا نغمہ دھر جان
نظام الدین ولی نے خسرو کو بولا　　ایزد ساری روحیں کر کے پیدا
الست بربکم سب کو سنایا　　میرے جب روح کے کانوں میں آیا
وہ پردہ پوربے کا تھا یقیں جان　　مجھے کو پور سے ہے راحت جان

خاتمہ

سمایا دیکھ اور پاس اپنے دلبر　　نکالا مرد نے سامان پیتر
ھوا عزلت کا یاور حق تعالیٰ
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔

”تمت الرسالہ راگ مالا من تصنیف سید عبدالولی صاحب عزلت
تخلص بحسب الفرمائش سید صاحب موصوف تحریر نمودہ کاتب الحروف

سید عبدالغنی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفراللہ تعالیٰ عنہما
تحریر بیست و پنجم شہر محرم الحرام فی سنہ ۱۱۷۳ھ یکہزار و یک صد و ہفتاد
و سہ من الہجرت النبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم"

اس سے واضح ہے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لئے لکھا گیا تھا۔
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں بھی
اس کا نسخہ موجود ہے۔

دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۰۲) ورق (۳۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ یہ ہے

"سید عبد الولی عزلت کے غزلوں کا دیوان۔ عزلت سید سعد اللہ کے فرزند ہیں سورت کے باشندے تھے منشی درگا پرشاد و نادر اپنے تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیر کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدرآباد بھی گئے ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اسی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے راگ مالا لکھا گیا ہے"

عزلت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"منتخب کلیات فکر ہائے ہندی مشتملہ ہمہ اقسام سخن از فقیر عزلت غفر العلی لولی۔ نذر منیر الدولہ دام ظلالہ"

اس صراحت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے عزلت نے اس کو منیر الدولہ[۵۱] کے نذر کے

---

۵۱ محمد حید رالمخاطب حید ریار خاں آصفجاہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور مناصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ مشیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے سربلند فرمایا۔ آصفجاہ ثانی کے عہد میں نظامت خجستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۵۲۲ پر ملاحظہ ہو)

لئے لکھوایا تھا۔

ابتدا میں ڈیڑھ صفحہ کا اردو میں دیباچہ بھی ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"اے سنیسار کے کرتہار سب خوبیاں ازل سے ابد تین تجھے یعنی
اپنے آپ ثابت ہیں۔ کہ ہمارے زبان قاصر بیان سے تیری بڑائی کا
حق ادا ہو سکتا .... اما پیچھے عجز حمد درود کے یہ
فقیر سید عبدالولی عزلت نخشبی پس حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ
کا زبان بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یہ کیتی جلی ہوئی دم آتش خانۂ
دیوان ہندی سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں
تا دوستوں پاس ہم جہان فراموش کا یادگار رہے۔ اور اس کے
سب مصرعے سوختگی مضامین سے بزم سخن کئے گئے ہیں تا چراغ
معنی کے پروانہ صورتوں کی آنکھ ہمارے خیال میں اشک بار رہے۔
اور اس کی ہر بیت بہار معنی کے جنون میں مصرعوں کے دو ہات
سے گریبان بہار رہے ہیں اور ہر سطر ایک دیوانہ مضمون جنون کو زنجیر
کر سرمہ سوجس کے بیان سے خموشی کے نالے پکار رہے ہیں۔
درست فکر دے کے ٹوٹتے ہوئے دلوں کے پسند کرے۔ اے
رب العباد بمحمد و اللہ"

اس صراحت سے ظاہر ہے عزلت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گذشتہ سے پیوستہ ۔ ۱۱۱۳ھ میں تولد ہوئے اور ۱۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا
منیر الملک ثانی جو آصفجاہ ثالث و رابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۸۸) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزلوں کے سوا کوئی اور صنف کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔

نمونہ کلام

جو کوئی چاہی کہے خلاق اکبر کی ثنا — من ربانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا
جب پیمبر کہہ چلے میں تن ہون تو سر ہے علی — نعت ہے یکسر جو تن دے کہے حیدر کی ثنا
تو کر پہلو و دل اپنا در اندوہ سے — میں کہوں ہوں حضرت زہرہ اطہر کی ثنا
خنجر فغان سے ہوند بوج و پی کر زہر غم — دل کہے ہے رور داوس شبیر و شبر کی ثنا
نور تن او پر یداللہ کی نثار اشکون سے کر — گوہر شہوار میں کیتا ہون ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مدظلہ مرشد و استاد ہے
ذرہ عزلت کم نکر اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے — جو سچ بولوں تجھی جھوٹی قسم کھانیکی کام آتا

غنچہ دل میرا کھا کر گل خندان میرا — بوی گل سا ہی اڑاتا مجھی جانان میرا

منہ موڑ بتکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ — عزلت نکہہ کہیں ہی ہیں یہان خدا نہ تھا

دو نا فرمان بنا خون جگر سی می نہ پی عزلت — کباب دلکی بو آتی ہی ہر پیالی سی چوتن لالا

سخت پستان تیری چبھی دل — اپنی ہاتوں سی میں خراب ہوا

نہ پیچ و تاب ہوا سے ہی آب میں گرداب — کہ میری اشک سے آگ کی کرہی ہی جیون رقص

ربط الفت سخت نازک ہی کسیکو حق نہ دے — عاشقونکے دل ہین شیشی سنگ ہیں یارون کے دل

جہان کی سرد مہری کے سبب پر فقر سی عزلت — ہنسی سے موبمو جون گل فراغت اسکو کہتے ہین

مجھے عزیز پہ میری یوسف کی چاہ نہین — الفت نہین کرم نہین سید ہی نگاہ نہین

میں وہ مجنون ہون کہ آباد نہ اجڑا سمجھون — مشت خاک اپنی اڑا کر اوسی صحرا سمجھون

میں وہ مجنون ہون کہ جون گل چمن محشر میں — ہو کا دامان میرا ہاتھ سے گریبان کے ہات

ہی عاشقون کو پند و نصیحت سی احتیاط — مستون کی جیسی واعظ کی صحبت سی احتیاط

نگہ کی بوجھ سے جھکنا نزاکت اسکو کہتی ہیں — نہیں آنا تصور میں یہی وحشت اسکو کہتی ہیں
میری تصور کو ہی وحید فانوس خیالی سا — سراو پردار کی ذوق شہادت اسکو کہتی ہیں
ہوا ہی جو سے پیالا خالی اور کہتی آبرو لیکن — نچہورا بوسہ اوسکی لب کا ہمت اسکو کہتی ہیں
کری سولی پہ عارف وجد جون قبلہ نما تس پر — دکہا دی راہ حق جگ کو ہدایت اسکو کہتی ہیں
جہان سرد مہری الخ

مثنوی لال گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں ہے اور دو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۶۵۳۰ اڈیشنل) ورق (۳۱) سائز ۸ ½ × ۶ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۹ ¼ × ۵ ¼ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۱۵) سائز ۸ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند زمرد روشاہ بنگال اور شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقیہ داستان ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔

عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ ملکہ فیروز شاہ بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہے جو ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء میں لکھی گئی ہے۔

لعل و گوہر ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اور ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

ایتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی مضمون پر ٹیپو سلطان کے لئے ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں حسن علی عزت نے مرتب کیا تھا"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے:

"لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دکھنی نظم میں لکھا ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے ۱۵۸ تعداد صفحات (۲۹)

فی صفحہ (۱۷) بیت ہیں سنہ ۱۱۸۰ھ میں لکھی گئی ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ موجود ہے وہ لکھتا ہے :-

"قصہ لعل وگوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۰ھ کے بعد اور سنہ ۱۱۸۰ھ کے پہلے لکھی گئی ہے۔

ولی کی طرح دکن میں عاجز تخلص بھی متعدد شخص ہوئے ہیں ایک عاجز تو وہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال وگوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا سنہ ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

مولف چمنستان شعرا (لالہ لچھمی نرائن شفیق) اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ شروع ہوتا ہے جو اندر سبھا کے قصہ کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا لڑکا سورہا تھا۔ پریوں کا تخت جارہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہوگئی اس کے پلنگ کو اٹھا منگوایا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہوئے۔

نمونہ کلام۔

حمد و نعت :-

الہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطا کر مجھکو یاقوت معانی
سخن کا لعل دی میری زبانکو — در معنی سی بہر میری بیان کو
سخن کے درکا مجھکو جوہری کر — سخن سنجونکو میرا مشتری کر

در دریاے وحدت ہی محمد — چراغ بزم کثرت ہی محمد
دیار فقر کا ہی شاہ بیکس — سپہر فخر کا ہی ماہ بیکس
ظہور کائنات اس کا سبب ہے — ہویدا ہی کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہی پر زور سب سے — بیان عشق ہی پرشور سب سے
خدائی عشق سے ہی آشکارا — دو عالم عشق کا ہی یک اشارہ
بہلی ہے سب طرح سے عشق بازی — حقیقی کر دکہاتا ہی مجازی

کہا تھا ملک بنگالی میں خسرو — زمیں عشق تہا اسکا قلم رو
ہمایوں بخت اور صاحب قران تہا — جہانگیروں میں وہ شاہجہان تہا
بہادر شاہ با تدبیر تہا وہ — رفیع القدر عالمگیر تہا وہ
جہان لک شاہ تہی سبمیں اکبر — تہا اعظم شاہ دنیا میں مقرر
دیار عدل کا نوشیروان تہا — دوام اسکا کام بخشی میں روان تہا
سکندر طالع و جم جاہ تہا وہ — جہانمیں خوب نادر شاہ تہا وہ
سخاوت میں وہ تہا حاتم سا مشہور — شجاعت میں وہ تہا رستم سا مغرور
جو کچہ دنیا میں ہی اسکی دو چنداں — تہا اسکی کنبہ بخش کا ساماں

رگ ابر اجل تھی اسکی تلوار
عدو کا دم تھا اسکی ڈر سی خوں بار

زمرد شاہ تھا اس شاہ کا نام
تھا اسکی نام سی ہر دلکو آرام

دیا تھا حقنی اسکو خوب فرزند
زمرد سی کیا تھا لعل پیوند

خاتمہ

کیا شاہکو جب لگ اسمین دم تھا
وصل کو ہر کا اسکو دمبدم تھا

ارے عاجز سخن کب لگ کہیگا
سخن کے فکر میں کب لگ رہیگا

خموشی سے زبان کو آشنا کر
ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر

الہی عاشقوں کے آبرو رکھہ
انکو دو جہان میں سرخ رو رکھہ

یورپ کے تینوں نسخوں میں خفیف جزوی اختلاف بھی ہے جس کو سہو کتابت پہ محمول کرنا چاہیئے۔ مثلاً۔

کہا تھا ملک بنگال میں خسرو
زمیں عشق تھا اسکا قلم رو

انڈیا آفس کے نسخہ ع‍۱۱۱ میں "تھا" کے بجائے "کہ" لکھا ہے۔
ہمایوں بخت اور صاحب قران تھا الخ اس شعر میں بجائے "اور" کے "تھا" لکھا ہے۔
بعض اشعار میں کمی اور بیشی بھی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ ۱۱۱ میں۔ تجھے یوسف کے سودا کی قسم الخ کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں:۔

تجھے سوگند میرے مدعا کی
تجھے سوگند میرے التجا کی

تجھے مخفی و معنی کی قسم
تجھے اپنے چھپانے کی قسم

یہ دونو شعر نسخہ ع‍۱۱ میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان   ہے سرحد اوسکی مغرب کا بیابان

یہ شعر بھی ۱۱۰ میں نہیں ہے۔

نسخہ ۱۱۰ نامکمل ہے کیونکہ آخر ہی کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ ۱۱۰ مکمل ہے۔

اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔

پریزادوں کو کر خوبی سے رخصت   دیا سب کو مرصع زیب خلعت

نسخہ نمبر (۱۱۰) با تصویر ہے (۴۳) رنگین تصویریں ہیں۔

انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں قصہ ملک مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملکہ مصر والی مثنوی سنہ ۱۱۱۰ھ میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان عاجز

اس کا ایک نسخہ فرانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴۵) ورق (۶۰) سائز ۹ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

تاریخ کتابت ۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف وار غزل اور چند مخمس ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

الٰہی ہمکوں اپنی عشق کا دار البقا بتلا ‏ ‏ ‏ جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسی دار الفنا بتلا
میرے خون جگر میں جوش ہے یارب تیرے در کا ‏ ‏ ‏ مجھے اپنی کرم کے ہات کا رنگ حنا بتلا
ہوا قد معصیت کے راہ میں خم نفس سرکش سین ‏ ‏ ‏ ای میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عصا بتلا
ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز ‏ ‏ ‏ طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقا بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا ‏ ‏ ‏ درد دل کا دوا کمال ہوا

دیکھہ دامنگیر محشر میں تیرے ہونگے ہم ‏ ‏ ‏ خون ہمارا اپنی دامن سے اے قاتل مت چھوڑا

دیکھہ تابوت میرا بول اوٹھا وہ شہ حسن ‏ ‏ ‏ ہای رے لشکر غم کا یہ بڑا جھنڈا تھا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مرنا سجن کا ہنسنا
بہار گلشن غضب خدا کا نپٹ قیامت کلی کا کھلنا

تماری آنکھین تماری پلکیں تماری زلفیں تماری باتین
سدا ہیں کیفی سدا ہیں خونی سدا ہیں پرچین سدا ہے برچا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد　　اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کے داغون سے دیوانا ہون کہان ہوش مجھے　　سد نہین اتنی کہ گلزار میں لالا سمجھون

نظر میں جب سے پڑی تجہ نگاہ کی بجلی　　میری جگر میں چمکتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز بتاریخ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ ھ

درمجالس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۵۸) ورق (۱۴۳) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبداللہ المتخلص کمینہ ہے۔ جو حافظ علی کا لڑکا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف سیف بن ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس دکھنی ترجمہ میں صرف (۲۳) باب ہیں"

اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔

"عبداللہ دکھنی گارساں ڈٹاسی نے لکھا کہ یہ ایک مثنوی درالمجالس کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز لندن میں موجود ہے۔ عمدہ منتخبہ میں عبداللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے"

کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا　　دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوتا کہ ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ دکھنی تذکروں میں بھی ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کہوں میں باب نادر تین اوپر بیس | کیا ہوں ترجمہ در مجالس
عدن سوں فارسی میں در عجائب | پرویا نظم دکھنی کے غرائب

ان تیئیس (۲۳) باب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ (۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلعم (۸) حق مادر و پدر (۹) دندان مبارک کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلت۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان سوری (۱۴) فضیلت خالد بن ولید (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان (۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ادہم (۱۹) مرد سخی (۲۰) آذر بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تھا۔ (۲۲) حسن بصری (۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔
اس سے نفس مضمون کی توضیح ہوسکتی ہے۔ نمونہ کلام

ابتدا۔

کہوں میں باب نادر تین اوپر بیس | کیا ہوں ترجما دری مجالس
عدن سوں فارسی میں در عجایب | پرویا نظم دکھنی کے غرایب
زہے مجالس حکایت کے ہیں موتی | ہر یک دانہ دسے پر نور جوتے
اگر فرزند ہی توں مطلبے کا | مدد منگ اسرا اشرف نبی کا
میرا ہے نام عبداللہ کمینہ | نظم کے بحر پر دل ہی سفینہ

ترا ہی نام عبداللہ سریکا | کلیمہ بس ہی تو شمار اکر یکا
توں فرزند ہی ولے حافظ علی کا | تخلص نام ہی لو مطلبے کا

عنوانات بھی نظم میں ہیں۔
بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر باب ادم کا لطافت دیا یک فیض مانی کون شرافت

حکایت یان سنو عجز و بشر کا سلیمانکی دیکھو انگشتریکا

حکایت اولیا بازید کے جون خدا سون راز پوچھی سو بیان سن

خلیل اللہ براہیم کے حکایت پیمبر پر خدا خواسے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری انکی یوسف زلیخا ہی ضروری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہے نظم ہندیسون شیرینیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کہلیا باغ لکس کہار شک چندر پر ستیا داغ

کہون میں باب ہفتم خوش صفائی محمد مصطفے کا معجزا ای

حکایت بادشاہ کی یان سونا نہ بخیلان میں بخیلانکا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔

مصنف پر منگون یاران مناجات   سکل بر لیاتون عبداللہ کے حاجات

آخــری عنوان :۔

حسین ســرور سمجہ دلمین کہی ہائی
نصیباں کا جکچہ بانٹتا ہمیں پائی

نمونہ اشعار ملاحظہ ہو۔

سلیمان کون دیا شاہی انگہوٹے   مسخر کردیا جگ پر کسو تے
سلیمان کی دیکہو انگشت ساری   فخر کا سر بلند کر خود بچاری
انگوٹہی نے کہا میں ہون مقدم   خدا نازل کیا میرے پر خاتم
شہادت کے کری انگشت نے لاف   میری سون کونہ جا کا پاک اعراق
میری خاطر انگوٹی رب بنایا   انگہوٹے کون کہی کے سر ادچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا
سنے پر دل ہر ایک سو نہی انگارا

نبوت کے نگین کے ماہ تابان   عرکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک دہر سخن ہر بیت ماتم   جو اہل بیت پر کریاں سدا غم
شہی دینکا زبان سمجہ غم نہ کہی کے   بجزاہ کی دیکر نالے سکی کے
محمد کے پیارے یا نپر کہریا تہا   شہادت کا وقت رتبہ کہریا تہا
او کیا جو نفت کن کا حرف ذاتے   ندا میں او لکہہ غم شرف پاتے

ہر یک دل تب کئے رنگ لعل ساری　　حقیقت میں دلان ساری انکاری
ہوا شق القلم شہکی الم سون　　کیا یک دہر الم ساری عدم کون

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکھنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔ اصل فارسی درمجالس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں نمبر (۱۰۲۶ اڈیشنل) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چند مذہبی امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نوبہاری ہے۔ یہ ایک سنی فقیر تہا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیاء اللہ سے سُنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے۔"

ذیل میں دکھنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی	دکھنی نظم
چون حق سبحانہ خواست کہ مہتر آدم را بیافریند اکرام الہی در ہفت زمین و آسمان شد میخواہم کہ بندہ پیدا کنم کہ خلیفہ حضرت ما باشد واز و بندہ زادہ کان پیدا کنم کہ ایشان دوستان حضرت پاک ما باشند و ما نیکوہم ایشانرا دوست دارم۔ پس ندا ہی سبحانہ وتعالیٰ در داد ند عرش	کہ چاہیا خاک سون آدم بناتے اپسکی راز کا گلشن دیکہاتے ارادت میں خلیفہ تہا یگانہ کیا خواہش جسم دیکہ نشانہ اپسکی اپ خواہش کون جگایا اوسے وضع تدا سب پر سنایا

سر برآورد و گفت ۔

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ
بی بی عائشہ آمدند در آنخانہ چراغ نبود۔
بی بی در تاریکی پیرہن خود میدوخت۔
کہ از جاے دریدہ بود۔ سوزن در آن
تاریکی گم شدہ بود ہر چند بجست نیافت
پیغامبر در آمد و گفت یا عائشہؓ چہ میکنی
گفت یا رسول اللہ پیراھن من پارہ
شدہ بود و او را سید و ختم اما سوزن در
پیراھن گم شد۔

ندا سن عرش اپنا سر اوٹھایا
معظم کر منجی رسا تون بتایا

سو یک شب مصطفےٰ عائشہ کے گھر کون
چلی تھی خوش اوس کر ہور نظر سون
یکایک اکھی سو گھر کے میانے
کنوان سوزن ہوی عائشہ دیوانی
نہ تھا روغن بتے گھر میں بلانے
اندھارا ہور رہا تھا گھر میں خالے
اپس کی سوئی کنوائی پیرہن میں
اتھا او سواس چوبے کتے بدن میں
نبی پوچھے اپس کی گھر کے بات
کنوائی کیا کہو عائشہ میری سات
کہی عائشہ رسول اللہ یو پیرن
سیتے تھی سو کنوا نتے گئی ہی سوزن

تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہے مگر دیکھو ترجمہ میں اصل کی پابند نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔

فارسی

چو معاویہ وفات یافت یزید علیہ اللعنہ
بدبخت بجائے پدر نشست در (؟)
بدبخت رسید کہ حسن و حسین را از میاں

دکھنی نظم

سو ایک دن مصطفےٰ مسجد میں یاران
عبادت واسطے بیٹھی ہزاراں
حسن سرور نبی کے عین جیکر

برادرم بر زنی را پیش زن امیر المومنین
حسن فرستاد کہ ویرا بگو کہ دولت
فرزندان علی با آخر رسیدہ امروز دولت
یمن است۔

لکا بیٹھی اتھی او پیٹ منبھر
نبی کے اور کہی زانو اوپر ہات
میری نانا میری سون کچھ کرو بات
رسول مصطفےٰ وجہ نورانی
ہنسے کہل کہل میری یوہی نشانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل ملاحظہ ہے۔

علی اصغر را درکنار گرفت وگفت اے فرزند
بعد شہادت من نخواہم کہ با دشمنان حرب
نہ کنی کہ یادگار از من توی ....
ہمدرین حال بودند کہ لشکر دشمنان غلبہ
کرد۔ امیر المومنین حملہ کرد و از چپ و
راست برہم زد و بسیار سگانرا در دوزخ
فرستاد و ہفتاد جراحت بر تن مبارک
رسید از قضا جراحتے بر گلوے مبارک
رسید بیطاقت شد گفت یا رخدایا دشمنان
قصد سر من دارند از تو نمی ترسند واز
پیغمبر شرم ندارند.......... شمر ملعون
پیشتر شد بہ سینہ امیر المومنین نشست و
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کند۔

علی اصغر کون رو رو کر گلی لا
ہماری خاندان ہیں تون یکیلا
نکو لر بعد ازاں میری تون فرزند
تیری پہر اینکی دشمن کمر بند

....

سو آتنا بو لکر گہورا چلائی
سو میمون ہور شیرا کی سو دہائی
سو دو سو نفر کون پیلی او تاری
یذید یانکی بری سر دار جہاری

....

قضا اکر پو کاری آہ نالان
برسے جھون لکیا ہو جہا ابالان

....

ایک صفحہ کے بعد

حرامی شمر تہا او سخت غاتا
جہنم کا او سے ہی نصف باتا
سینے پہ حبیب چڑیا لیکر او خنجر
کہی سرور اسی موذی تون ہنکر

قصہ بہلول صادق

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے
نمبر (۷۹) ورق (۷) سائز ۷ ⅝ × ۴ ½ سطر (۱۰ تا ۱۱)
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

" دکھنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی "

کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی وضاحت اس مثنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور نہ اس مثنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ علی ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی ۔ عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے قدیم دکھنی اور شمالی ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعراء دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا درویش محمد خاں صوبہ دار برار کے نواسہ تھے سنہ ۱۲ اھ میں انتقال ہوا۔

مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نام ایک ہندو لڑکی پر جو روز دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہوگیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا ۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونو آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلا کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ابتدا:-

سنا ایک روز میں صاحب زبان سیں | جو اہل سخن تہا نیکو بیان سیں
فرشتہ خوی تہا پاکیزہ صورت | جون باد صبح تہا بس تیز حرکت
عیان تہا جیہ تہیں نور سعادت | او سبی سب دیکہنے اہل بصارت
ریاض معرفت کا تہا سہی گل | سخن کے چمن میں تہا سیں بلبل

ابتدائی چہہ شعر کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کرتا ہیں وہی مرد صادق | وفا محبوب کا اور مرد عاشق
عشق کے بات سن کر تجہ ہوس ہے | وفا معشوق سیں نادرست ہے
شہر ہی ایک ہندوستان میں خوش | کہ ہی مشہور اس نامی بنارس
یہی ہندوان کا وہی قبلہ ہوا ہے | تمام عالم میں شہرت ہوا ہے

سو بولی حیف ہے محنت رسیدہ | دیا ان جا پرادا خود نہ دیدہ
کر کرنا قتل عاشق کون پسندہ | کنا ہے سخت در کے محبت
یونہی کہتے چلے دو طرف دریا | سو کو کان لوک رو پونچی بدریا
کہاری دوست جان ہے کیوں رہاری | سو بہچہ دریا کہ جا مسکن کیاری
اپس کے جان پر ہم تک تجہ نہ آیا | جو اپنے بیچہ جان اپنا ڈبایا

- - - - - -

وہے اچپل چپل چھپلا سے جل میں | نیز و عاشقا جارہے سو پل میا
ہوئے جب صورت چنیں غرق دریا | خلق حیران ہوا دیکہ تماشاہ

جنگ نامہ بھاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ (۳۲/۷) ورق (۴۳) سائز ۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹالاگ کی صراحت :-

"جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درّانی کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۶ جمادی الثانی ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء درج ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس مثنوی سے کچھ حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مثنوی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو غوری نے رائے پتھورا کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے ہمایوں ہندوستان سے واپس جاکر دوبارہ آیا اکبر نے چتوڑ فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج ملا حسن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریائے گنگ کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور اونہوں نے احمد شاہ درّانی سے امداد چاہی اور آصفجاہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درّانی ہند کی جانب متوجہ ہوا۔ مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ نانا پھرنویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ تو ھی دین نیر البسا یا   سمرن کا ہی ستی جن گیان بتا یا
نگر پانی پت میں سسکہ باسا پایا   لکھ پورا سی جیا جون سب دھن دھلایا

لکھہ نام اللہ تو ہی سچا سبحانا   تیرے گیت او پیارے اتت لکھتے نجانا
سبنۃ ترکان کتہ پنڈتان کیا رسم دہانا   آدھ برجی دہو او نسے ہند و ترکانا

احمد شاہ قندھار میں ہونے میں نانا   دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تہانا
غازی الدین خان وزیر نے منصوبا تہانا   قلم دان منگوا ہی کر لکھتا پروانا
بانچو نانا راؤ جی عقل میں دانا   ہمسے زیر نجیب خان ہوگیا یہ ٹہانا
جا کر سے بالک ہوا مہان اب نانا   تیرا نو لکہ نیر دکھنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے۔

اتنے سنکر جنکا راؤ نے لایا دربار   ذنا آیا صاحبان سا دنت بچار
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار   پتہ کیچڑی راؤ نے کہا سجن بچار
ہمسے خان نجیب نے لیا کہت بلیار   حد قول کر گیا نہا پکڑے تروار
وزیر حسن لکہ موڑ کے پیچہ دیکھا پیار   ظالم ذات پٹیا کی یہ نکسلے یار
احمد شاہ نجیب خان کا بہتا پیار   ایک صوبہ بیچ لاہور کو موہہ سے قندھار
سنکر تال میں گیر کر خان جی مار   کر وطیار ہی جنگ کے مست لاؤ بار

گڈھ کنجے کا بادشاہ چڈھ ہند پر آیا — ہانسے ہوئے مقابلہ وہا جنگ مچایا
ایک لاکھ اسے ہزار شہید کیا یا — راے پتھورا پکڑ کے جن دین بدھایا
غوری زین العابدین سنے انیہ لگایا — بار ابرسون سیوکر پھل پکا کھایا
پیر دستشاہ حجاب الدین سنے خبر کمایا — موج ہوئے فقر کے چوکتا آیا
تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا — ہمایوں کیا بلک بھاک کے پھر ہند کو آیا
ماربراہیم بادشاہ سب ملک نو آیا — جی ل اکبر شاہ سے وا جنگ مچایا
نورا گڈھ چتوڑ کا پھر تھے بسایا — شاہجہان سے امر سنگھ نے سا چلایا
جہانگیر جو عدل سے بادشاہ نے پرچلایا — سیر اور بکری ایک گھاٹ جن پانی پیایا
چڈا جو نورنگ شاہ جی دکھن پر دہایا — تانا شاہ کو پکڑ کے لیا مال سوایا
اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کھپایا — موج الدین سے فرخ سیر راج بنایا
حسن علیجان سو رہان من میں گر بھایا — فرخ سیر پکڑ کے جن نیل پھرایا
محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت بتایا — راج محمد شاہ کے سکہ بٹھا پایا

اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

جنگ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی

بلوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴۱) سائز ۹ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۰ تا ۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اسمیں تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ نظم مسدس ہے۔

کلام کا نمونہ:-

اس گردش سپہر کا دیکھو یہ کار و بار　　کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانی نے اختیار
دکہن سی لا جماعت کفار نابکار　　کی بند ملک ہند کی آتی ہیں ایک بار
بانگ وصلوٰۃ و کاوش علم و اعتبار

جنکو تھا مرہٹا جو کہ آیا تھا وہ یہاں　　دل میں کر عمل ہوا لاہور کو رواں
سب ہندیان دو آب میں یک تھا نجیب خان　　قائم رہا تھا دین محمد پی بیگمان
سو دلمیں کافرونکی بھی کھٹکا رہا تھا خار

جنکو کو جا سنائی یہ لاہور میں خبر　　کنکا اوپر پٹھان گئو کھائیں ذبح کر
جلدی چلا وہانسی اور آیا جمن اوتر　　دلمیں نجیب خانسی عداوت کا قصد کر
بھیجا وہاں بلانی کو یک اپنا لشکر ار

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرہٹوں سے جنگ ہوئی چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غزا بہ دلمیں کر کی روہیلہ ہیں مال کیا　　بادل گھٹا سی جھوم کیا یک سمہلا
بجلی ادہر کو ہی تھی جھلک بلم اوڑپیا　　کوپی ادہر سی برسی دکٹر کی قلعہ کٹ بتا

سیلاب خون کا کہت میں بہتا تہا ہر کنار

جب دم اوتاری ہوکی مرہٹہ بہی چڑہ گئے
ہاتہوں لی کٹار دہ دہیلہ بہی اڑ گئے
پٹنت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی
دانتوں پکر زمیں کو گڈا پانو گڈ گئے
میدان میں یوں اٹل ہوئی جوں کوہ استوار

کفار مرہٹوں کا سناسب ربو درنگ
اسطرح مسلمین کی تہین کرکہا ہی تنگ
دین نبی کا پاس اور افغان کا کرکے ننگ
کیا آصفجا نسی کوچ ٹہپت جلد سیدہ تک
دن کو کیا نہ رات کہیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں احمد شاہ درانی کا لشکر پہونچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور اپنے حال سے دکہن میں نانا (ناتا پڑنویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی کے متعلق لکہتا ہے :-

تجویز کر کی شاہ نے تفریق بادہ غول
اول نجیب خانکو مقابل کیا ہر دل
کیا جا شجاع الدولہ شہ دین کا نام بول
اور شہ دلی تہا میمنہ خونخوار فوج تول
اور میسرہ جہان خان تہرا تہا لور سار

سر حبیب احمد خان تہا بنگش تہا دست اس
تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلمین آس
سردار خان تہا پشت ہراول کی آس پاس
اور شہ پسند خان تہا قریب جلوی خاص
درانیوں کی بیچ شہ اسد اللہ افتخار

قصہ تیرویں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ

اس مثنوی کا ذکر کیٹلاگ میں نہیں ہے اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں۔

یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے۔ نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جا سکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گردیزوی نے ایک دکھنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے۔ مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معمّہ تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا واپسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معمہ یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنوئیں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جارہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معمّہ کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیرویں صدی ہیں دو سگے بھائی آپس میں لڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی خبرگیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہونچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتدا:۔

کہوں میں ثنا حمد قادر جلال — صفت اسکی کہتے مجھے کیا مجال
شکر حمد کرتے کہاں ہین زبان — مگر کس کو طاقت ہی اس کا بیاں

ایک آوینگی صدی اوہی تیرویں — اوسمین دیکھین گی عجائب و ہیں
اور انا لسحم کے بہم دو تو ایک — اسمین اپی آپ لڑتے تھی دیک
یہی تمثیل اوسکی زمانی میں دیک — دو فرزند ہووین شکم ماسے ایک
بچی باپکی بعد آپس بہم — لڑینگے وہ ہر دو برادر جنم
برائے ملک مال کے واسطے — مناقص اونوں میں ہی آکر پڑے

دوسرے معمہ کا حل آپ نے فرمایا۔

صدی تیرویں میں دسیکا یو سب — محبت مروت اوٹھنگی ہی تب
رہی یک محلے میں ہمسایہ گات — وہاں خانہ پے در پیئے یکسان
مثل یک جائی یو ہیں تب گھر — دراسمیں ہی کھاتی اور پیتے بسر
کہ یک اوسمین رہتا ہی مفلس غریب — دونو بیچ رہتا ہی ذات شریف
وہی ہے نشانی میرے آل کی — غرہی جلیبے رحم چال کے
نہ پوچھینگی اوسکوں امیر و وزیر — رہنگی اومفلس غریب و فقیر

طبیب موسیٰ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) اشعار کی تعداد (۷۵) تاریخ کتابت ۲ صفر ۱۲۷۴ھ
مصنف شاہ خلیل اللہ خلیل سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیٹلاگ میں یہ مثنوی بھی نہیں ہے۔
مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔
قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت کلی کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جا کر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی بتا یا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ اور معاوضہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینار دیا گھر واپس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ بحکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دے تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس دردِ جگر والے کا تذکرہ کیا تو دولہ نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بھی نکال دیا اور کہا اول یہ پیش کر و اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو لیجا کر اپنا جگر بھی نکال بیمار کے حوالہ کیا۔ بیمار وہ دونو جگر لئے اور وہاں سے غائب ہوگیا۔ موسیٰ یہ دیکھہ کر واپس ہوئے اور خدا سے اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مردِ بیمار دراصل ایک فرشتہ تہا اور خدا ان دونو دولہ اور دولہن کو دوست رکہتا ہے۔"

ابتدا:۔

شروع کرو بسم اللہ اسم خدا — او من بعد الحمد بہے پڑ تو سدا
وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال — بہی صانع ہی صفت کا اسم جلال
رحم تیرا بندو نپو دایم اہے — تو خالق ہی پرور جو قایم اہے

اول لکہہ جو قصہ ہی موسیٰ کا تو — او من بعد دوستان کے احوال کو
کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد — بہی شدت سین تہا اونکی سر میں درد
چلے تہی خدا پاس کرنا عرض — دفعہ ہوویگا تب جو سر کا مرض
بہی گہر سین نکلکر ارادہ جبل — کرے التجا سے تو ہووی فضل

کہا تب خدا نی بہی موسیٰ کو یہوں — طبیب کون دنیا میں بہی پیدا ہے کہوں
بہی نزدیک طبیب کی آنا جاؤ تم — دیویگا دوا سر مبارک کو تم

دیا ہات چاقو اوسنے نونہال | اوچیری شکم کو کلیجہ نکال
یہ اول لیجا کر بہی دینا اوسے | بنام خدا ہی یہ کہنا اوسے
اومن بعد مختار تمن جا نکے | ہہے ارمان حسرت بہری مانکے

خاتمہ

نہتا درد اوسکو او بہانہ اتہا | یہ ہی امتحان کر دیکہانا اتہا
یہ قصے بہی دو نو یہان بیان تمام | درود ان پیمبر پو بہجو مدام

روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۵/۴۲ اورینٹل ۷۵) ورق (۱۱۳۳) سائز ۷ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی تصنیف کے بعد یہ مثنوی میوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

مثنوی کی تصنیف ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح ہوسکتا ہے۔

بارہ سے سن پہ آٹھواں تھا سن	جبکہ اس نظم سے غلام حسن
ہوا فارغ ببرکت حضرت	بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہوئی ہے اس کے بعد عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ فقہ حنفی کا ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابتدا:۔

پہلی کر تو خدا کی حمد و ثنا — جسنے ہم سبکی تئین کیا پیدا
اور فضیلت دی اپنی رحمت سے — نوع انسان کو ساری خلقت سے
کہ اوسی فہم اور شعور دیا — اور زبان اوسکی کو کیا گویا
بعد حمد و صلوٰۃ و مدح کی اب — جان اس نظم کرنیکا تو سبب
سبب اس کا یہی تو سن مجھسے — کہین بعضی جو مہربان اپنے
ربط در حال لیتیکہ مجھسی کمال — رکہتی ہیں یون کیا اونہونی سوال
کہ حدیقہ جو فقہ مین ہیسکا — بڑی اخوند نی جسی سے لکہا
اور ہیں مذکور اوسمیں وہ باتیں — کہ نہایت ہی احتیاط اون مین

... ...

کہ مسائل جو اوسکی ہوویں ضرور — کہہ تو ہندی میں نظم کے دستور

... ...

پس مسائل جو اوسکی ہیں اونسے — ایک نماز اور مقدمات اوسکی
کہی ہیں نے یہ ہندی میں منظوم — تا نہو دوستوں کا دل مغموم

... ...

صلحا کی نظر سی گذری جب — بہول جاوین قضائی یانمکو تب
اسمی ئیے ہیں نے اس رسالہ کا — روضۃ الصالحین نام رکہا
لیک لازم تہا ابتدا میں بیان — مجملاً کچہہ اصول دینکا بیان

مزید نمونہ کلام :-

ابتو ایمان و کفر کی معنی — اور کچہہ حکم اونکی سن مجھسی
پس سے کافر تو وہ سمجھہ اسکو — جو ضروریئی دینکا منکر ہو
اور ضروریئی دین وہ امر ہی اب — جانتی ہوں جسی مسلمان سب

ہی وہ مثل وجوب صوم و صلوٰۃ
اور وجوب جہاد و حج و زکات

حرمت خمر اور زنا اسی طور
اور جو مثل انکی ہو کر غور

منکر انکا ہی خارج از اسلام
کفر میں اوسکی کچھہ نہیں ہی کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل
اسمیں ایک مہربان خجستہ عمل

سال اوسکی شمار کر کی صریح
یوں لکھی کہنی "ہی یہ نظم فصیح"

جب یہ تاریخ کر چکی وہ غور
کہی تاریخ فی البدیہ اور

خوش جو آئی اونہیں یہ طرز سخن
بول اوٹھی "ہی عجیب نظم حسن"

اور ایک مہربان نی فی الفور
کہی تاریخ فارسی اسطور

سال تاریخ این خجستہ کتاب
چمن روضہ جناں دریاب

کر کی پھر ایک شفیق نی معلوم
طرز نظم حدیقۂ منظوم

اسکی تاریخ ہو کسی خوش یہ کہی
خوشنما ہی حدیقہ ہندی

دیوان چندا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۲۱۸) ورق (۳۴) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :---

"یہ دیوان ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفجاہ کی دور حکمرانی کے سینتیس ۳۷ سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان شروع ہوتا ہے۔"

دیوان کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم ہے جس سے ۱۲۱۳ھ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے جو حیدرآباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چندا ایک خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی میں صلابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بسالت خاں کے خطاب کے ساتھ بخشی فوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چندا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

۱۱۸۷ھ میں چندا تولد ہوئی۔ علم و فن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی میں اپنے آپ نظیر تھی۔ اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور بڑے بڑے امرا اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری۔ تیراندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دولت تھی صرف اردلی میں پانچ سو سپاہی ملازم تھے۔ علم و فن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز[۵] سے موسوم ہے۔

چندا کے کیارکٹر کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو مصنف تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک داعیہ وغیرہ میں مصروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہو جاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالاخانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کے نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

---

۵ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۶۲۶۰) اڈیشنل اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ غلام حسین خاں جوہر اس کا مؤلف ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرآت العالم اقبال نامہ جہانگیر۔ اکبر نامہ۔ ماثر الامرا۔ تاریخ خافی خاں۔ چار چمن۔ سوانح دکن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہ نامہ۔ تاریخ بہمنی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ تو زک تیموری۔ توزک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ (کتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر! روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا کرتے) یہ صحبت نماز مغرب تک قائم رہتی اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ کے بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی۔

اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیارکٹر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چندا علم دوست تھی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو:۔

"چوں حقوق تربیت وعنایت خاندان عالیہ آصفیہ بخصوص نوازش وعنایت حضرت نواب غفران مآب (آصفجاہ ثانی) بریں عاجزہ بے مقدار چندیں سرفرازی ہا ثابت و محقق است لہذا دل فدویت چنا میخواہد کہ تاریخ در مآثر ایام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود در ذیل آں بعد از ذکر ارکان و اعیان و امراے عہد ذکر ایں عاجزہ ہم طراز و آں یاد فرمائی و یادگاری ہا باشد۔

(ص ۱۱ ب مخطوطہ برٹش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح سخن لیتی تھی بڑے بڑے شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے اور اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے۔

میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۱۷ ۵) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے اس کے بعض شعر درج کئے جاتے ہیں۔

اے مہر سپہر روشنائی	سرتا پائے تو دلربائی
اے مردم دیدہ محبت	سرتا قدمت طلسم الفت
شکل تو بفلک دل مصور	چشم تو مات جاں مجبر
۔۔۔	۔۔۔
اے ماہ لقائی ماہ پیکر	ذہی ماہ چین و ماہ منظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد آصفجاہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسطو جاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راؤ رمبھا کی تعریف کے بعد مؤلف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چندا کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جستہ جستہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

"درزمان تہنت عنوان سنہ سبعہ و ثلاثین از جلوس میمنت مانوس بندگان .... نظام الملک آصفجاہ نظام الدولہ میر نظام علی خاں .... مطابق سنہ ثالث عشر مائتین بعد الف آوان اوج و عروج مدار المہامی .... غلام سید خاں سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطو جاہ کہ ....

ماہ منیر فلک انبساط بر جبیں منور برج نشاط نازنیں چار بالش رعنائی المخاطب ماہ لقا بائی در سر رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع المناصب معالی المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت و حشمت والا تبار عالی مقدار راجہ راؤ رنبھا بہادر جونت بنا لکر مد اللہ عمرہ دزاد ثروتہ محفل افروز نکتہ

دانی سشیراز بند اجزائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل بندلسیت گردید وسواد اعظم بر صفحہ را تحریر و تقریر دلپذیر مانند خطوط شعاعی خورسشید کشید .... بنا بر یادگار کہ بر صفحہ روزگار مزید برا ولاد احفاد متصور از اتفاق ــــ خوش بیان سید نصیر الدین خاں معنی دان المتخلص قدرت سلمہ اللہ العزت صورت تحریر المراد ظہور منعکس نمود .... آں گل بوستاں محبوبی بایں نیازمند درگاہ ایزدی نظر بر الصبا و ضوابط یکتا و بہا جہت تحریر ایں چند کلمات کہ کیفیات مدارج خود بزبان خامہ وہر متکلف شد مع ذالک بتسطیر خامہ درہ آورد ....

فی الحقیقت موزونیت سطور و نواش بدیدہ معنی نثرادان سخن سشناس معشوقیت مزلف دہر لفظ دلفریبش شاہدیست مخطط ابیاتش کاکل دارد بر صفحہ عارض معشوقاں فتادہ و الفاظ مطبوعش مانند خط و خال مہوشاں بلطف آمادہ نرگستان چمن کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون با ہزاراں چشم در تماشا گاہ مدرکہ آئینہ ہا نچندہ طوطی خیالات رسادام لاتحصلی میان بند۔"

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مہ لقا بائی جو راجہ راؤ رنبھا کی ملازمت میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کی دیوان راجہ صاحب موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیباچہ کے مرتب ہونے کے بعد نواب ارسطو جاہ دیوان وقت نے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ اس کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے۔
۱۲۱۳

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع درج کیا جاتا ہے۔

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زباں گویا
کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہاں گویا
سوائے حق کے کب کوئی واصف وصف ائمہ ہو
رہا چندا الملک پر بہی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجہ کو جام مے ارغوان پہر | افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پہر

ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم | رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم

چشم کافر بہی ہے اور غمزہ خونخوار بہی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بہی ہے

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

دیوان شاداں

انڈیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۱۴۱ / اورینٹیل) ورق (۹۹) سائز ۷ × ۵ ½ سطر (۸ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۳ھ کاتب محمد علاء الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنوز کیٹلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔

مہاراجہ چندو لال المتخلص شاداں سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی مسند پیشکاری پر متمکن تھے اور منیر الملک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجا لاتے تھے۔

مہاراجہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے نصیر کئی مرتبہ آئے۔ ذوق اور غالب کو بھی پیغام طلب گیا بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

سنہ ۱۱۷۵ھ میں تولد ہوئے تھے اور سنہ ۱۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

زیر بحث دیوان میں ایک قصیدہ آصفجاہ ثالث کی مدح میں ہے جس کے ۵۱ شعر ہیں ایک مخمس پینتیس ۳۵ رباعی اور بقیہ غزل ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔

ابتدا :-

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنی صنم کا — سایہ بھی میری سر پہ تو اوسکی ہی قدم کا

.... — ....

شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام — تکیہ بھی یار تیری فضل و کرم کا

غزلیں ردیف ی کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔

سجن بہاریکو جسنے دیکھا جہانکا وہان وہ ٹہٹک رہا ہی
کہان بہار اوسکو سمجہہ ہی کیان جیسے بور اسٹک ہاہی

کہی ہی اب تجہے یہ ہی شاد ان پیا پیاری کئیں ہٹک مت
تجہے میں سمجہا یا کیا کیا تو کیون اری من بہٹک رہا ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال | آیا ہون رہنی کو میں تیری ہی وزیر فی الحال

گریز ملاحظہ ہو۔

کس لئے ایکی بہار آئی بصد رنگینی | تب تو گلشن کے یہ طوطی سے کیا میں نے سوال
بولی طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات | کہ بہار آئی ہی اوس شاہ کی اور بر س سال
نام جس کا کہ ہی مشہور شہ اسکندر | ہی جہان اوسکی ہی .... ؟

دوسرا مطلع

ایخداوند رہی تجہپہ خدا کا افضال | ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جسکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

مدحین تیری یہ شاد ان کی دعا ہو قبول | ایسے ممدوحکو رکہہ شاد الہی ہر حال
جبتلک دور فلک میں ہی مہ و مہر نمود | یارب اس شاہ کی دولت کو کبہو ہو نہ زوال

ہی دعا مجہسے ہی اور سبہونسے آمین

جلد بر لائی خدا ہمو وین جو تیری آ ما ل

مخمس کے ابتدائی۔

ہمکو تو اوسے یہ نت نظر ہی | ایدہر اودہر کی کب خبر ہی
مت ٹوک اوسے کہ یہ بشر ہے | پہرتا جو نہین وہ در بدر ہی
عاشق کا یہ حسن سربہ ہے

پہلی رباعی:۔

ای یار تجہی جو خوب دیکہا ہمنی | پہر پایا تمام سود لیکہا ہم نے
اس سے بہی زیادہ اور ہوتا ہی کچہہ | سو سوڈہب سے کیا یہ دیکہا ہم نے

تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ دکھنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہو جائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طوطی نامہ نثر
(۲) حکایات لطیف
(۳) قصہ مینا
(۴) منتخب نیک نام
(۵) قصہ مریم
(۶) اسلام عمر
(۷) انوار سہیلی
(۸) دوازدہ مجلس
(۹) نافرمان عورت۔
(۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ
(۱۱) قصہ ابراہیم ادہم
(۱۲) سلسلہ خلافت
(۱۳) وفات نامہ پیغمبر
(۱۴) قصہ گل و ہرمز
(۱۵) قصہ ہشام و قمر
(۱۶) بہار دانش کی حکایتیں
(۱۷) ترجمہ گلستاں
(۱۸) قصہ انار رانی
(۱۹) ترجمہ سراجی
(۲۰) قصہ بندگان عالی

(۲۱) گنج نامہ

(۲۲) معراج نامہ

(۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ

(۲۴) کتاب الاخلاق

(۲۵) شرح دوبیت

(۲۶) افسانہ ہندی

(۲۷) آئین و قوانین افواج کمپنی

(۲۸) گیت احمد

طوطی نامہ

یہ دکھنی نثر میں ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر (۵۸۹ ایڈیشنل ۱۰۱) ورق (۱۴۹) سائز ۷ ½ × ۵ ¾ سطر (۹) خط نستعلیق بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصل مخطوطہ ابوالفضل کا اختصار ہے جو نخشبی کے طوطے نامہ سے کیا گیا تھا۔ دکھنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ .. تک چھتیسویں حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکھنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ایک اور دکھنی ترجمہ غواصی نے کیا ہے"

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ سنہ تصنیف کا پتہ چلا۔ یہ دکھنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابوالفضل کے فارسی طوطی نامہ کے نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ ولی کے زمانہ کا ترجمہ ہوگا۔

پیچھے سین تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے تعریف کے بعد از اور پیچھے سین تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے ....

چلنے ہارے ہیرے راہ بندگی کو یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون ابوالفضل بیٹیا شیخ مبارک کا اوسکی تیں پاک حکم بادشاہ جاری ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کو سات عبارت تازی کے سات روشن تھوری عبارت
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت میں بنا دے

....

بیچ مشہر ٹیک کے شہران ہندوستان کے سوداگر ییک تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھتا تھا یکایک آواز دینے ہارا فضل خداے عالم کا خوش خبری اس بات کی دیا وہ بات یہ ہے تہیں خوش خبری دیتے ہیں سات فرزند ٹیک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے ....

سوداگر اس مبارک حوصلہ کے تئیں یعنی اوس فرزند کو میمون نام رکھا جب خطار خسارے اوس کے کا اوگیا یعنی میمون کو خط داری کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونچی بیچ وقت مبارک کے سات خجستہ نام والی عورت کے شادی کیا۔

یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کی ساتھ ساتھ ترجمہ دکھنی بہی درج کیا جاتا ہے تاکہ دونو کا تقابل کیا جائے۔

فارسی	ترجمہ
بعد سپاس خداوند زبان وزمین وستایش داور جان وتن آفرین کہ طوطیان باغ قابلیت را شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن کاملیت را عشق گلشن قدرت خویش گردانندہ حمامہ خامہ را در ہوائے تحریر چنیں پرداز مید ہد۔	پیچھے میں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے وہ صاحب کہ طوطیان باغ قابلیت کتیں یعنی نشیان کتیں مٹھاس باتوں کی بخشیا یعنی میٹھے باتاں نشیان کو خدا نے بسکا یا اور بلبلان چمن کامل پتے کتیں یعنی شاعران کتیں عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت دکھا کر عاشق کیا۔

حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۸۱) ورق (۵۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶)
حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت دشوار ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونہ :-

دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے ہور شاید دونو نہیں رکھتے تھے۔
اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہور انصاف چاہی قاضی
جلاد کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکرے کر کر اس دونو عورتوں کو دی ایک
عورت یہ بات سنکر خاموش رہی دسری عورت گریہ ہور واویلا کر کے
پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکرے مت کر اگر ایسا ہی انصاف ہی
بچے کو میں چہیئے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو ان بچی کے یہی ہے بچا
اوسس کو دیا ہور دسری عورت کو کوڑے مار کر چلا دیا۔

قصہ مینا

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۲۰) سائز ۸×۵ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ کاتب غلام حیدر۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔
تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۱۵۲ھ بمقام بنگلور کاتب حسن محمد فاروقی ساکن بیجاپور
کیٹلاگ کی صراحت ہے۔

"ایک بادشاہ اور مینا کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان خاص کر عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مینا اپنے شوہر کوے کی وفادار بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلانے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو طلب کرکے مینا سے معافی مانگی۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کوے کی جورو مینا تھی۔ بادشاہ ایک کٹنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے کان سے مینا کی ناراضی سنی اور خود کو ظاہر کرکے معافی طلب کیا۔ مینا اور کٹنی کی گفتگو اور

ان کے تمثیلی قصوں سے کہانی طویل ہوگئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا | کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوسکوں سزاوار ہی | کہ او جگ کوں پیدا کرنہار ہی
او خالق اھے سب خلق خاص و عام | او مالک اہی ملک کا سب تمام

نعت :۔

محمد نبی خاتم الانبیا | شرف جستے رب جگ میں ھما دیا
منور کیا جگ کوں اس سور سوں | دیا روشنی سب کوں اس نور سوں

رسالا اتھا فارسی سوں اول | کیا نظم دکھنی سیتے بے بدل

کہ یک شہر کا یک بڑا بادشاہ | جہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سخی مہربان عدل او شہریار | نیکو ناؤں اس کا سو بالا کنوار
وزیران کینتک خوب حسن و کمال | ملیکان ہزاران سو ھا مجلے محال
اوسی کے ولایت بہوت شہر تھے | سبھی خلق وان کے دنیادار تھے
تہا اس بادشاھے میں کوال ایکہ | اسم اسکا لوک اتہا ناؤں نیک

اگر سور آسمان تے آئیکا | اگر چاند آ مجہ کون آزمائیکا
اگر کوئی ملک ہوی تو صاحب جمال | اگر کوئی مقبول ھی جگ او جال
تو لوک تے ایلا رھی سب تمام | او سرتاج میرا مجی اس سوں کام
دیکہا تے مجی سو کناں کا او سنگ | تیری کام سوں سب جاوی نانوں ننگ

اگر آوی چاندا کرون پیلا دم	مبارک میری پیو کون لاکہان حرم

بجی مان بغیر دودھ دوسرا حرام	پییئے اچھتے بوکر حرامیا نکی کام
کہ ما نیاپ پر فرض ھی چار بات	جو فرزند کے حق میں کرنا جہات
اول نیک کا دودھا اسکون پلائے	دوجا ایک اشراف کے نیک لائے
ھے تیسرا اسکا نانا اوسی حق کے بات	ھے چوتہا اُجانا ادب چال سات

خاتمہ:-

کیا نظم قصہ کا نا بات کھول	دیکھیں چوک یاران تورا کہو نہ بول

منتخب نیک نام

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۲) ورق (۶۷) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱) نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :-

"پیغمبروں اولیا اللہ کے حالات واقوال دکھنی زبان میں منظوم کئے گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق ۳ پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل سون تیرے تمام

نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو ۱۲۱۱ھ ہے۔

ختم پایا منتخب اے نیک نام　　برس بارہ سو اتھے ہجری تمام

ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے "منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"منطق الطیر در زبان ہندی دکھنی بطرز شیخ فریدالدین عطار"

دور آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے یہ مثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

مثنوی شروع ہوئی ہے۔ بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

(۱) حکایت معجزہ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام (۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیق ؑ (۶) حکایت سلیمان ؑ (۷) حکایت دیوانہ

شیخ فریدالدین عطار کے چھ مثنویوں سے (یعنی منطق الطیر۔ الٰہی نامہ۔ مصیبت نامہ خسرو گل۔ اسرار نامہ۔ مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں ملتی تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر کا ترجمہ کیوں لکھا گیا ہے۔ وحدی کی پنچھی باچھا جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ در اصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدائے کلام

اے خداوند کریم بے نیاز | اے شہنشاہ بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہر دو جہان | اے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانای روم | معرفت کہ روز کا سب سے ہجوم
لیکن یاران سرور سالار دین | ناگاہان مسجد میں بیٹھے تھے وہین
انسون سایل سب ھوی اہل عرب | دلمین ساری کفر وہر کہ بے ادب
ٹیک پتھر خوشمان سفید رنگ | ھے ہماری نظر میانی بے درنگ
آدمی پس پتھر سوں کرچہ ھووی ایک شجر | آویس شجر کوں ہووی تن ڈالے پکر

حکایت عزیز پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم سکل | شام میں تھے قوم اسرایل کل
سرکش و مغرور تھے آو نابکار | ظلم کا پیشہ تہا ان کا روبار
آگو مارہ انکو سب بختنا نصر | شام کہ کل ملک کون دیہ انکر

کے ہزاران لیکہا انجیل خوان | بندیں اپنے پکڑکہ کیسے وہان

حکایت عائشہ رض

عایشہ عصمت پناہ صاحب وقر | جس سون پایا دوسرا عفت مکو
کافران آنپر کئے بہتان سب | دین کی اعدا نی مل یکبار تب
حق کیا ایت کتیں ستیر نندو ل | عایشہ کے شانہ میں مانند پھول
سروری کونین کہ دلمیں سزان | اس خدا کا تہا کہے بے شک گمان
نام ہے ستار جسکا بے مثال | آنکہ کرتا پردہ پوشے بہی اپنال

حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کرد کار | جب کہ دیتا ہی بندہ کون کرکی پیار
معرفت کے بہی موافق ذو الکرم | سو نپتا ہی اوسپو ہردم رنج و غم
بل سین آو س عرفان کے لیا تمام | رنج کتیں سرپوا پنے لا کلام
دردو غم سیں شاد رہو تون روز شب | معرفت کے بحر میں دو ب مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

قصہ بی بی مریم

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے۔

میوزیم نمبر (اورینٹل ۲۷۱۷) ورق (۶۷) سائز ۸ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۳۷ / I) ورق (۳۸) سائز ۸½ × ۵½ سطر (۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم۔ لڑکے کے تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر عیسویت کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش[1] جن کو سید برکت علی بھی کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مرتب کیا تہا۔ یہ بمبئی میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے مدراس سے سنہ ۱۸۷۰ء میں شائع کی ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی کی فہرست میں بھی یہ شامل ہے"

---

[1] یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنفہ میرے پاس موجود ہے مگر یہ بمبئی کا طبع شدہ نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۲۱۹ھ میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ قصہ اولاً دکھنی نثر میں تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)

یہ نسخہ شعبان ۱۲۸۷ھ م (اکتوبر سنہ ۱۸۷۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۲۸۷ھ سے ماقبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا:—

ششم باب میں کہوں با صفات	ہے عیسیٰ کے اسمیں کتنیک معجزات
چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے	کتنیک معجزات میں حکایت یو ہے

نمونہ ششم باب:—

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا:—

شروع حمد خلاق عز و جل	چلوں حمد میں اسکے میں سر کے بل
بجز اس کے کوئی نہیں کردگار	وہی سارے عالم کا پروردگار

سنہ تصنیف نام مولف وغیرہ:—

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب	ز نصر من اللہ فتح قریب
قلم اب اٹھا اے علی بخش تو	بہت لکھ چکا ہاتھ کو روک تو

. . . .

یہ قصہ تھا سابق میں دکھنی زبان	ہوں میں نے کیا اوسکو اردو زبان
یہ پورا کیا میں سنے قصہ وہاں	جو مشہور کلیانی قصہ جہان
مہینا تھا شوال کا خوش بحال	تھا سن بارہ سو اور نوے کا سال

چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے — کتنیک معتبر تھیں حکایت یو ہے
او پیدا ہوے کیون کرو اب بیان — یو تفسیر قران سو نسب عیان
کتا ہون میں مریم کی پیدائش اول — کرون ذکر عیسیٰ کا پاچھی نقل
دیکھو مان جنو کی ہے مریم شجات — او بی بیان میں بی بی اچھے پاکذات

تپ محرقہ سخت تہا در بدن — عناصر لگائی نفاقی انجن
سو مریم ادا تب کئے با نیاز — عصر اور مغرب عشا کی نماز
خدا سون لگائی اتہی قال و قیل — سو ایسی میں پونچے ہیں وان عزرائیل
لباس عرب لیکو آئی تہی او — فرشتیان کا لشکر لے دہالی تہی او
کہے روبرو آکو مریم کو دیکھہ — ای عیسیٰ کے مادر سلام علیک
ای مریم نمازا نمیں قائم ہے تون — عبادت میں حق سات شامل ہے تون
سنے جب ملک موت سون یہ کلام — دیئے جواب مریم علیک السلام

سبھونی کرا سو صاحب بہار — نکالی ہیں مریم کون تب گھر کی بہار
چلی لیکو مریم کون جنگل کی دہر — دسیں سب ہیں مریم مسافر اسیر
پدر ہور مادر قبیلہ تمام — سکی بہائی بہایان جتے خاص عام
رضامند ہو کر چلی چہور نی — ولیکن کلیجی لکی تور نے
کھے مانگون مریم نی اسے مہربان — ہیں فاسق نہیں ہون رکھو در امان

اسلام عمر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۲۳/۴) ورق (۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"یہ ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرتؐ کی سوانح کے متعلق عمرؓ ابن خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانہ اور عمرؓ کا مذہب اسلام میں تبدیل ہونا مذکور ہے۔ مصنف نکینہ"

یورپ کے کسی دوسرے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھہ حالات واضح ہوتے ہیں۔

اس مثنوی میں اول حمد و نعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے :-

ابتدا

سعادت ابد کس کون ہوتا اگر | سنے وصف اونت زخیر البشر
صفت اوسنے مصطفیٰ کا سدا | کرے اسم پرانکے نت جیو فدا
کرے ناؤن پر اس ہزاران نثار | فدا مال ہور ملک گھر ہور دار

یو چالیس برس کے ہوے شاہ جب | حکم ہوا نبی کا آیا امر تب
سو اس وقت میں کفر تھا بہوت دان | نہ یو خوش لگے مصطفےٰ کوں تدان

نکل کر ہی جاویں دیک غار میں | اچھن جم وہاں کفر کے نماز میں

عمر سنکہ قراں ہشیار ہو | لگیا خوش ہہے تو وی مارو
ہوا صاف دل کفر کا میل جا | سو ہر یک آیت پہ او ذوق پا
ہوا دین کا پایہ دل میں کمال | ہدایت دیا دین کا ذوالجلال
لگیا شوق پر شوق ہونے زیاد | سوا یمان لیا نیکوں ہو دل ستوں شاد

خاتمہ:-

لگے امر معروف کر نیکوں تب | جگر کا فراں کے پہوتے غم ستوں سب
محمد پہ ہونا ہزاراں سلام | شفاعت منجے کرائے خیر الانام
مکینہ یو فتاحی تیرا غلام | علیک الصلوۃ علیک السلام

انوار سہیلی

اس کے چھ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سنہ ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۸۶) ورق (۳۶۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷) ورق (۲۱۹) سائز ۱۱ × ۷ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دیباچہ نہیں ہے اور ناقص الآخر بھی ہے۔

(۳) نمبر (۸۸) ورق (۵۴۲) سائز ۱۱ × ۷ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔

(۴) نمبر (۸۹) ورق (۱۰۲) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۳ ا خط نستعلیق

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص الآخر ہے۔

(۵) نمبر (۹۰) ورق (۱۵۰) سائز ۱۱ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔
یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

(۶) نمبر (۹۱) ورق (۸) سائز ۱۰ ¾ × ۷ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ ہوا ہے۔

کیٹلاگ کا خلاصہ:۔

"انوار سہیلی کا دکھنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ملا حسن بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور دکھنی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں
نے ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء میں مرتب اور ۱۸۲۴ء میں مدراس سے شائع کیا ہے۔

نمونۂ عبارت حسب ذیل ہے۔

"جو خلیفہ ابو جعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عبداللہ کا پڑپوتا حضرت عباس کہ اولادوں سی سردارے کہ تخت پر بیٹھا اور کلیلہ دمنہ کتاب کی تعریف سنا بہت آرزو و خواہش سوں اِس کتاب کو پیدا کر کہ امام ابو الحسن مقفع کہ بس کو دیا امام ابو الحسن اُس عصر کہ فاضلوں کا سردار تہا اُنّ نے اِس کتاب کو پہلوی زبان سوں تازی زبان سوں نقل کیا۔

ابو جعفر منصور ہمیشہ اُس کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکھکہ اُسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق عمل کرتا تہا۔"

"سلطان حسین پادشاہ کہ عہد موں شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سہیلی رہ اور وہ امیر سارا امیروں کا سردار و بڑا دیانت دار تہا ہمت و فضیلت کا رکہن والا خیر و خیرات کا کرن والا .... خلق اللہ کہ فایدہ کہ واسطے مجہہ غریب کو اسی وجہ فرمایا کہ ای محمد حسین ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اِس کتاب کو پارسی زبان موں کہو اور اُس باغ کہ درمیان اسی وجہ معنی کا درخت اگا دو۔"

"گذشتہ دنوں کہ بیچ اور گذرا برسوں کہ بیچ چین شہر کہ درمیان ہمایون فال نام پادشاہ ایک تہا کیا بادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک بملک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر آفتاب کہ مانند شہر بشہر مشہور ہوا تہا۔ بڑ بڑ پادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیوں کہ کانوں موں پہرہ تہہ۔ آور مرتبہ کہ رکہن وال سردار لوک اسکہ حکم برداری کا زین پوشش دل کہ موںڈیہ پر دہر تہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دبدبہ اور جمشید روس مرتبہ سکندر

دجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر رکھتا تہا - اور جیسا کہ خوبصورت معشوقون کہ رخسار پہ آگ پانی ایکسا تہہ رہتا ہی اسیو جہ اُٹ پادشاہ کہ عدل سون آگ و پانی ایکجگہ جمع ہوا تہا "

ایک دکھنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کیا ہے جس کے مولف میاں محمد ابراہیم بیجاپوری ہیں - جو ۱۸۲۴ء میں طبع ہوئی ہے - اسی کا ذکر بلوم ہارٹ نے بھی کیا ہے -

عبارت کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو تو ایک شخص کے ترجمہ نہیں ہیں بلکہ دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں - طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم کا ترجمہ قدیم ہے -

دوازدہ مجلس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔
نمبر (۵۴) ورق (۴۴) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔
مصنف کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے: —

"مختصر واقعات حضرت محمد فاطمہ۔ علی اور شہادت کربلا کے حالات مثنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے:۔
(۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔
(۶) شہادت فرزندان مسلم (۷) شہادت حُر (۸) شہادت قاسم
(۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر
(۱۲) شہادت امام حسین"

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف "عطا" ہے مثنوی میں دیباچہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔
برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونوں نہیں ملتے۔

"عطا" کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس نہم در بیان شہادت حضرت عباس علی علیہ السلام

راویان اخبار مصیبت و ناقلان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عباس علیہ السلام کہ ساتھ حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلندی قد میں

اپنے وقت کے لوگوں سے ممتاز تھے جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے پاؤں حضرت کے زمین پر لٹکتے تھے .... اور لڑائی کرتے ہوئے کافروں سے متوجہ خیمہ کے ہوئے ظالموں نے سر راہ اون کی پکڑی اور گرداگرد احاطہ کیا حضرت عباس علی علیہ السلام اُن سے لڑتے تھے کہ ناگاہ ایک ملعون پیچھے آیا اور ضربت شمشیر اوس بزرگوار پر ماری دست راست جدا ہو گیا پھر حضرت نے مشک کو دوسری کاندی پر رکھا اور جہاد کرتی تھی"

ایک نوحہ کا نمونہ درج ہے۔

نوحہ :-

قاسم کی ماکہتی ہی کہ قاسم کدہر گیا | ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
کربل میں میں نین اسکی شادی رچائی تھی | جو سر کٹا کی اپنا وہ جیسے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کدن مر گیا وہ شاہ | ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
پر ہر تہا سہرا ہات میں کنگنا بندھا ہو | اسطرح اپنی باپ کنی دیکی سر گیا
پیٹتی دولہن ہی رورو کئی با چشم خونچکان | کہتی ہی کیا غضب کہ میرا دولہا مر گیا
شادی رچا کی رہنیں کیا دیر ہو گئے | قاسم سہرا ایدہر کو نہ جیسی ادہر گیا
قاسم کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں | خاموش اے عطا کہ وہ نوشاہ مر گیا

رباعی۔ (پہر نوحہ کے بعد درج ہوئی ہے)

ای مومنو ماتم ہی یہ عباس علی کا | ہر شانہ جدا ہو گیا جس حقکی ولی کا
ٹکڑی ہوا دریا یہ نہیں پیاسی (سکینہ) | افسوس علمدار ہوا سبط نبی کا

نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے:۔
نمبر (۴۳/۸) ورق (۲۶) سائز (۸ ½ × ۵ ½) سطر (۸) خط نستعلیق
کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج ہے۔ مصنف مخدوم"

سنہ تصنیف غیر ظاہر، مصنف کے حالات پردہ تاریکی میں ہیں۔

اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بد دعا کی جس کے باعث وہ درد شکم میں مبتلا ہو گئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔

کلام کا نمونہ۔

ابتدا:۔

سہیلی تجھے نیند آتی ہے کیون | پیاین تجھے سیج بہاتی ہے کیون
پیاریان پیا کون سو راضی رکھو | اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتھا ایک درویش نہ تھا دہن مال | اتھی نار اوس کون بری کمہ جبال
نہ خاطر میں لیاوے مرد کون ذرا | کہی کچھ تو دی جواب اوسکون پھرا
مرد کون لگی بولنی اس وضا | منہم سون کہی اوس ارا ہور ترا

مرد بہوت غصّی سوں ہوا جل کباب ۔ کیا بد دعا اون خدا کن شتاب
الٰہی یو ظالم ہے ظلمت کے نار ۔ ایسے وقت از غیب وتری تہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول ۔ عورت کے شکم میں اوٹہا درد سول

کہا پند مخدوم زبان کہول صاف ۔ ہریک کوئی سنتے پر گنہ ہوے معاف
ہریک ٹہار بولو یو پورا کلام ۔ محمد نبی پر درود و سلام

قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (۹)

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔
نمبر (۳۴۷/۹) ورق (۱۲) سائز ۸½ × ۵½ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق
نمبر (۳۲۳/۱) ورق (۱۶) سائز ۸¾ × ۵½ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ کتابت نہیں ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت:۔
"آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنفہ نامعلوم۔"
اس مثنوی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے مصنف غالباً شرف ہے کیونکہ بعض اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

ہمنکوں شرف اسکے آتی سوں ہے | جئے لک بزرگی کا یو ناؤں ہے

خبردار بولیا سخن با شرف | روانہ ہوے فاطمہ اسطرف

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔
ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استدعا کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا۔ مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا خوف

دامنگیر ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ ضرور شریک ہوں۔ بی بی فاطمہ اپنے پھٹے پُرانے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زرین اور زرتارین گئے اور چکا چوند پیدا کر دیا۔ اس کو دیکھہ کر کچھہ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔

اگر چہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہو سکتی مگر یہاں تو صرف ادبی حیثیت پیش نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتداء:۔

دیگر یک حکایت سنو دلفریب | جتے مومنان کے دلان کا ہی زیب
سنو فاطمہ کی کرامات کون | فقیر کی مصیبت کی اصفات کون

نہ لازم ہی یوں تمکوں ای نیک نام | کرین قطع رشتہ رحم کا تمام
ہماری قبیلہ میں شادی ہی آج | فلانیکی گھر ہی عروسیکا کاج
فلانا جو تیرے قرابت میں ہی | قرابت قریبہ شرافت میں ہی
دئی اسکی بیٹی فلا نیکتین | بہین ای تجکون بلا نیکتین
کرو تم کرم اے شہی پاکذات | تمارے سکیکے ہی چلو کی رات
کہے فاطمہ نے اے خیر البشر | ای سلطان عالم شفیع الحشر
نہیں میں تمارا حکم رد کر ہی | تمارا حکم سرانکیان پر دہری
تمہارا حکم رد کرون کیا مجال | ولی دلمیں گذریا اتہا یو خیال
کرامت سمجکر اد ایمان لیا ہی | سبب فاطمہ کے ہدایت کون پائی
اپس سات لے فاطمہ ان کو سب | خوشحالی سون آتی ہین خدمت میں اب

قصہ ابراہیم ادہم بلخ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۴۷) ورق (۲۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جمادی الآخر

بمقام کولار۔ کاتب شیخ اسمٰعیل ولد شیخ محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

"ابراہیم ادہم کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔

اس مثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت ملسکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | ادب سات یاران سنو کان دہر
(ص ۶۸ ا)

کہ عرفان کون تون اپس سات کر | اتیا تون محی الدین مناجات کر
(ص ۸۷ ا)

مثنوی کا نام اور اس کے دکھنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو:۔

خدایون سنوا نرے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکھنی یو تمت تمام

کہا نظم دکھنی سون قصہ ہوا | محی الدین پر لیا ئے منجہ مدعا
براہیم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بہ محی علیہ السلام

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر چاروں خلفاء کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر اپنے مرشد ظہیر الدین اولیا کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات، حکایتوں کے عنوان سے بیان کئے گئے ہیں زیادہ تر توکل۔ ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل جھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم بارہ سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے لکڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کیونکہ ایک پھول بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اور پھر اول تو ہنسنے لگی اور پھر رونے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لمحہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہو گئے

اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر پر حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات بھی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

ثنا اول کرہ توں اول سو کرتار ک | یو دو جگ کوں پیدا کرہ نہار ک
الٰہی توں قادر ہے رب الرحیم | توں صاحب ہے ستار ای ذوالکریم

رحیمان تو صاحب ہے پروردگار | توں حیوم قیوم ہے برقرار

نعت :-

سنو میم کے اب روایت تول | سو او میم نوری محمد رسول
شرف میم کون تون بتا کچہ دیا | سو او میم ظاہر محمد کیا

مرشد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ حادی ہے اسکون میرا امیں | میرا پیر حضرت اہے ظہیرالدین
تون ہی شاہ دو جگ نے میں وزمان | تہیں دینہارا ہے امجان وان
وسیلا ہے تیرا محمد رسول | علی کے چمن کا ہے تون خاص پہول

قصہ کی ابتدا :-

حکایت محبان سنو سربسر | بزرگان کی یو بات ہے مختصر
براہم شاہ کر اتہا اون کا ناون | بلخ شہر اونکا سو تہا تخت ٹہاون
اتہی بادشاہ تخت ور نیک نام | اوس حق میں دعا تت منگنے خاص عام

ہنسی میں سو اسواسطے بادشاہ | کہ لمحہ سونے سویو اسکا سزا
کہ روتے ہون سن بادشاہ نیکنام | رین دن سوتا ہے سو اسکا کیا حال
سنے سو شہنشہ تعجب ہوئی | سو چہوڑ وکگر حکم اوسکون کیئے
سو کہا خوف تن میں کہے کردکار | گنہ کار ہون میں سو تون شرمسار

حکایت عزیزان یو دیگر سنو | الہی کام تو مجکون بخشو کنو
سو یک دن براہیم مسافر ہو کر | چلے دلمین اللہ چہ کا دہیان دہر
سو سدید سنے سب اپس تن کے یون | نہ کہاان نہ پانے ہنر ہو جیو جیون
ولے اوسکے بلکے سو ہمت کپیر | چلے یون توکل کے ہوا سے پوچیر

خاتمہ کتاب :—

کہ بیتان سو ہی پانچہ سو بیس اوپر | محبان پر و اسکون دلشاد کر
یو قصہ ہوا سب یو تمت تمام | محبان کہو سن فاتحہ مدام

سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۴۷) میں ایک نا تمام مثنوی جس کے (۳۷) شعر ہیں اس میں خاندان چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لیے آخری شخص کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا بھی مصنف ہو۔ کیٹلاگ میں اس کی کچھ صراحت نہیں ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

کہتا ہوں میں تجھ کون بیان سن جیو ہاتون کان دھر	ہر چار پیران چار دہ سب خانو دیان کا ذکر
حضرت رسول اللہ سے تے خرقۂ خلافت کا ہوا	چار و صحابان پر ہوا لیکن علی سون نشر

آخری۔

شیخ وجیہ الدین کے تھے شیخ ضیاء الدین مرید	بونجیب سہروردی تہا لقب جا نو مزید
سہرورد یان میں تھے خلیفے شیخ نجم الدین کبیر	تہا او سہروردی (؟) اسمیں اکابر تہو (؟)

وفات نامہ پیغمبر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵ ۱۶) ورق (۱۳) سائز ۷ ½ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ مثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ایں وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام
بر زبان دکھنی نوشتہ شد"

تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج ہیں مگر اس میں بہت کچھ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ :—

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے | کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
یو دنیا ہی یاران عجب بے وفا | کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نہین نا کوئی اقامت کری | نپو عمر کسکون نہایت کری
اگر چہ اچھی عمر برسان ہزار | ولی پہر کہ جاناں ہسو ہی ایکبار

اگر چہ پیوی کوئی آب حیات | ولی پنجۂ مرگ تھی نین نجات

غرض عمر کی تیں توت مین نیا | کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کہوں داستان میں وفات رسول | چو شکر کرین رات دن سب قبول
چو تاریخ فرخندہ فال تہا | سو ہجرت تہی تب اودہر سال تہا
تب اس سال حضرت شفیع مطاع | کئی روز عرفی کون حجی وداع
اوسی سال میں دین کامل ہوا | کہ الیوم اکملت نازل ہوا
اس آیت کہ تیں سنک اصحاب سب | ہوئی غم تی بیہوش بی تاب سب

کیا میر لو یدح اسد ہات سون | رکہا ختم آخر سو صلواۃ سون
کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

قصہ گل و ہرمز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۱۱۸) سائز ۸ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے دکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

روم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہا کرتا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا انہوں نے ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سو جائے خواب میں شہدا کا دیدار ہوگا ان سے اپنی استدعا کرے۔ غرضکہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ لڑکا اس کے بطن سے ہو مگر جب حمل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دائی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حمل ساقط ہو جائے۔ مگر دائی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کر دی۔ مدت معینہ گزرنے پر لڑکا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دائی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کر دیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کر دی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آپڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دائی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہونچی اور بھوک سے بے طاقت ہو کر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دائی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مرگئی مگر مرتے وقت اس نے بہمن سے کُل واقعہ بیان کر دیا، بہمن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھہ کر اپنا فرزند مشہور کیا۔ اور اس کی پرورش کرنے لگا جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پسند نہ آیا اس لئے یہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہ بھی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کو اس سے دوستی ہو گئی مگر وزرا کے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین وجمیل تھی اس کے حُسن کا شہرہ سُن کر اور اس کی تصویر دیکھہ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہو گیا۔ گل کے لئے پیغام دیا خوارزم کے بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے ایک سال کی مہلت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھہ کر اس کی عاشق ہو گئی اور دائی کے ذریعہ ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اول تو ہرمز انکار کیا مگر چند روز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہو گیا اور دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکیں مگر گل شاہ ایران کے ساتھہ شادی کے لئے راضی نہ تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دونو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا اور ہرمز کے ہاتھہ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظور نظر ہو گیا جس کے باعث وزرار خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چہار سالہ خراج طلب کیا۔ مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

مگر جب ہرمز کی صورت دیکھی تو اس کو محبت کرنے لگا اور اپنا فرزند بنا لیا۔ ہرمز کو تمام بیگمات دیکھنے آئے ہرمز کی ماں بھی آئی اس کو دیکھ کر محبت مادری نے جوش کیا پھر اصل حقیقت معلوم ہوئی انگشتری اور رومال طلب ہوا تصدیق ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے گل سے ہرمز کی شادی ہوئی۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"نقل ہے کہ ایک بادشاہ تھا روم شہر میں جہان وسکے تابع تھا اور سب ملک کے بادشاہ وسکی تابع داری کرتے تھے اور خزانہ بھیجتے تھے اور سب لوگ چھوٹے بڑے وسکو قیصر رومی کہتے .... وسکو سب اسباب خوشی کا اور دولت اور حکومت میسر تھا لاکن فرزند نہ تھا ہمیشہ اس غم سی دلگیر رہتا اور اس درد کی دوا سب ارکان دولت سے مانگتا۔ امیر اور وزیر لاچار ہو کی قیصر سی عرض کئے کہ ای خداوند یہ کام آدمی کی اختیار نہیں ہی لیکن ایک بات ہمون کی دلمین آتی ھی کہ اس شہر میں ایک بزرگ فقیر رہتی ہیں جو کوئی ونکی پاس جس مقصد کو جاتا ہی وسکا کام حاصل ہوتا ہے"

"گل کی شادی کا میعاد کا ایک مہینہ باقی رھتی ایران کا بادشاہ خط لکھا خوزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک مہینہ باقی ھی اس وقت نیک ساعت ٹھہرا کر مجکو خبر بھجو میں وسی وقت پونچھوں اور شادی کا کام انجام کرون میں تمارا جواب کا انتظار ہون"..........

قصہ ہشام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ¾ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتاسی ہیں جو حضرت میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے زبانی ایک قصہ آنحضرت کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی اور اس کی جوانمردی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار شعر پر ہوتا ہے"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع کردیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم متفکر تھے حضرت عمر نے وجہ دریافت کی اور آنحضرت کے حسب خواہش ایک واقعہ جس کو انہوں نے بچشم خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی

بہادری ضرب المثل تہی اور کوئی ان کا مدمقابل نہیں تہا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تہا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پر عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہونچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تہی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتہہ روانہ ہوگئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتہہ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے رنج میں قمر بہی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمر ان کی قبر پر گئے دونو نے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کئیں ایکدن میں شفیع الامم | کسی بات سیں تہے بہت بیچ غم
نظر یا نبی جیکی تہی طرف در | کہ اتنے میں از در درائے عمر
کیا اسلام اور کہڑے باندہا تہہ | کہا یا عمر بیٹہو میرے ساتہہ

کہا اے عمر میرا ہشام نام | میں ہوں بادشاہ زادہ ملک شام
نہ یہ شام جو ہی عرب میں بہ پا | مرا باپ تہا عجم کا بادشاہ
ملک شام کا اور تمامی عجم | میری باپ تہا اب تو ہی وہ بہم
نہ ہوتا تہا میری پدر کون پسر | ایسے غم سین رہتا تہا اوس درد سر
ہزاران فقیروں ہزاران طبیب | دعا اور طبابت سین ہوئی غریب

جبی لگ نہو ہی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدایا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہوئے درگاہ قبول
کہ دنیا نمیں جز درد آل نبی | کوئی اور مجھکون نہ ہوی کبہی
جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو ال محمد کا ہو

بہار دانش کی حکائتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکایتوں کے دو مخطوطات ہیں جن میں دکھنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۷۵) ورق (۴۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۸ تا ۱۰) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کاتب وغیرہ نہیں ہے۔

نمبر (۷۶) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کاتب غیر موجود۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ :-

"دکھنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسمٰعیل ہے
ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں سرورق پر مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات
فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں"

دوسری کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار (شیخ چاند صاحب) نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔

اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چاند صاحب نے اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسمٰعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے بلحاظ مضمون حسب ذیل ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایت سوداگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوداگر تھا جس کا لڑکا بدچلن اور اوباش تھا۔ باپ نے بہت کچھ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گھر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک لاکھ روپئے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جا کر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تھے اور گراں قیمت تھی ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا راستہ میں چوروں نے قافلہ پر چھاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تھے ان کی کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ چوروں میں رہنے لگا چند روز بعد چوروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زر و جواہر سمیت لے بھگا اور اپنے شہر کو آپہونچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمونہ عبارت :-

"قدیم دنومیں بیچ ملک ہند کے یک سوداگر بہوت بڑا ھور عمدہ تھا اوسے چہار بیٹے تھے تین لائق ھور یک بڑا نالائق کہ تمام دن ھور تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا و جشن یاری میں مشغول۔

"بہوت پیسی باپ کی اس بدکام میں خراب کیا باپ اوس کا اس نالائقی کو دیکھہ کر بہت نصیحت زیادہ حد سین کیا ہور دوسری لوگان کی موں سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلمین ہرگز یہ نصیحت ماں باپ کی ہور خوشی عقربا کی سرموبرابر اوسکی خاطر نالایق میں جا کا نہ لی۔"

---

(۲) چوہوں کا بادشاہ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک بادشاہ تھا اور لومڑی اس کی وزیر تھی جس جنگل میں یہ رہا کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تھا جنگل ہی میں چھوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر گیلان کے بادشاہ کے لکڑی والے نے اس اونٹ کو بیچا کر اپنے بادشاہ کو تحفتاً پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دھاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تھا۔ گیلان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تھا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو برخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :۔

"ایسا کہتے ہیں کہ گیلان کی سرحد میں ئیک جہاری بہوت بڑی تہی اور اوس جہاری میں ئیک تالاب بہوت عظیم تہا اکثر کبہی کبہی اوپر اوس تالاب کی قافلی اوترتی تہی۔ قضای الٰہی ئیک روز اوس تالاب پر ئیک قافلہ بہوت برا کہ ہزاروں اونت اور قاطر اور کہوری تہی اوس اونٹوں میں سے یک اونٹ سفید زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تہا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونت کو چہوڑ کر جنگل میں چلی گئی"

خاتمہ :۔

"اور اونت کو حکم کیا کہ بموجب آگی کی تمام دن چر کر رات کون دیوری پر حاضر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول ہو رہا"

آخرالذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن وجمال پر ایک اور شخص فریفتہ ہوگیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی۔ میری سہیلیوں سے مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے اور لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم مقدس وید سے واقف نہیں ہو غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری ترکیب نکالی اور کہا یہاں کا راجہ ہر برہمن سے پانچویں وید یعنی تریا وید کے متعلق دریافت کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنویں پر پانچ عورتیں ملیں اور وہ برہمن کا حال سنکر ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیا سوزی اور عیاری اور بداعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری معلوم ہو چکی تھی مگر پھر بھی ہم کناری حاصل نہیں ہوتی۔ دھوکہ میں سمدھن سے شادکام ہوا اور ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤ سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار دے کر کٹی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سمدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو :۔

"ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے ایک شہر میں برہمن تھا اوس برہمن کو ن جورو بہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہ تاب دیکھ کر شرمندہ رہتا تھا۔ اور بہوات اوسکی قوس قزہ کی موافق تھی اور

آنکہیاں مانند ہرن کی اور ناک مثال کہاندکی اور ہونٹاں مثال یاقوت کی تہی اور داناں مثل موتیونکی تہی اور چہاتی مثال آئینہ کی صاف تہی اور جوبن ہیں مثل قبہ نور کی اور کمر مثال چیتی کے باریک۔"

(۲) قصہ احمق عورت ۔ ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بہی فحش ہے ۔

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۱۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ :۔

ایک بادشاہ تہا جس کو کوئی اولاد نہیں تہی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ لیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا ۔ اس کے بعد بادشاہ کو ۔ دو لڑکے ہوئے حسب وعدہ فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر دراصل ایک دیو تہا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کردیا ۔ اس دیو کا ایک گہوڑا تہا جو دیو کے باغ میں رہا کرتا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اور گہوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کر کے بادشاہ کے لڑکے نے دیو سے نجات پائی اور ایک دوسرے ملک کو جاکر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک پری کی غلامی میں گرفتار ہوا ۔ اس کے بعد دوسرا بہائی تلاش میں نکلا اور شطرنج کی بازی جیت کر غلامی سے آزاد کر لایا اور خود پری سے شادی کی اور دونو بہائی کامیاب واپس ہوئے ۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو ۔

"حکایت یہوں بولتی ہیں کہ بیچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ بہوت نامور تہا کہ بیچ خزانی اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تہی"

تھا لاکن اوسی خاہش اولاد کی بہوت تھی اور عمر اوسکی پچاس
برس کی ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی یک روز پادشاہ اور شاہزادی
اعتراز ہو کر باہر شہر کی یک محل تیار کر کہ پادشاہ زادیکو اوس
محل میں روانہ کیا ...."

خاتمہ:-

"اور بادشاہ زادیکو اور پری کو اور اوسکی بہائی کو از سر نو شادی
کر کر شہزادیکو اپنا جای نشین کر کر آپ گوشہ عافیت کا اختیار
کر کر بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور شاہ زادہ بند و بست
پادشاہت کا کر کر اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا"

---

(۴) حکایت جنگلی شہزادہ ورق (۱۸) سطر (۸)

یہ بھی بلا نام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہو سکتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تھے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے ایک اونٹ جو دراصل رکساس تھا چھ لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہوا اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا رکساس خود کو ایک خوبصورت عورت کے بھیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہو کر اپنے شہر کو لے گیا یہاں اس نے بادشاہ کے ہاتھیوں گھوڑوں۔ اونٹوں اور بیلوں کو کھا کر ان کے سر بادشاہ کے دوسرے چار بی بیوں کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے ان کو کھایا ہے ان کے قتل پہ آمادہ کر لیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تھیں اس لئے وزرا نے ان کو قتل نہ کر کے ایک خشک کنوئیں میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تولد

ہوئے بھوک کی شدت سے مائوں نے تین کو کھا لیا جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی ماں نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کھا کر رکھا تھا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان چاروں کو کھانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا منہ بوسیدہ ہو کر ایک سوراخ ہو گیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بتا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بنا کر پرورش کرنے لگا۔ رکساس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول الذکر بادشاہ کا لڑکا بھی شامل ہو گیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکساس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیاں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ :۔

"روایت کرنی ہاری خبروں کی ایسے روایت کرتی ہیں کہ بیچ ملک
دکھن کی ایک پادشاہ رہتا تھا اوس پادشاہ کو ثات (سات)
بیٹی تھی یک روز وہ ساتوں شہرادے واستے شکار کی بادشاہ
سی آکر رخصت مانگی پادشاہ رضا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ
ساتوں شہزادی واستی شکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکن
کہین یک جانور چرند پرند نہیں نظر آیا"

خاتمہ :۔

"بموجب بادشاہ کی تمام امرا و وزرا بدل اطاعت میں شہزادیکی
دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشۂ قناعت کی بیٹھ کر بیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالی کی مشغول رہا"

---

(۵) بہار دانش کی اور بارہ مختصر حکائتیں نمبر (۸۵) پر بھی موجود ہیں ورق (۲۹) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسمٰعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ برآمد ہوتا ہے کہ نصیحت سننے سے کامیابی حاصل ہوتی۔ یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"یک بادشاہ تھا خراسان میں نام اوسکا نوروزاو بادشاہ
بہوت عادل اور صاحب انصاف تھا اوس بادشاہ کے
ملک میں تمام رعیت خوش حال رہتی تھی"

اسی میں چند گلستاں کی حکایتوں کا بھی ترجمہ ہے ان کا مترجم بھی ظاہر نہیں ہوتا غالباً یہ بھی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲۸ / اڈیشنل) ورق (۸۵) سائز ۱۰ × ۶ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:۔

"سعدی کی گلستاں کا دکھنی ترجمہ۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نثر و نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیارہویں حکایت تک کیا گیا ہے۔"

اصل ترجمہ سے بھی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اسلئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

"باب پہلا بیچ خصلت بادشاہاں کے۔ حکایت ایک پادشاہ کے تئیں ہم سنا کہ واسطہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہ رکہتا تھا پادشاہ کستن گالے دینے لگا و بدکہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی ہاتھہ جان سے دہووے۔ جو کچھ بیچ دل کے اوی کہی۔ بیت

وقت ضرورکے جیوں نہیں رہی پہیا کنا   ہاتھہ پکڑے سر شمشیر تیز کا

بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوند جہان کے کہتا ہے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیال خون اوس کے سے گذرا۔"

(۲) نسخہ انڈیا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سایز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۳) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

یہ دونو گلستاں سعدی کے دکھنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔
اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتھہ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نثر میں ہوا ہے۔
نسخہ ثانی میں گلستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے بسم اللہ کے ساتھہ ہی پہلی حکایت کا ترجمہ شروع کردیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

.... کہ عاقلاں کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووی جو کچہ کہ دلمیں آوی سو کہی۔ بیچہ وقت ضرورت کہ جب بہاگ نا سکی لیوی بیچہ ہات کی قبضہ شمشیر تیز کا جب عاجز ہوتا ہے آدمی لمبی ہوتی ہی زبان اوسکی کہ عاجز بلی پہلنگ مارتی ہی اوپر کتی کے پادشاہ پوچہا کہ کیا کہتا ہی یک وزیروں سین نیک خصلت کا کہا ایصاحب اُن کہتا ہی غصیکوں کہانیوالی ہور تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان کرنے والی لوک کتیں خدا تعالی دوست رکہتا ہے پادشاہ کون اوپر اوسکی رحم آیا ہور ارادی سیں اوسکی خون کے گذریا.........

اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

جہان ای بہائی نار ہی سات کسیکی دل بیچہ جہان کون پیدا کرنی ہار یکی بند کہ بس ہی مست دہی ٹیکا ہور پیٹ اوپر ملک دنیا کی کیا واسطی

کہ او تجہ سـرکی بہوتون کون پالی ہور مار والی جب جانیکا ارادہ کری جان
پاک نی تخت پر مرنا کیا ہور رتی پر مرنا کیا۔"

نمونہ عبارت خاتمہ کتاب :۔

"یہچہ بیان گلستان کی تمامت کی کہتا ہے کہ خداے بزرک ہور بلند کی مدد
سین کتاب تمام ہوئی پن جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تبہا قدیم
تار ہی ...."

حکایت اول کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ (از نسخہ ثانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سوناہون ہیں کہ کاتہی مون یک
بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نامیدی کی حال ہیں مون زبان بیچ
جو کچہ رکہتا تہا بادشاہ کون کالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں
جو کوئی ہات جان سون دہووی جو کچہ دل مون آدی کہی جس وقت نامیدی
ہوی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تیں جی سائلی عاجر ہوی حملہ کری کتا پر
بادشاہ پوچہا کہا تہا ہے وزیرون حاضر تہا۔ کہا اے صاحب بندیوان
یہی کہتا ھی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالیٰ
دوست رکہتا ہی اس نیک کارکون بادشاہ کو مہربانی آیا دسکی خون
کی خیال سون درگذرا۔

پیارس نمبر (۸۳۳۳) ورق (۴۷) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے مترجم وغیرہ کا
نام نہیں ہے بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے۔ ذیل میں نمونہ کلام درج ہے۔

ابتدا:۔

"سنا ہون کہ یک بادشاہ کسی بیگناہ بندہی کی قتل پر چشم غضب سے اشارہ کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹھا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیان دینے اور اوسکی حضور پرنور میں نالایق باتیں بی تامل زبان پر لانے لگا"

پیارس نمبر (۸۲۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ نامعلوم۔ بعض جگہ حاشیہ پر فرنچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنچ کے لیے ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس نے پڑھا ہے۔ اس میں دیباچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

ابتدا الکتاب:۔

"شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ مون کہ بند.گی و طاعت کا کرنا اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنا نعمت کی زیادتی کا سبب ہی ....

.ہوں ہیں کہ ایک بادشاہ نی ایک بیگناہ کہ قتل کرنے کہ واسطے حکم دیا تھا اور وہ بیچارہ نا امیدی کہ حال مون جو ایک زبان کہ وہ جانتا تھا اسے زبان مون بادشاہ کو گالیان دینے و بد کہنی لگا دانایون کہا ہے کہ جو ایک شخص اپنی جان سے ہاتھ کو دھوتا ہی وہ شخص جو کچہ اپنی دل مون رکھتا ہے اسی بات کو زبان پر لاوتا ہی"

قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴/۱) ورق (۲۳) سائز ۸½ × ۶ سطر (۱۰ تا ۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :-

"دکھنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے
مصنف نامعلوم"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تھا جس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تمنا تھی مگر نہ ہوتی تھی آخر خدا نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کر لی مگر چوتھے نے شادی سے انکار کیا اور انار رانی کا حال سن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جوگی رہا کرتا تا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹا اس میں سے ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام کے لیے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بد شکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے کپڑے پہنکر اس کو کنویں میں گرا دیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہو گیا اور میں بدشکل ہو گئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔ اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہونے لگی۔ ہر شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی اس پھول سے واقف ہو کر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جعلی انار رانی کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو مسل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جعلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب کی لڑکی کی صورت میں تبدیل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جعلی رانی غالب آئی اور اوس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہو گئی اور اس کے دوسری جانب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے ادھر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا۔ چکور کے جوڑے نے وہاں آکر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آبحیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چھڑکا جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔ شہر آکر مصنوعی اور جعلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

"کہنے ھارے خبروں کے ھور عاقلان آگے کے کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوان مردی اور عدالت میں مانند اوسکے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زر و جواہر اور اسباب و سپاہ حد سے زیادہ تھے۔"

"لاکن اوس بادشاہ کو سوای اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی

اور ہمیشہ واسطے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالی کی دست بدعا تہا اور رات ہور
دن یاد میں اللہ کے رہتا۔"

"جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرف گزرتا اوس پہول
کو دیک کر توڑنی کی خاطر قصد کرتا لاکن وہ پہول کسے کی ہات نہیں پڑتا ایسے
طرح سے یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادوں
کوں خبر ہوئی واسطے سیر کے اس باغ کون چارون شاہزادی ملکو
گئے۔"

"انار رانی کو دیک کر بہوت خوشش ہوی اور چہہ مہینے رات اور چہہ
مہینے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور
انار رانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزاری۔"

قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۴۴/۴) ورق (۲۴) سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے
کیٹلاگ کی صراحت :۔

"خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم"

کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بھیس بدل گرگشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرأت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کرکے لے گئی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کرلیگا۔ خلیفہ بھی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا مہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبوری ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کوتوال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے مہر سے نکاح کرنے والا ہے کوتوال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہوگیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگر چہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کر دیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کر دیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا اور ہنسی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"اے یاران و دوستان اگر چاہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا ساتھ کان

اشتیاق کے سنو کہ پچھلے دنوں میں بیچ عید الضحیٰ کے خلیفہ ہارون الرشید واسطے تماشا اور سیر کے بیچ شہر بغداد کے ایدھر اودھر پھرتا چلا تھا اس وقت اس کے ساتھہ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔

واسطے نہیں پہچانیکی خاطر ایک پگڑی بہوت بڑی اور بھاری سر پر باندھکر اور بدن میں ایک قبای چرمی پہنکر اور کمر میں بہوت چوڑی ایک کمربند چرمی پانچ تسمین کے مدبوت باندکر اور موزی چھوٹی سی بدصورت اور موتی پاؤں میں پہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراؤنی بناکر کہ اگر دربار میں خلیفہ کی جاکر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے۔"

خاتمہ:۔

"جب خلیفہ نے اس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عیش و عشرت میں مشغول رہا اور بوڑھی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک کو دل میں و تصور کرتی اور چور و بد کہنے سے اپنی بہوت پشیمان ہوئی۔"

ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بلوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ "دہلی کلکشن" سے موسومہ کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۴ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوتا۔

نمونہ کی عبارت :-

"حمد و صلوٰۃ کے بعد جس کا یہی ترجمہ ہوا ہے۔
فرمایا یعنی کہا رسول اللہ نی رحمت بھیجی اللہ اون پر اور اسلام سیکھو
تم علم فرائض کو اور سیکھاؤ تم وہ علم فرائض آدمیوں کو پس وہ آدہا
علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اونہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں
ساتھہ ترکا میت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی
شروع کیا جاتا ہے ساتھہ تیاری اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی
کے نہ زیادتی اور نہ کمتی کرنا"

خاتمہ :-

"اوس پر سب فرقوں کی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فریقوں کی صحت مسئلہ
کی ہوگی ساتھہ قاعدوں ذکر کہی کی اور اللہ خوب جانتا ہے"

گنج نامہ

یہ بھی اسی کیٹلاگ میں داخل ہے۔

نمبر (۹۲۱) ورق (۸) سطر (۸ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (مہلبہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طلب ہے۔ یہ مثنوی بھی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اُردو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:—

مہلبہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

ابتدا:—

واحد نام خدا کا جان — جن نے دی جسم سب کو جان
کن کہنی سی کیا ظہور — جن وانس اور وحش طیور
اشرف مخلوق انسان کو — اپنا مظہر اسکوں دیا

خاتمہ:—

گرفت پکڑا داد دیا — فروخت بیچا خرید لیا
ریخیت بیٹا امیخیت ملا — پژمردہ مرجھا یا شگفت کھلا
مہلبہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

شرح دوبیت

یہ بھی انڈیا آفس کی اسی کیٹلاگ میں ہے کتاب کا نمبر نہیں ہے بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے
ورق (۱۶) سطر (۵ تا ۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دو بیت کی شرح کی گئی ہے۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:—

ابتدا

"ظاہر ہی کہ اکثر بزرگوں نی توجیہات مناسب مقام کے بیان فرمائی ہیں اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی نے بیچ شرح دو بیت کہ اول مثنوی مولوی معنوی کے ہیں بیان معنی نے کا اور حکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر مجمل بیان فرمایا ہے"

خاص شرح کا نمونہ۔

"تن ز جان و جان ز تن مستور نیست
لیک کس را دید جان دستور نیست"

"یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی معنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان دونو باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہی اور جان کو کوہی دیکھ نہیں سکتا اسی طرح سے نالے کو سب سنتا ہی اور بھید کو نہیں سمجھتا"

خاتمہ:—

در نیاید حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

"یعنی میں ہیچ نعت اور منقبت کا ملوں کے کیا کہوں کہ وصف کاملون کی احاطہ علم میرے سے باہر ہیں پس بات کو کوتاہ کیجئے اور سلام اوپر ذات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پر بھیجئے۔ تمام شد۔

معراج نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم اور ناقص الآخر ہے۔

اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔

ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:—

اول نام اللہ جو بولوں اید — ثنا اور صفت اسکی کر بیعد
ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہی — کر نہار قدرت میں کرتار ہے
کیا چاند سورج ستارے فلک — زمیں اسمان حور جن و ملک

کہ پہلے سما کے سو دربان کون — کہا کھول بیگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ تون کون ہے — کہ ایا ادہی رات کیا کام ہے
کہا میں ہون جبریل کچہ کام تہا — گیا تہا زمیں پر جو فرمان تہا
کہ دربان بولا دو جا کون ہے — کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
کہا مرحبا بیگی در کہول کر — تجہی دیکھنے میں کہڑ امنتظر
کہ اپر ال پہلے طبق کے ملک — دیکہے نور کا وان پڑا سب جہلک
کہ صلوات بولے و کہے سلام — دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

نبی سوں امت سب کوی سانچی رہو   صدق سات کلمہ سنبے کا کہو
کہ معراج نامہ کے سنیو خبر   حکایت جو بولا ہوں میں مختصر
کیا فارسی کو سو دیکھتے غزل   کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگل

افسانۂ ہندی

اس کا ایک مخطوطہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۲۹) ورق (۵۶) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف و کتابت وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔
اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بادشاہوں سے کس قسم کی باتیں کرنی چاہیئے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیئے۔ اندرونی شاہدوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگروں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔

ابتداء:-

"شروع کرتا ہوں میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام مون کیا خدا کہ اسمان و زمیں کتئین خدا اپنے کن فیکون کے اشارہ مون پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتیں البکل ستے بنای کرکے وسکے وجود کے درمیان پاک وشیرین بخشا ہے"

.... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمندون سیں عرض کرتا ہون کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچھے زبان کیسو صاحبون کے نظر مون آوی اس کتئین اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فرماوینگے اور کہنے والا تقصیر نہ لوینگے"

قصہ جنگ امیر حمزہ

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۲۰ شوال ۱۱۹۸ھ

مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو بائیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مالک فرانسیسیوں کا مترجم کوئی موسیو اوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"مالک کتاب موسیو اوسان صاحب ترجمہ نویس فرانسیس ساکن بلدہ..............."

افسوس ہے کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"داستان اول ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں جتنا بادشاہ اور وزیر سب رہتی تھی آگ کے پوجنے والا اقباذ نام بادشاہ کے دو وزیر تھا ایک کا نام خواجہ بخت جمال، دوسرا کا نام القش ان دونو میں بڑی دوستی تھی"

"داستان چہارم بزرجمہر حکیم کا اونا مکہ مون اور پیدا ہونا امیر حمزہ مہتار یکی شکم سون اسکی باتیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں مکہ کے درمیان اسمٰعیل پیغمبر کے اولادون میں یکمرد بزرگ رئیس عبدالمطلب نام رہتی تھی بڑا مہمان پرست اور خدا دوست مکہ کے جہار و کش تھی۔

آئین و قوانین افواج کمپنی علاقہ مدراس

یہ بھی پیرس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴۳۴) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۸۰۶ء

انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق دکھنی نثر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۱) دنگی فساد۔

(۲) سپاہیوں کی برطرفی۔

(۳) حساب۔

(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہوتے ہیں۔

(۵) فریاد کے سننے میں۔

(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت۔

(۷) قلعے چھاونی یا لشکر کی نوکری۔

(۸) کمپنی کی بابت۔

(۹) کورٹ مارشل کی بابت۔

(۱۰) موئے سرداران اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں۔

(۱۱) فوج رکھی گی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقہ کی بستیوں میں۔

(۱۲) آگ لگی سو آئیں کی معرفت۔

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

فوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب ہے مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا۔

عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

"پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کمپنی کا سردار ہی تو یہ تقصیر کورٹ مارشل میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جاویگا۔"

"پانچویں آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اسپر تلوار کھینچی یا کھینچی چاہی یا اور کوئی ہتیار اسپر اٹہاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ اپنی نوکری پر رہی یا اسکا واجبی حکم ٹہل دیوی تو جانسی مارا جاویگا یا کورٹ مارشل میں سزا پاویگا۔

کتاب الاخلاق (؟)

یہ نامعلوم اسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۱۳۱) ورق (۷۹) سائز ۸×۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔
مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھ کر بیان ہوا ہے اس کے بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

باب دوم قیامت کے بیان میں۔
باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
باب چہارم بہشت کی صفت۔
باب پنجم ماں باپ اور خویش اقربائیوں کا ذکر۔
باب دوازدھم جور وخصم کا بیان۔
باب سیزدہم جھوٹ کہنے والے کا بیان۔
باب چہارم غیبت کرنے والوں کا بیان۔
باب پنجم ریاکاریوں کا بیان۔

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کاتب سنہ تصنیف وغیرہ کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ اور نہ کسی خارجی ذرائع سے اس کے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے نمونہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابتدا:۔

"ایک ایک اوسے سب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب
زکواۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاویگا"

ساتویں باب میں جو زکوٰۃ کے متعلق ہے لکھتا ہے :-

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی ۔ اَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ عبداللہ کے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ عشر نہ دے نماز روزہ اوسکا قبول نہیں ہوگا خدا تعالی نماز اور زکوٰۃ کو ایک جگہ پیدا کیا ہی "حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ اِلَّا خْتَرَہ" .... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوٰۃ دیا گویا اپنے مالوں کا اور اپنے کہ تین بلا آور گنا ہونے سے حفاظت کیا ۔ اور جب درمیان امت کی میری پانچ چیز پیدا کیا ہوگیا اوس کا برای بد سے بلا سبب ہوئیگا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کرینگا کئے طرح کے انداز ظاہر ہوئیگا موت اچانک اویگا۔

گیت احمد

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی (   ) میں اصل فارسی مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گیت بھی درج کئے گئے ہیں۔ یہ گیت جن اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

لعل بیگ۔ تاراچند۔ سورداس۔ نراین۔ احمد۔ گوپی داس۔ گیسوداس۔ ہری داس۔ لطیف وغیرہ۔

یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربار آصفی سے متعلق تھا۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سلک بندگان سرکار نامداریانسلک است در لشکر ظفر پیکر بر کاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین چون شمع و پروانہ یعنی کتاب پدماوت رامطالعہ میفرمودند بندہ از قلم خستہ و رقم سگشتہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر باتمام رسانید در ماہ ذیحجہ ۲۵ ۱۲۴۸ھ" (صفحہ ب ۸۴)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفجاہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار دکن ہو کر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہونا بیان کیا ہے۔

مندرجہ صدر اسمار سے ممکن ہے بعض دکھنی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گیت یہاں درج کی جاتی ہے۔

بس بھوک تجون تس پیاس تجون   نس نیند تجون کبھو نہ بجون کی
اور بیں تجوت اور میں تجون   تجون رس ہون نہ تجون کی

دہام تجون اور کام تجون ارے   دام تجون رہنی نہ رجون کی
احمد موجیت نیک ہے سکہ لاکھ
تجون نیہ کون نہ تجون کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کر کے لکھا ہے۔ مثلاً
نس بہوک تجون بل پیاس تجون   بس نیند تجون کبھو نہ سجون

عہد آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثئے عموماً بیاضوں میں جمع کئے جاتے تھے اور مجالس عزا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شایقین فن بھی بیسیوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے ذخیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا مملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کل مرثئے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثئے ہیں۔ مگر کیٹیلاگ میں دونوں بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کی جاتی ہے:۔

(۱) بیاض مملوکہ اڈنبرا۔ نمبر (۳۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعیین خط نسخ کتابت ۱۱۹۳ھ

(۲) بیاض مملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ($\frac{۶۵}{۱۰۶}$) کتابت ۱۱۵۷ھ خط نستعلیق۔ کچھ حصہ اس سنہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آیندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص توطن معلوم ہو سکا۔ ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرہ میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیئے حسب ذیل شعرا سے متعلق ہیں۔

(۱) ولی (۲) رضی

(۳) قادر (۴) روحی

(۵) ہاشم علی (۶) امامی

مرثیہ ولی [1]

ولی کے مرثیئے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام نہ ہونے سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیئے مکمل نوٹ نہیں کیئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثیئے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں شہ کے وصال کا | سینے منے چڑا ہے چہالا اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام مل | دیدار چاہتے ہیں مبارک جمال کا

.... | ....

جو کوئی کرے زبان سون اونو کا ورد مدام | ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

دیگر

اے ہادی ستیسار توکیون جاب یا کربلا | اے واقف اسرار توکیوں جاب یا کربلا
اے نور چشم مصطفٰے فرزند نوشاہ مرتضٰی | اے دلبر خیر النسا توکیون جاب یا کربلا

. . . . . . | . . . . . .

تو دوستان کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہے
تجھ پہ ولی قربان ہے کیون جاب یا کربلا

دیگر

اوس نور مصطفےٰ پر بولو سلام یاران	محبوب مرتضیٰ پر بولو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر	اوس لعل بے بہا پر بولو سلام یاران
یوجی ولی فدا کر اوس شاہ کربلا پر	اوس لائق ثنا پر بولو سلام یاران

(۲)

مرثیہ رضی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے نو مرثیے ہیں جن کے (۸۷) شعر ہوتے ہیں۔
حافظ رضی الدین اس دور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے اس کو ولی کا شاگرد بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونو ہمعصر تھے۔
رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی شہرت تھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز و گداز اور مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔
مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:۔

آل نبی کے غم سوں بیخود ہوں یوں پوکارا
دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را

دل میں چھپا رکھا تھا حضرت حسین کا غم
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

بچھڑے حسین سوں جو بے اختیار بولے
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

پیاسے فرات کے سب کوثر پہ یوں سنے گے
ھات الصبوح حیوا یا ایھا السکارا

فریاد و واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
در رقص حالت آرد پیران پارسا را

کرتے تھے شاہ سب سوں صحرائے کربلا میں
با دوستان مروت با دشمنا مدارا

لعنت ہے ظالمان پر جن کے طرف سوں ہر دم
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

آل نبی سوں رکھتا ہر دم منے محبت
اشھی لنا و احلی من قبلۃ العذارا

تقسیم حوض کوثر آل نبی کرینگے
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ رضی قرآن میں لعنت ہے ظالمان پر
اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

دیگر

نالہ و فریاد و او یلا ہے اے پروردگار | غم سیں آل نبی کا دل ہوا ہی بیقرار
ظلم دشت کربلا میں دیکھ بیحد و شمار | او متی محشر تلک روتے ہیں دوگنہ سون زار زار

ت ت ت ت ت ت ت ت

نہیں رضی معلوم راز حق تعالیٰ کا سبب | نور چشم ساقی کوثر بہوت ہو مضطرب
چشم تر ہو بے فرات او پر کہڑے جب تشنہ لب | نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوتا آشکار

دیگر

غم سون ہے بے قرار میرا دل | دکھ سون ہے زار زار میرا دل
گلشن غم میں ہی شہیدان کے | لالۂ داغدار میرا دل
نت شہیداں کے زخم غم سین | شق ہے جون ذوالفقار میرا دل
غم کی بجلی پڑی ہے جب سینے | تب سون ہے شعلہ زار میرا دل
نیم بسمل نمن تڑپتا ہے | ہو کے غم کا شکار میرا دل

گرد غم سون امام کے اے رضی
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

مرثیہ قادر

اڈنبرا کی بیاض میں سترہ[۱۷] اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قایم اور میر حسن نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قایم کے حوالہ سے اسپرنگر نے بھی اپنے تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"میر عبد القادر قادر تخلص حیدر آباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغر سنی سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین[1] سہروردی سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔"

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور ۱۱۶۹ھ کے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سن گیارہ سو اوپر انچاس سال ‏ ‏ ‏ ‏ سبز بانا قادر اکا لہو میں لال

ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے ؎

ہزار حیف نین شاعران دکھن ‏ ‏ ‏ ‏ سوروحی و مرزا و قادر نہیں

---

[1] یہ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

اس سے واضح ہو کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ۱۱۶۹ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہو چکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر افسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بندیا قادرا بدتل کون مرا پہونہ تب نجہ سون
چلیا منجہ چہوڑ کس پر تون کہو یاران صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہر حال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کر سکتا۔

قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجمانی کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ہوا شہرت محرم میں یو غم ہے شاہ عالی کا | کہ ہے فرزند پیارا وہ دونو عالم کے والی کا
چھپا ہے دین کا چندر کہ جس کے سوگ سون جگ پر | فلک ہر ملک میں تانے شمیانا رات کالی کا
ستارے سب یہ قدسیان نے ملا کر سب گگن اوپر | حسین کے عرس کون بہاندے ہے منڈف موتیاں کی جالی کا
نہیں یو اشک شبنم سون کہو لے ہیں آہ کے گل ہو | دیکھو غم کے چمن میانے لطافت غم کے مالی کا
قیامت کا نمونا قادر تزلزل جب کرے ظاہر | مجھے تقوی تب آخر ہی حسین سرورے عالی کا

دیگر مرثیوں کے بعض شعر:۔

آج سرور چلے ہزاران حیف | شہ کا ماتم ہے دین داران حیف

غم سوں قاسم ہو بیقراران حیف | نو عروسی پہ دکھ کا باران حیف

- - - - - - - - -

سن کے جلوا جو توں کہا قادر | جب کا جگ میں یو غم ہوا ظاہر
رویں زہرا بلا انو خاطر | حیف صد حیف صد ہزاران حیف

دیگر

آج اپنے سن غمزدہ کر ہائے حسینا | پاپا تم کوں پیار سوں کل لائے حسینا
جہوجی رن میں پیاس سوں نہیں دوکہ پائی حسینا | (؟) لہو میں سروں پانو لک سب بہائے حسینا

- - - - - - - - - -

یہ دوکہ بھاری قادراں دل میں بادی | سینے غم کے بہن یو پہر چہپائے آدی
پھر پھر ریخوان تیں سوں سب عمر بہادی | ایسی غربت سو دیکھی دوکہ پائے حسینا

حسین و حسن پر ہے دائم درود | نبی کے نیں پہ دائم درود
علی کے رتن پر ہے دائم درود | کہو پنجتن پہ ہے دائم درود
توں ہی شاہ مقبول درگاہ رب | توں عالی خدا مصطفےٰ کے سبب
محبان تیرے سب کتیں روز و شب | سو تجہ کلبرن پہ ہے دائم درود

- - - - - - - - - - - -

حسینا کرم کر یو قادر ادپر
تیرے پیرہن پہ ہے دائم درود

مرثیہ روحی

روحی کے مرثیے بھی اڈنبرا کی بیاض میں اور کیمبرج کی بیاض میں موجود ہیں اول الذکر میں پانچ اور آخر الذکر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چھ مرثئے دستیاب ہوئے ہیں۔ تذکرہ قایم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدرآباد کے پیرزادے ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثئے بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر۔

آج غم ناک ہیں چمن کے گل | بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غم زدہ سینہ داغ حیران ہیں | نرگس و لالہ یاسمن کے گل
یوں نہ لالے شفق کے دستے ہیں | لہو میں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل
جب سنے شہ کی بات مجلس میں | جل بوجھے شمع انجمن کے گل
نقش پا دیکھ دل ہوس رکھتا | سر پہ کہنے کون تجہ چرن کے گل

خوش لگے تجہ طبع سیں اے روحی
دل کے باغان منے سخن کے گل

دیگر

فرمان سوں جب شاہ کے قنبر لے آیا ذوالفقار
لے نام بسم اللہ کا تب شہ اوچایا ذوالفقار

وہ شاہ دلدل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا
نیر کا سینا اُوا اُس خوف سوں جب شہ دیکھایا ذوالفقار

ردحی تجے جس وقت کچھ مشکل اچھے تو صدق سوں
کہہ لافتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار

دیوان حسینی (مراثی ہاشم علی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۷۹) خط نسخ
کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مراثیے حضرت علی، آنحضرت اور حسین مصنف ہاشم علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشم ولی اور قایم کے پہلے گذرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیجاپور میں رہتا تھا ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۶ھ میں زندہ تھا ایک اور سنہ (۱۰۴۶ھ) سے جو ورق (۳۵) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی سنہ میں ہوئی ہے۔ ہاشم شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا اس بیاض میں چند اشعار کاظم اور قادر کے بھی شامل ہیں"

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشم علی حسینی اس میں صرف اماموں کی تعریف میں نظمیں اور مرثیے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ۲۱۲"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثیے ہاشم علی کے نام سے دو جلد درج کیے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر شعراء کے مرثیے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشم علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ ۱۱۴۶ھ ہے نہ کہ ۱۰۴۶ھ مگر چونکہ کاتب سے سہواً ۱۰۴۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کیٹلاگ نے دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے متعلق ایتھے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مکمل مجموعہ خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے برہان پور میں ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ع میں موجود تھے اور ۱۰۵۶ھ میں بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ ۱۰۴۰ھ ہے" (۲۸۹۸ ایتھے)

اسی صراحت کے باعث مولف کیٹلاگ اڈنبرا کو دھوکہ ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔

ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں کی ۱۱۴۸ھ میں وہ خاصا مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثئے سننے کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے ۱۱۶۹ھ تک ہاشم علی بقید حیات تھا۔

ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۱۷۵) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس درد نامہ کا حساب غین و قاف و سین و طا آیا رقم اندر کتاب
سن کے یو تاریخ کون سینے میں سال ہوتا کباب ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے بین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۶۰ + طا = ۹ = (۱۱۶۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے جو ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھا اس سے بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۰۴۹ھ نہیں ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو "دیوان حسینی" سے موسوم کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

تون لکھا ہے کربلا کا یو بیان ہاشم علی
ہے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزل کی طرح مرثیئے بھی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیئے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیٹلاگ نے حوالہ دیا ہے وہ درج کیجاتی ہے۔

یہ عبارت مرثیہ نمبر ۲ کے عنوان کے ساتھ فارسی میں درج ہے۔

"از جملہ تفضلات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر ایمانی حافظ فضل الدین درعالمِ رویا بتاریخ بیستم ماہ مبارک ۱۱۴۶ھ یک ہزار (؟) چہل ہشت مشاہدہ نمود کہ گویا پایۂ الاوہ آنحضرت نشستہ ومحبان جمع شدہ اند کہ یکایک از شکل ضریح منور صدائے برآمد حاضران مجلس ہمگی بہ تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب بہ سینہ نہادہ بجہۃ استماع نداے روح افزا یعنی سراپا گوش کشید کہ بار دیگر آواز برآمد و نام قایل بیان غم برزبان راندند کہ کجاست چون این کمینہ را نیز درآن محفل حاضر دید کہ با نیاز تمام سررا قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ ایستاد بار سیوم حکم عالی صادر شد کہ آن مرثیہ "واویلا" را بخوان حسب الفرمان وحی ترجمان شروع بخواندن نمود کہ ازان خواب بہ بیدار شدہ این پایۂ ملخی است کہ در بارگاہ سلیمانی وصول شدہ"

اس صراحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

علی اصغر کا ماتم :-

آج پر خون کفن ترا اصغر | آج سوکھا دہن ترا اصغر
لال ہے گلبدن ترا اصغر | حیف یو بالین ترا اصغر

کیوں ہیں زلفاں کے بال تاروں تار | کیوں گلے سیں لوہو کے جاری ہار
تجہ کوں سوتے کبھو نہ لگتی بار | حیف یو بالین ترا اصغر

اڈٹھ گلے کا لوہو دہو لاؤں میں | نیند آتی تجھے سولاؤں میں

چل ترا پالنا جھولاؤں ہیں   حیف یو بالین ترا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدہر ہیں کیا کرون یہ گو د خالی لے پہروں
پہر اصغر اصغر ہیں کہون کس کا جھولاؤن پالنا

یہ دیکہ میرا حال تون توڑی ہون سر کے بال کون
ہیں دل کی حالت کیا کہون کس کا جھولاؤن پالنا

تجہے کہیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تہی سن تیری
نہیں چین مجکون بن تیرے کس کا جھولاؤن پالنا

نہیں بہولے مجکون تو کبہو تجہ یاد کرتے ہیں رہون
رو رو کے تجہ بن دن بہرون کس کا جھولاؤن پالنا

یہ بہن تیری غمگسار بیٹہی ہے روتے زار زار
تون اوٹہہ سکینہ کر پوکار کس کا جھولاؤن پالنا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :۔

دو دو صغیر موت اپسکی دیکہی عیان   کہتے تہے بیکسی سون کہ اے حارث لا امان
زلفان کون کاٹہہ بیچ ہمن کون جو بندیان   منظور ہے اگر تجہے سیم و طلا کتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سو تہا پدر   ہیے ماں ہماری آج مدینہ میں منتظر
تون کر رحم سون ہماری یتیمی پہ کر نظر   امید رکہہ شفاعت روز جزا کتین

ہرچند کرتے عجز وہ طفلان خورد سال | اون کون کہا لعین بد افعال بدخصال
ہیگی نجات تم کون میرے ہاتہہ سون محال | بہیجون کا آج تم کون میں دارالبقا کتین

دہوے ہیں ہاتہہ تب وہ اسیران جان سین | قطع امید کرکے وہ سب خان مان سین
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سین | مہلت دے ہمکون سجدہ کرین تا خدا کتین

فرصت نماز کی وہ شقی نے نہیں دیا | شمشیر از نیام نکالا وہ بیحیا
ہر ایک کہیں کہ سر میں توں اول میرا لگا | نہیں تاب دیکہنے کا مجہے سر جدا کتین

قاسم کے مرثیہ میں دولہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ سیں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دولہن | دامن پکڑ کے لاج سون انجہوان بہرے نین
مت چہوڑ کر سدہارو تم اس حال میں ہمن | تم بن رہے گا ہائے یہ سوتا بہون مرا

کیسی یو کدخدائی کیسی ہے یو برات | آتا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات
گہر کون نہ لے گئے ہو نہ بولے ہو ہم سون بات | دیکہا نہیں جمال کون بہر کے نین مرا

اس کربلا کے بن میں اکیلی میں کہون رہون | تجہ باج میں جہان میں پہر امید کیا دہرون
جد کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہائے پہرون | تم اپنے ساتہہ لے کے دکہاؤ وطن مرا

. . . .

قاسم کہڑا اتہا روتے نین سن دولہن کی بات | غمناک اپنا دیکہہ کے دامن دولہن کے ہات
تب آہ درد ناک سون بولا دولہن کے سات | اے بوستان راحت و سرو چمن مرا

مجھ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار
تیرے فراق سات میں جاتا ہوں اشکبار
میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کردگار
حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا

ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کروں
نہیں ہے امید رن سے پھر آکر تجھے ملوں
جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راستی کہوں
وعدہ ہوا ہے حشر میں تم سوں ملن مرا

ایک دوسرے مرثیئے کے چند بند ملاحظہ ہوں :—

لے گئے آج کدھر تاج شہیداں کہاں
رن میں تن سوں جدا کر سلطان کہاں
کاں گئے زلف معنبر کوں پریشاں کہاں
نیزہ اوپر کیا ظالم نے نمایاں کہاں

جوں شفق بیچ ہویدا دیکھو خورشید مدام
لوہو بھرا نیزہ اوپر تھا سر پر نور امام
سر کو لے جاتے یتیماں کی تو زاری سوں تمام
یہ قیامت ہی سر اوپر وہ شفیعاں کہاں

شامیاں شام کوں جاتے تھے لئے اہل حرم
سر اوپر راہ میں کرتے تھے سبھی جور و ستم
ہائے کیسے تھے مسلماں نہ محمد سوں شرم
کفر کے کام کیا جاوے ایماں کہاں

جلتی دھوپاں میں یتیماں کوں دئیے رنج سفر
نہ خورش ہائے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہے خبر
راہ منزل میں نہ تھا توشہ مگر خون جگر
شہ کا غم اون کا رفیق ہور رہا ساماں کہاں

ایک دن شام تلک دیکھی نہ بستی کا نشاں
وہ یزیداں رہے حیراں کہ ہوئی رات عیاں
سب حرم روتے کہے ہائے نہیں ہم کوں مکاں
کاں رہا حیدر کا مدینہ یو بیاباں کہاں

چوطرف دیکھے جنگل میں کہ ملے جائے پناہ | جان رہیں اہل حرم اور سر سلطان و سپاہ
کیتے ساعت وہ پھرے حال ہوا سب کا تباہ | پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہاں

تب کھڑے رہ کے پکارے وہاں سردار حصار | ہے یزیدی سبھی لشکر یو کھڑا کھول کواڑ
ایک راہ ہم کوں تیرے قلعہ میں لاکے اوتار | صبح میں لیکے چلیں گے تیرا احسان کہاں

دیگر

یا مصطفیٰ چلو تم صحرائے کربلا میں | فرزند حسین ملو تم صحرائے کربلا میں
دردا اہل وا ویلا ہی العطش کا فریاد | تدبیر کچھ کرو تم صحرائے کربلا میں
در خاک و خون ہے سرور خستہ بدن وہ بے سر | لے سینہ پر دھرو تم صحرائے کربلا میں
ہژدہ ہزار کافر اون میں اکیلے سرور | انا فتحنا پڑھو تم صحرائے کربلا میں
اے مرتضیٰ تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ | دلدل اوپر چڑھو تم صحرائے کربلا میں
خیر النسا کھڑی ہیں سرور حسین پڑے ہیں | اون کی طرف دیکھو تم صحرائے کربلا میں
کھولے ہیں سر کے بالاں حق کن ہوئے ہیں نالاں | آیا غضب سنو تم صحرائے کربلا میں
ہنسکی برات قاسم اندوہ درد و ماتم | اے شاہ لے چڑھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی یہ ماتم سنکے رہا ہے دائم
یو مرثیہ لکھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تھا اس کے استادی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقع نگاری اصل سماں پیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان صاف اور سادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہمعصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

مرثیہ امامی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے اس کے مرثئے ڈرامائی اثر رکھتے ہیں اور پھران کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھہ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا؟ کہاں پیدا ہوا؟ کس کا شاگرد تھا۔

مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل ہیں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمن اوٹھیں گے | سب انبیائے مرسل پر غم حزن اوٹھیں گے
حیدر علی لوہوسوں آلودہ تن اوٹھینگے | لیتے لوہو کے ہلکان ہے ہے حسن اوٹھیں گے
آلودہ خاک و خون میں دندان مصطفےٰ لے | لوہو سون تر بر سب دستار مرتضیٰ لے
ٹکڑے حسن کے دل کے جا با حسین کالے | تربت سین فاطمہ جب لے یو برن اوٹھین گے

دریائے غم میں ہرگز کرنا نہیں غواصی | ہر چند توں امامی عالم منی ہے عاصی
امید تو توی ہے پائیگا توں خلاصی | کرنے کتیں شفاعت جب پنجتن اوٹھینگے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج | مظلوم کربلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سوں مومناں کو ہوا پیچ و تاب آج گویا علی کے گھر کا کھولا غم کا باب آج

تھا آئینہ رسول کو درشن حسین کا
ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسین کا
رخساں کے جواہراں میں دِسے تن حسین کا
دستا ہے جوں شفق میں نول آفتاب آج

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو | کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یو
مینا سے قد کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو | سنگیں دلاں نے ظلم کی پی کر شراب آج

- - - - - - - - - - - -

یارب بحق خواجہ کونین مصطفےٰ
یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ
یارب بحق جملہ اماماں مجتبیٰ
برلا ہر یک مراد اماں می شتاب آج

(۱) اکبری۔

شہ کے ماتم کا سن سخن افسوس | غم سوں نیلا ہوا گگن افسوس
ہوئیں دوبا ہے سب چمن افسوس | گل نے رنگین کیا کفن افسوس

اکبری جب یو مرثیہ بولے | سب سینے کے کیواڑیان کھولے
گوہر اشک رات دن رولے | جب سوں جاری ہوئیں (۹) افسوس

(۲) اصغر۔

جب چڑے لڑنے کون قاسم تب کہے رو رو دولہن
اے نجومی سانچہ کہہ کس وقت یہ لاگی لگن
تھے کھڑے کیسی یو مجہ کون چھوڑ گئے ابن حسن
تخت چڑتے بخت اولٹے یہ ہوا کیا سکن

ختم کر اب مرثیہ کوں بول او ٹھا رو رو شتاب
دولت دنیا و دین سوں مجہ کون کرتا کامیاب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابو تراب
اصغر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چرن

(۳) ابو تراب۔

غم گیں گیا جہان سین شبیر ہے دریغ | اس دن کہ سوں کائنات میں دلگیر ہی دریغ

زاہدی نے ملک دل کوں سہسہ لیا بزور | غم نے کیا ہے سینہ کوں تسخیر ہے دریغ

یوں کر پھرا ازل ہیں قلم اے ابو تراب | پھرتا نہیں کمان سیں چھوٹا تیر ہے دریغ

(اڈنبرا)

---

(۴) افصح - تذکرہ شعرائے دکن ملکاپوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

رہنما ہے تو جہان کا یا امام | پیشوا سب انس و جان کا یا امام

ظاہر و باطن تو ہی ہے آشکار | کیا کہے افصح عیان کا یا امام

---

(۵) اکبر۔

ہے ہاے قاسم ہے ہائے قاسم | مارے تجھے کیوں ہر ہائے قاسم

قاسم کوں یا اکبر رونا ہی آج اکبر | یہ غم ہوا جگر پر ہے ہائے قاسم

(کیمبرج)

---

(۶) احمد۔

صلواۃ بر محمد صلواۃ بر محمد | ہر دم بدم ہزاران صلواۃ بر محمد
یعقوب علی کے گہن کا موتی نبی کے من کا | زہرہ فاطمہ کے تن کا صلواۃ بر محمد

بیتلان ستیان کے کہوں ان موتی مدن کے ولاں | احمد سدا جو یوں بولاں صلواۃ بر محمد

(کیمبرج)

---

(۷) انقی ۔

تجھ غم سوں خم ہوا ھے گگن یا حسن حسین
روتا ہی روم شام ودکھن یا حسن حسین

سب جوہری ہوئے ہیں عزیزان جہان میں
تم ہو گوہر و لعل یمین یا حسن حسین

نیزہ پر آفتاب جب آویگا حشر کون
انقی پہ سایہ کرنا تمن یا حسن حسین

(داڑ ہنرا)

(۸) تحقیق ۔

قاسم اس رن میں بنا بن کے چلا جاتا ہے
تار سہرے کے دیکھو سرین چھڑا جاتا ہے

بولے یوں بیوہ دلہن دولا میرا جاتا ھے
گہر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ھے

سونا گر ہے تمہیں دولت ایمان کی طلب
نعمت فیض ہے اور بخشش یزدان کی طلب

رات دن دل پہ رکھو دیدہ گریان کی طلب
غم یہ حسین کا تحقیق سنا جاتا ھے

(داڑ ہنرا)

(۹) تقی ۔

اے فلک ہائے یہ کیا ظلم سرا دی ھے
کون کون آج تیرے ہات حسین فریادی ھے

کربلا میں شہ کونین کے گہر شادی ھے
کیا اوسی گہر یہ یہ خونریزی و جلادی ھے

شہ کے مداحی کا ہی فخر تقی کون یاران
نہ دم شاعری نہ دعوئے استادی ھے

(داڑ ہنرا)

(۱۰) تراب ۔

العطش اے فوج اعدا العطش
العطش یک شربت ما العطش

آب خون شد بر محبان اے تراب | العطش ناہست دنیا العطش

(اڈنبرا)

(۱۱) جلیل۔

محرم چاند پھر آکر دیکھایا شام کلفت کون | شتا غم کی گھن میں آمد ہے رسالت کون
جو شہ کا مرثیہ خوان ہے اُسے کیا ڈر گنا ہان کا | جلیل آے حسین ابن علی تیری شفاعت کون

(کیمبرج)

(۱۲) حمیدی۔

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی | غم سون جگ ہوتا ہے برہم یا علی
اوس دک کہوں افسوس کر جگ میں سدا | جوانجہو جہڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمیدی شاہ کا سوں امیدوار
دے مرادان قبلہ عالم یا علی

(اڈنبرا)

(۱۳) داس۔

مارے ہیں ظالماں نے نبی کے رتن کون آج
گہائل کئے ہیں سورن میں مبارک بدن کون آج
لوہو منے نہلائے سو اوس گل بدن کون آج
ویران کر ظلم سے تے اون کے وطن کون آج

منظلوم ہو گیا ہے جہان سون وہ شہ سوار
شہ کے دو کہون سین داس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے یو دریغ سین زار زار زار
مارے ہیں ظالمان نبی کے رتن کون آج

(راڈ نبرا)

---

(۱۴) ول۔

آج نبی سون غمزدہ کہن ہاسے سینا | تم کو پالا مہر سون کہے والے حسینا

- - - - - - - - - - -

دل جو یا دل دانت کر سب تم برسائے
دہاران لوہو کی تیغ سو برسائے حسینا

(کیمبرج)

---

(۱۵) ندا۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جلولی سیں کو یاران شہیدون کا کوارا ہی | بچشم یون دل سیں رورو کہ یہ تابوت پیارا ہی

- - - - - - - - - - -

جو رازکو ترکے پیالی بہر کر نالا کہتا نہیں رورو کے
حسین سرور چلو جگ سون خدا تمنا کو بلایا ہی

(کیمبرج)

---

(۱۶) سید۔ تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

اوس خاصہ خدا پر بولو سلام یاران | اوس لائق ثنا پر بولو سلام یاران
اوس ذات مصطفے پر والیل اذا سجا پر | والشمس والضحا پر بولو سلام یاران

- - - - - - - - - - -

اوس فیض جاوداں پر فیاض مومنا پر | سلطان دو جہاں پر بولو سلام یاران
اوس ہادی ہدا پر اوس پیر مقتدا پر | اوس کامل الدعا پر بولو سلام یاران

خالق کے طالبان پر احمد کے نائبان پر
سید کے صاحبان پر بولو سلام یاران

(راڈنبرا)

(۱۷) سیدن۔

ماہ محرم میں دیکھو چندا ہو مالے آئیا
تارے گگن کے کوند کر سہرا جو شہ کون لا آئیا

کنکنا ستم کا باندکر دو کھہ کا اوبٹنا تنکون لا
حیرت کے چوکے کے اوپر انجہوان سین تن نہلائیا

سیدن سفا شہ کا سدا امیدان تر کرنے بدل
نینو کے شکا اشک سون بہر بہر کے نت چھرکائیا

(راڈنبرہ)

(۱۸) سرور۔

آیا ہی چندر گہن پر ماتم کا | دہوم اوچا چو کدہن پر ماتم کا
پانی سرور حسن کون پلا یا | زہر بہیدا تن میں پر ماتم کا

سرور شہان کے غم سون اس جیو کون
فدا کیا ہے چرن پر ماتم کا

(راڈنبرا)

(۱۹) سری -

مادِ محرم گھن پڑن کا شور ہوا سب غم کا | جگ میں غم پر گھٹ ہوا یا ہانک بجا ماتم کا
کنج حقی سوں شہ کے غم سے آگ لگی ہے جگ میں | تن میں دل انگار ہو سلگا یا دلسکا یک دم کا

- - - - - - - - - - - -

ندا الست بربکم سن قالو بلا کہے سو | وہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
من رانی فقد رءا الحق سن سروں سوں ڈکی | سری اب کیا پھر پھر پوچھے معنی اسم اعظم کا

(راڈ نمبرا)

---

(۲۰) سلیمیں -

بانو کہیں اب تجھ بنا یو حال دکھاؤں کیسے | اصغر میرا روتا نہیں میں آج سمجھاؤں کیسے
جب وہ دولارا گود میں روتا تو میں لاتے گلے | وہ آج دستا نہیں میں اب گلے لاؤں کیسے

- - - - - - - - - - - -

کہتا سلیمیں آرزو کریو شفاعت حشر میں
تم بن وسیلا اے نبی حق سامنے لاؤں کیسے

(راڈ نمبرا)

---

(۲۱) سلیمی -

وطن آپس کا سو ویران کر خدایا کیون | حسین ابن علی کربلا بسایا کیون
ہزار بار لکھی لکھہ کہ کوفیان دغا | نبی کے آل کو ہے ہے یو لو کھپایا کیون

- - - - - - - - - - - -

یہی مدام سلیمی کے دل میں ہے افسوس
کہ ہائے شہ کے گلے پر خنجر چلایا کیوں

(راڈ نمبرا)

---

(۲۲) شرف ۔ اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

جا جبرئیل شہ کے خبر کر یاد سون کہہ ۔۔۔ احوال آن شاہ رسل انبیا سون کہہ
غربت بیکسی کون تون مشکل کشا سون کہہ ۔۔۔ تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سون کہہ

دنیا کے اس چمن میں شرف بول بار بار ۔۔۔ بلبل نمن یو شور و فغان کر ہو زار زار
آل عبا کا درد جو تہا دل میں خار خار ۔۔۔ ہردم ہزار بار شہ اولیا سون کہہ

(راڈنبرا)

(۲۳) شیدا۔

شہر بانو رو رو پوکاری ہائے اصغر کان گیا ۔۔۔ داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلبر کان گیا
یک گھڑی میں تل اوپر کر میرا گھر کان گیا ۔۔۔ پالنا سونا پڑا ہے ناز پرور کان گیا

ہاتف غیبی نے شیدا مجہ گیا ہی یوں پوکار ۔۔۔ دوستی آل نبی کی رکھہ کہ ہونگا رستہ گار
دولت دنیا کی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار ۔۔۔ دیکھہ توں جمشید و دارا و سکندر کان گیا

(راڈنبرا)

دیگر

سواری آج ہے شہ کی دیکھو یاران محرم سون
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکھہ درد ماتم سون

....

....

شفیع امتاں کا غم لگا ہے تیرا اے شیدا
تمیں فوراہ خون ستہ ہزاروں داغ جگر سون

(کیمبرج)

(۲۴) صابر۔

اہل حرم سب روتے پھر آویں حسینا | چاند سا مکڑا اپنا دکھلا دیں حسینا
ہمکوں اکیلا چھاڑ کے کٹ جاویں حسینا | آ کے تیمیاں اپنے کل لا دیں حسینا

بی بی سکینہ روندی سمجھانویں حسینا

چاروں طرف سوں آپڑے دشمن گے گھیرے | یار و برادر سب شہید آج ہو گئے تیرے
لوٹینگے اندر کربلا حیدر کے ڈیرے | حضرت کلثوم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سوں سن جاویں حسینا

تیرے در پر آپڑا یو صابر مسکین | دکھ سوں غم سوں درد سوں دل جان غمگیں
روتا ہے ہر دم درسوں اوسکوں ہوں آمین | دل کی مراداں بخش کر بخشش ایمان اور دین

اوسکے مطالب لطف سوں برلاویں حسینا

(راڈ نبرا)

---

(۲۵) صلاح۔

اے محباں بے سبب مارا گیا سلطان چرا | خاندان احمد مرسل ہوا ویران چرا
پردہا آیا و اسباب الم موجود شد | آب نہر و بن با وجود این ہمہ ساماں چرا

لطف شاہ کربلا ہے شامل حالت صلاح

روز محشر می شوی محروم از احسان چرا

(راڈ نبرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع | یادگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذتے از زندگانی نیست مجکوں اے صلاح | زانکہ میرا ہادی و رہبر گیا ہے الوداع

(کھمبرج)

---

(۲۶) صوفی۔

ادس کربلا کے بن میں ہے گم ساں جدا جدا
زخمی ہو تڑپتے ہیں شہداں جدا جدا

دھر کہیں پڑا سیس کہیں دست و پا کہیں
ہر یک لوہو کے تہل میں ہے غلطان جدا جدا

ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف
صوفی ہے ہر دو نام کا فراں جدا جدا

(راڈنبرا)

---

(۲۷) صالح

افسوس گزارن میں دو جان جہان آج
پیاسا گیا مارا دو جگ کا پران آج

منقول ہے جب لے چلے اولاد نبی کون
دکھلا ئن شہیدان کی شہادت کے مکان کون آج

جب حضرت زینب کی پڑی رن میں نظر جا کے
یک بار گری اونٹ سوں بھائی کون پہچان آج

بیتاب ہو نعرے سوں پوکارے کہ میرے بھائی
چون چاند گیا اپنی شہادت سوں قرآن آج

اے سید کونین تون صالح پہ نظر کر
روتا ہے کھڑا غم سوں ترے بادل و جان آج

(راڈنبرا)

---

(۲۸) صفی۔

رہا ہے شہر ماتم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا
شہ سلطان عالم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا

صفی از سوزش قاسم جلا ہی سینہ عالم
ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہی بیاہ قاسم کا

(کیمبرج)

(۲۹) طاہر

یا علی رن سیں حسین اپنے نبی کوں لانے تم چلو
سر جدا تن سیں پڑا اوسکوں ملانے تم چلو
زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو
خاک و خوں سینہ بھرا اوسکو دھولانے تم چلو

روز محشر کوں اوٹھہ آویں گے خلائق مل کے سب
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیوینگے جب
شاہ دیں سرور حسین نامے کتیں کہو لینگے تب
لطف سیں آج طاہر کوں چھوڑانے تم چلو

(راڈ نبرا)

---

(۳۰) عین الدین۔

شہ بن روتے آج کیوں سردار سکینہ	داغ جدائی کا گلے کر ہار سکینہ
شہ نے کہا ہے کربلا گلزار سکینہ	روکے آپ سکون یون کہا ہر بار سکینہ

قید بلا میں دیکھہ اہل بیت کوں یارب	کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشر سب
عین الدین تو حیدر کا کہون دل نہ جلے اب	شمع صفت ہے نخل آتش بار سکینہ

(راڈ نبرا)

---

(۳۱) علی

اے دوستان امام امم پر کہو درود	بحر سخا و کان و کرم پر کہو درود
ناحق کیا شہید بہ زہر و دگر بہ تیغ	دو کشتگان جور و ستم پر کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم
اوس نکتہ دان لوح و قلم پہ کہو درود

(راڈ نبرا)

(۳۲) عترت۔

اوس شاہ رہنما پہ بولو سلام یاران | اوس قبلۂ دعا پر بولو سلام یاران
محبوب مصطفےٰ پہ زہرہ کے دلربا پہ | حیدر کے مہ لقا پہ بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پہ آئینہ خدا پہ
عترت سکے گدا پہ بولو سلام یاران

(راڈ نبرا)

(۳۳) عسکری۔

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہونچا سلام | لائق حمد ثنا کون جا صبا پہونچا سلام

عسکری ہیں عالم علم لدنی باکمال | عارفان کے تاج کو جا صبا پہونچا سلام

(راڈ نبرا)

دیگر

حیف انیا (؟) سون شہ عالیجناب | العطش کہتا گیا ہو بہر آب

(کیمبرج)

(۳۴) عطا۔

محرم کا بھی چاند آیا دریغا | غم شہ کے ماتم کی لایا دریغا

خبر شہ کے غم کی سبون کون سوتایا — فلک سوں دو عالم پہ ڈہایا دریغا

کہا مرثیہ شہ کا دو رو عطا نے
سو نا کر جہان کون رولا یا دریغا

(راڈ نمبر ۱)

(۴۵) عنایت۔ تذکرۂ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا
جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون لعل و گوہر
جوش کہا خون دل سوں ادبلے ہیں قلزم ہوا

غم ہوا تجہ ہیں عنایت تو شہی غم ہیں ہوا
اس غم انکے کوئی غم نہیں غم مجہ پہ تو قائم ہوا

(راڈ نمبر ۱)

دیگر

شہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی
لہو لالاں سنے رو یا سو ہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دل کے ریزے کر لوہو ہیں تر کیا سالم
مگر زنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی

(کیمبرج)

(۳۶) عارؔف چمنستان شعراء میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یو دوکھ ہے بھاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو
علی کے نینان سون اشک جاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سون ملک ہو گریاں فلک پہ جل بل جگر ہو بریاں
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف شہاں کا ماتم حسینو کے غم سون دو جگ ہی برہم
لگے ہیں دل پر بچن کٹاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

(داڈ نبرا)

---

(۳۷) عزؔ۔

واتظلما تشنہ لب گیا شاہ کربلا واتظلما | شیون از زمیں تا فلک پڑا واتظلما واتظلما
سامعتے شنو قصہ ستم میکنم بیان واتظلما | کمر زن سین شاہ دین حسن آب سم پیا واتظلما

عزؔ تا مکن پیش ازیں رقم شعر این ستم واتظلما
طاقت نماند از زبان دگر تا جگر جلا واتظلما

(داڈ نیرا)

---

(۳۸) عابدؔ

جب دشت کربلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے | تب تہیں دو جگ میں یاران یو کھلبل پڑی ہے
ماتم کی ہانک وشہ گر پاتال لک خبر دے | ساتوں طبق گگن پر یک پل میں جا چڑی ہے

کینچن خوشی سون نہ دن ماتم سون شہ کی یاران | دل ہوش میں کلا نے یو غم اکن پڑی ہے

عابد کے دو نین یوں میں غم سوں اشک ریزاں
برسات میں جوں ساون بہادوں کی نت جھڑی ہے

(راڈ نبرا)

(۳۹) عزلت - جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے - انہوں نے مرثئے بھی لکھے ہیں -

وا مصیبت مصطفےٰ کا جان آج — خاک پر بے سر پڑا بے جان آج

....

ہے غلام اے شاہ عزلت نت ملول
دے اثر اوسکے سخن کوں یا رسول

روح الامین کوں حق نے کہا کربلا کوں جاؤ — میرا سلام فاطمہ کے لال کوں سناؤ

(راڈ نبرا)

(۴۰) غلامی - کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے - مگر مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے - دورِ آصفیہ کا یہ بڑا زبردست مرثیہ گو تھا -

دوہرا غم آکے گھیرے گا شاہ زمن کوں آج | جلوہ میں کیوں بٹھاتے ہیں ابن حسن کوں آج
گھونگھٹ میں سوگ آن پڑیگا دولہن کوں آج | قاسم خدا کیواسطے مت جاتوں رن کوں آج

غلطاں بخوں ہوئے ہیں سب احباب اقربا | باندہے کمر نہ بہر شہادت وہ مقتدا
قاسم نے اذن حرب طلب کرکے یوں کہا | عمو نہ جاوان کوں رضا دو ہمن کوں آج

رحلت کے دن پدر یو وصیت کیا مجھے — تجہ پر نثار ہو نے نصیحت کیا مجھے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یہ سن انجھو سیں شہ نے کئے پر نین کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیرے مجھے بہی جو کے وہ نامور
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کر صبر | یو بات کر طلب سکئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نوجوان | ہل من مبارز اہل ستم بولے ناگہان
دست عروس چھوڑ کے قاسم ہوئے روان | بولے خدا کون سونپیہ چلیا ہوں تمن کون آج

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی رحاسدان | آل عبا سیں توں مدد مانگ ہر زمان
دکھلاویں کربلا تجھے آخر دو سروران | جو آرزو ہے کہہ توں حسین و حسن سوں آج

دیگر

آج بے سر بدن تیرا قاسم | بن میں غلطاں ہے تن تیرا قاسم
لہو بھرا پیرہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کربلا میں اوسے بولا شاہا
ہے ازل سوں غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیگر

یاران جہاں سیں آج شہ کربلا چلے | دنیا سیں یادگار رسول خدا چلے

(ادھورا)

(۴۱) غالب۔ تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم ہے چاند ماتم کا | ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا | یعنی سر اسم اعظم کا
او شہ دین پنا امام حسین | مظہر حق شفیع آدم کا

زخم کاری ہو غم کا اے غالب
لا دوا ہے چہ سود مرہم کا

(راڈ نہرا)

---

(۴۲) غمگین۔

آج نکلا پھر گگن پر غم سوں خم ہو یوں ہلال | کربلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
تہا حسن کے باغ جان کا شاہ قاسم نونہال | تخت جلوہ کے گگن میں چھوچھ مکھنا کہ پہ ڈال

- - - - - - -

آج غمگین برج بارہ دکھ سوں روتا آسمان
آج ہے سرزا عرش کرسی اور زمیں کے سیہ حال

(راڈ نہرا)

---

(۴۳) فائز۔

کئیں شاہ زین العباد کیا کرو گے | میرے بعد ہو ئیگا جفا کیا کرو گے
کٹے گا میرا جب گلا کیا کرو گے | مجھے دیکھ تم سے جدا کیا کرو گے

- - - - - - -

ہے فیض شاہ شہ سوں فائز نے پایا | کہ سیاہ ٹل شہ کے غم میں جلایا
فائز جس کے من بسے سرور کائنات نگ | دین دنیا کا کہا پرائے........ (؟)

---

(۴۴) فتح اللہ

دن بیاہ کے شامیاں نے قاسم نہ کون مارا | بستا جو گھر حسن کا کر ظلم سون اجارا
دولہن نے توڑ سہرا سر پیٹ یون پوکارا | کہون میں چھوڑ مجکون دولا کہاں سدہارا

- - - - - - - - -

گریاں ہو فتح اللہ کہنے سون اس بیان کے | روتے ہیں وا حسین کہہ مخلوق دو جہان کے
اس دو کہ سون جہک پڑے ہیں یا طبق آسمان کے | گویا زمین کے اوپر محشر سے آشکارا

(راڈ نبرا)

---

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے لیکر شہ کے ماتم کی بہار | زخم کاری شہ کے تن پر کہل رہے ہے جو گل انار
خون کی کیاری بہر رہی ہے درمیان کارزار | آج کئیں پہاک سنکلا ہے علی کا یادگار

- - - - - - - - -

شاہ کربل فضل پر دیکھو مدد ہر آن ہیں
آج تجکون خوف نہیں بگذرد از روز شمار

(راڈ نبرا)

---

(۴۶) قایم۔

کربلا کا جب کیا شہ نے خیال | تب ہوئے اہل حرم غم گیں کمال
سب توڑیں رو رو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گا ہمارا کیا حوال

- - - - - - - - -

آج ہے ماتم ہیں قائم دہر تری (؟)
نوعروسی پر پڑا غربت کا حال

(راڈ نبرا)

---

(۴۷) قطب۔

یا نبی شہ کون جا کر بل سوں لانے تم چلو — فاطمہ اور کون موں اسکا دیکھانے تم چلو
آج بانو غم میں ہیں اونکو منانے تم چلو — دے دلاسا اپنے سینے سوں لگانے تم چلو

- - - - - - - - - -

ہو شفیع محشر میں مجکون یا محمد دستگیر — کہ قطب ابن حسن ہیگا گناہوں میں اسیر
حب اہل بیت سوں رکہتا ہوں دل اپنا سیر — ہون شفاعت خواہ میں مجکون چھڑانے تم چلو

(اڈنبرا)

---

(۴۸) قربان علی۔

آج رو رو کہیں حرم سرور چلے سوکان چلے — الوداع ہو نور پیغمبر چلے سوکان چلے
گہر سین وہ دلبر حیدر چلے سوکان چلے — ہو کے پیاسے ساقی کوثر چلے سوکان چلے

- - - - - - - - - -

جگ میں قربان علی پایا اوسی غم سوں شرف — فقر پایا یو سیاہ ہی بانٹتا تازی معترف
روضۂ جد سوں نکل کر شہسوار لو کشف — سید الکونین وہ سرور چلے سوکان چلے

(اڈنبرا)

---

(۴۹) قربان چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پھر آیا ماہ غم افسوس افسوس — شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس

- - - - - - - - - -

نہ تھا در کربلا قربان ہوتا — فدائے آں قدم افسوس افسوس

(کیمبرج)

---

(۵۰) کمتر۔ چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعرار دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین — سرو رہ حیدر گگن کا یا حسین

جم رکہو شہ مجہ اوپر اپنا کرم — ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین

(کیمبرج)

(۵۱) گلذار۔

آیا محرم جگ منے بہی میکہ ڈنمبر سوار ہو — باران رحمت کا ہتی برسے سمان نردہار ہو
گرجے گگن پر میکہ لا کیچہ ماتمی ہو کڑکڑا — بجلی کے انکس کہا کہار روتا ہیزار ون زار ہو
فوجان برہ کے باندہ کر سب مومنانکے دل اوپر — انجہو سون عالم لہو چوندہر کیا گلذار ہو
صف باندہ کر حوران ملک توس قزح کا کر محل — دو نوانکہان کون کہولکر رونے لگا یکبار ہو

پر نور بہاران غم ہوا عالم کون کل ماتم ہوا — اسدلیش بیش و کم ہوا سب ماتم سینار ہو
سینہ چمن کا چاک ہے گل غنچہ سب غمناک ہے — موزے کے موہ پر خاک ہے ہر دم ہزاران بار ہو
رنگین شفق کے جہول کر زنجیر دہارانکی جکڑ — بادل کے ہاتہی چور کر بجلی کے چرخی دار ہو
گلذار غم کا بار ہے جنگل میں سب گلذار ہے — گلذار آتش بار ہے پر خون لالہ زار ہو
خورشید جلیل راکہ ہو بلبل سون جنگی جو جہتی — ڈالے چندر نے گل منے تارانکی کفنی پہار ہو

(اڈنبرا)

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ — خونین کفن حسین کا لادین گے فاطمہ

وار دامید (؟) روز جزئے لطف
کوثر کا جام بہر کے پلاونگے فاطمہ (کیمبرج)

(۵۳) موسیٰ۔

اے صبا آل نبی پر کیا تون لے آئی بلا | اے صبا کاٹیگی کل کربل منے شہنشہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بے سر چلا | اے صبا اہل حرم کا تاج سر ستے ڈہولا

- - - - - - - - -

فاطمہ کے نور دیدون کا تصدق یا رسول | یو دعا موسیٰ کی تجہ درگہ منے رکہہ یو قبول
مہربان ہو داخل جنت کریں حضرت بتول | اے صبا امت کے کارن باب رحمت کا کہولا

(راڈنبرا)

---

(۵۴) مسیحا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سون جاؤ | بیکس پڑا حسین میرا کربلا سون لاؤ
ٹاکے تنگ سے باندہ ہر یک زخم کون سلاؤ | بانو کون کہو کہ غم میں سکینہ کو مت رولاؤ

- - - - - - - - -

ہو کر شفیع کر کے محمد سون التماس
محشر میں یا حسین مسیحا کے تیں چہوڑاؤ

(راڈنیرا)

---

(۵۵) محبان۔

غم سوں دل چاک گریبان نہ ہوا تہا سو ہوا | مینا ایسا کبہی بر کربان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سرور سنو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا | خانہ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

- - - - - - - - -

تازیہ شہ کا عزیزان رکہو دل بیچ مدام | ہوا ہے مرثیہ تازا سنو از صدق تمام
شاہ دین اپنی شفاعت کرین گے روز قیام
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تہا سو ہوا

(راڈنبرا)

---

(۵۶) معتبر خان ۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گرویزی نے کیا ہے۔

مہ تو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے

پچھانا درد کی صورت سو یو ماہ محرم سے

لباس نیلہ گون گردون کر تن پر رنگ ماتم ہے

نپوچھو نرگس بیمار کے انکھیان پہ شب غم ہے

(۵۷) ماتمی ۔ ان کا تخلص پہلے بھی تھا مرثیہ میں ماتمی تخلص کرتا تشفیق اور گرویزی نے (اڈنبرا)
ان کا ذکر کیا ہے۔

کربل کے کشتگان کی خبر لو علی ولی | جنگل کے تشنگان کی خبر لو علی ولی
سردار انس جان کی خبر لو علی ولی | سب اپنے خان دمان کی خبر لو علی ولی

روتا ہے ماتمی ہو تمہارے عزا کون دیکھ
بے نام و نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

(۵۸) معجز ۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نور عین پر کہو درود و سلام | علی کے سرو چمن پہ کہو درود و سلام
اسیر درد محن پر کہو درود و سلام | شہید سرخ کفن پر کہو درود و سلام

ہمیشہ مصرع معجز رہو ازین غمناک
شہیدہ زمین زمن پر کہو درود و سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے محبان شاہ سرور پر سلام | دوشہان امت کے رہبر پر سلام

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام
پہر کہیگا شاہ اکبر پہ سلام

(راڈبنرا)

---

(۶۰) مبتلا چمنستان شعرا اور تذکرہ شعرا دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

غم سوں کملائے سب چمن کے گل | بلکے جل گئے چوکدھن کے گل
حیف یاران کیوں کئے کملا | مصطفٰے کے انجمن کے گل

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مبتلا اس دو کہہ سین روتا
ہر کرد سنے یو نیں کے گل

(راڈبنرا)

---

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سوں شمع شبستانے حسین
سب حرم پر .... ؟ بدل ہے سخت حیرانی حسین
روز و شب تر جگ کون تیری یاد کے او را دہے
ہے دعا تجہ نام کے ہر یک کو سریانی حسین

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کمترین کمتر مصلح الدین تمارا ہے غلام

دم بدم ہوتا ہے تم پر جیو سو قربانی حسین

(داڈ نبرا)

---

(۶۲) کاہن ۔

آیا محرم کا چندر غم کے ترنگ پر سوار ہو
آسمان کے میدان پر آ کر کھڑا خم دار ہو
پوڑی لگی افسوس کے مارے جو نعری آہ کے
اوس شاہ کے درشن بدل ہگیا پھرے بیزار ہو

آ شاہ خواب میں بولے کہن رہ شادمان
ہم دین و دنیان میں مدد تجہ کون ہیں نت شار ہو

(داڈ نبرا)

---

(۶۳) مسکین ۔

جب سون آغاز کیا حق نے دستور سلام | تب سون اول ہو محمد پہ ہی منظور سلام
وو محمد کہ ہنوز آدم و حوا بہی نہ تھے | اوسکون اول سیتے بہجاتا تہا بانور سلام

کاشکہ چہار دہ معصوم کی سب کے طفیل
ہوے اس عاصی مسکین کا منظور سلام

(داڈ نبرا)

---

(۶۴) مدحی ۔

یاران دو جگ کے شاہ پہ صلواۃ سب کہو | معنی لا الہ پہ صلواۃ سب کہو

بھیجے درود مدحی مداح دم بدم
اُن سارے قبلہ گاہ پہ صلوات سب کہو

(کیمبرج)

---

(۶۵) معصوم — تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

آیا دلا محرم سب جا عزا ہوتا ہے | ارض و سما بماتم نیلی قبا ہوتا ہے

تار و زحشر معصوم از قتل شاہ مظلوم | چون شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہے

(کیمبرج)

---

(۶۶) منعم —

کربلا کے ان بہتر شکر شکن کا کوچ ہے
دل کا سیجا یا سوگ کا بولے ہمن کا کوچ ہے

ماتے جیا ہوا کرہا آنسوں سین تن کون دھو رہا
منعم سدا جکدر ہارتیو ہمن کا کوچ سے

(کیمبرج)

---

(۶۷) مستقیم —

تشنہ لب رن میں شکون آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

مستقیم اس غم جان سوز کو گر لکھتا تب
نہ فلک سچہ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

---

(۶۸) مخلص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع ایدوست داران الوداع

مخلص مرن سون تماشا چھوڑیاتھا تے اکنون ہرا
صدبار سراو پہ یہ غم کا ادا الوداع

(کیمبرج)

(۶۹) مواکی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کردبر پا محبان شغل ماتم

مواکی پہ تو ستا ہا لطف کر لطف
بہ ارواحا بخش رادر دو عالم

(کیمبرج)

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور فاطمہ علی و حسن مجتبا نہیں
تنہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا پچھاڑ کہا کے اوٹھی بول سب جنے
بابا تیرا شہید ہو پونچا ہے حق کنے
سوگند ہے خدا کی تیرا بابا پہ جگ منے
درا نہیں دریغ نہیں حسرتا نہیں

کہنے لگا ہی جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے تون بول اس الم میں بیت

دو جگ میں نظر کون بجز حب اہل بیت
مقصد نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(داڈ نیرا)

(۶۷) نادیم - بیجا پور کے مشہور شاعر ہیں۔ آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہے ہے اصغر ابن حسین سونا تیرا پالنا
رو رو بانو کرتے ہیں بین سونا تیرا پالنا
تجہ بن بانو ہیں بے حال ہوئیں بکہرے کیس بال
کہتے ہی ہی میرا لال سونا تیرا پالنا
تہا توشہ کا من کا چاؤ تجہ دکہیا کے من کا بہاؤ
کاری ہی مجہ دل پہ گہاؤ سونا تیرا پالنا
تھا جو تجہ پہ ایسا گھات مجہ کون پی بیجا تاسات
اصغر مجہ سوں کر کچہ بات سونا تیرا پالنا
تہا مجہ دل میں یہ ارمان سالگرہ کرتی سامان
تجہ کون تہا یہ برس تدان سونا تیرا پالنا

غم سوں تیرے روؤں زار اصغر اصغر کرون پکار
جینا مجہ کون ہی دشوار سونا تیرا پالنا
آج ندیم اس غم کے بین کرتا انجہوان بہر کر نین
اصغر شہ کے نور العین سونا تیرا پالنا

(داڈ نیرا)

(۷۲) ندا۔ اسیر نگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

اوئی محبوب رب العالمین اوپر سلام | اس حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک لب خستہ جگر تشنہ دہن مغموم جان | سر بریدہ کشتہ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے ندا ہر روز و شب لسے مدام
شاہ کے قبۂ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(داڈ نمبرا)

(۷۳) نعیم۔

شہ کئیں صبا تو روز جد کوں سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا
سر کاٹ ظالموں نے تن سے جدا کیا ہے | سر تو چلا سفر کوں تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقش بندگی کا
کہنا و و کہ حسین رو روشہ کا غلام کہنا

نو ؟ ؟

(داڈ نمبرا)

(۷۴) ہوشدار۔

آج رو کہتے سب حرم سرور ہمارے کیا ہوئے | احمد مختار کے دو جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہتا یاد کر اپنے کنا ہ ہوشدار | عاصیان کے وہ شفاعت کرنے ہارے کیا ہوئے

(داڈ نمبرا)

(۷۵) ہوشیار۔

کرو افسوس اے نازان حسین کا آج منجا ہے　　یون غم کے دل چہوٹے خاران حسین کا آج منجا ہے

صدق سون شاہ کا ماتم کیا ہوشیار ہیں ہردم
زجان وائے ستے ہم حسین کا آج منجا ہے

(کیمبرج)

(۷۶) ہاشم۔

ظالمان شہ کون مدینہ پھر کے جانے نہیں دے
جدکے روضہ جا کے حال اپنا سناتے نہیں دے
طفل پیاسی تلملے پانی پلانے نہیں دے
دکھ میں سرور کے یتیماں کو سولانے نہیں دے
تھا اے ہاشم مجہ کو عظمت ترک اشعار جدید
سبکے ہے دل میں درد حسین شہید
اشک طفلان ہو دامن گیر ماتم کر مزید
لوح دل سیں یو سطر غم کے مٹانے نہیں دے

(اڈنبرا)

(۷۷) یاد۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

حضرت نبی اپنے نواسیان کی خبر لو　　ہیں چورن میں گہائل زخمان کی خبر لو

اے یاد زار غم سون اماماں کے یہ اٹھ دن　　اس غم زدیان کے حال پریشان کی خبر لو

(کیمبرج)

خاتمہ صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دَور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہوسکتی ہے بلکہ دکن میں اُردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پرداز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن فہمی کا لاف ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ مواد فراہم کیا تھا وہ ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بجنسہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمداً رکھا گیا ہے تاکہ کانہ مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر المالطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سر ڈینسن راس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے بھی مجھے مدد ملی۔

ناشکرگزاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سر عقیل نواز جنگ بہادر اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی نہ لوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

آخر پر مجھے افسوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی توسیع نہیں دی گئی جس کے باعث جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

خدا سے دعا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردان اردو مستفید ہوں۔
وما علینا الا البلاغ ۔ فقط

ہاشمی

ضمیمہ (الف) فہرست کتب (اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فراہمی مواد میں مدد لی گئی)

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان	مطبوعہ یا مخطوطہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	″	″	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریو	″	″	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان	اسٹوارٹ	″	″	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن
۶	فہرست کتب خانہ توپخانہ اودھ	اسپرنگر	″	″	″
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد اشرف اسحٰق، ایتھے، رابنسن	″	″	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	برون	″	″	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری آکسفرڈ	ایتھے	″	″	بوڈلین لائبریری آکسفرڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات ایٹن کالج	مارگولتھ	″	″	ایٹن کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		″	″	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات (پیرس)		فرینچ	مطبوعہ	ببلیاتھک دی نیشنل پیرس
۱۳	فہرست اُردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد عبدالقادر صاحب سروری	اُردو	〃	مملوکہ راقم
۱۴	فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن		〃	〃	〃
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر	×	〃	قلمی	〃
	تاریخ				
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم لندن
۱۷	حدیقۃ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ شیرازی	〃	〃	〃
۱۸	بساتین السلاطین	ابراہیم زبیری	〃	〃	〃 و انڈیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	قزوینی استرآبادی	〃	〃	〃
۲۰	احوال سلاطین بیجاپور	پیرزادہ غلام محی الدین	〃	〃	〃
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟	〃	〃	انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟	〃	〃	〃
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نوراللہ	〃	〃	〃 و راقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی	〃	〃	〃
۲۵	تذکرۃ البلاد و الحکام	حسن علی کرمانی	〃	〃	مملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر	〃	〃	برٹش میوزیم لندن

۲۷	تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	فارسی	مخطوطہ	مملوکہ راقم
۲۸	انور نامہ	محمد اسمٰعیل الجیدی	//	//	//
۲۹	تاریخ والا جاہی	×	//	//	//
۳۰	نشان حیدری	حسن علی کرمانی	//	//	کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن
۳۱	نورس نامہ گلشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	//	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۳۲	حدیقۃ العالم	میر عالم	//	//	//
۳۳	گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	//	//	//
۳۴	تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	//	//	//
۳۵	واقعات سلطنت بیجا پور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	//	کتب خانہ آصفیہ
۳۶	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	//	//	مملوکہ راقم
۳۷	حیدر نامہ	؟	//	مخطوطہ	انڈیا آفس
۳۸	تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب مرحوم	//	//	مملوکہ مولوی محمد غوث صاحب
۳۹	عہد سلف	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم	//	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۰	مقالہ مرتضیٰ	//	//	//	//
۴۱	سلسلۂ آصفیہ تاریخ دکن	عبدالغفور خان	//	//	//
۴۲	صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	//	//	//
۴۳	تزک محبوبیہ	غلام صمدانی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	//
۴۴	بستان آصفی	وٹھل راؤ مانک راؤ	//	//	//

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	"	"	"
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	"	"	"
۴۸	دکن میں اردو	راقم	"	"	"

تذکرہ جات

۴۹	تذکرہ فتح علی گردیزی	فتح علی الحسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	"	"	"
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	"	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	"	"	"
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	"	"	"
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ لچھمی نارائن شفیق	"	"	"
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	"	"	"
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	"	"	"
۵۷	صبح وطن	"	"	"	"
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملکاپوری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	"	"	"
۶۰	آبحیات	محمد حسین آزاد	"	"	"
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	"	"	"
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	"	"	انڈیا آفس

ادبیات فارسی

۶۳	سیف الملوک و بدیع الجمال	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم
۶۴	طوطی نامہ	ضیاء الدین نخشبی	"	"	"
۶۵	طوطی نامہ	ابوالفضل	"	"	"
۶۶	خاور نامہ	حسام الدین	"	"	"
۶۷	پدماوت	ملک محمد جائسی	بھاکھا	"	ببلیاتھک دی نیشنل پیرس
۶۸	پدماوت	عبدالشکور بزمی	فارسی	"	برٹش میوزیم
۶۹	شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۰	فرخ بخش	سچھی رام	"	"	"
۷۱	بہرام و گل اندام	؟	"	"	"
۷۲	مہر و ماہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۳	کنور منوہر و مدھومالت	؟	"	"	"
۷۴	میکا و منوہر	مادھوداس گجراتی	"	"	انڈیا آفس
۷۵	قصہ مدھمالت	؟	"	"	"
۷۶	قصہ فیروز شاہ	؟	"	"	"
۷۷	روضۃ الشہدا	ملا حسین کاشفی	"	"	"
۷۸	منطق الطیر	شیخ فرید الدین عطار	"	"	"
۷۹	ہشت بہشت	امیر خسرو	"	"	"

۸۰	جنگ نامہ	محمد حنیف	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۸۱	در مجالس	سیف بن ظفر نوبہاری	〃	〃	〃
۸۲	دہ مجلس	؟	〃	〃	〃

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (سنہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قایم کیا گیا ہی)

نمبر سلسلہ	صراحت سنہ	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
		(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)	
۱	سنہ ۱۰۱۸ھ	مثنوی قطب مشتری	۲۷
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۳	سنہ ۹	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	سنہ ۱۰۵۰ھ	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۵	سنہ ۱۰۵۹ھ	مثنوی خاور نامہ	۸۳۲
۶	سنہ ۱۰۶۶ھ	مثنوی پھول بن	۸۰
۷	سنہ ۱۰۶۶ھ	نسخہ ثانی	۸۰
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	〃	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	〃	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	〃	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	سنہ ۱۰۷۷ھ	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۴	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۱۵	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	سنہ ۱۰۹۱ھ	قصہ پدماوت	۱۱۸

۱۷	سنہ ۱۰۹۲ھ	جنگ نامہ	صفحہ ۱۴۱
۱۸	سنہ ۱۰۹۵ھ	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۹	سنہ ؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۲۰	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۲۱	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲۲	سنہ ۱۱۰۰ھ	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۲۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۴	سنہ ۱۱۳۰ھ	نسخۂ ثانی	۳۵۲
۲۵	سنہ ۱۱۳۱ھ	منطق الطیر	۳۶۵
۲۶	سنہ ؟	مثنوی دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۷	سنہ ؟	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۸	سنہ ؟	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۹	سنہ ؟	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۳۰	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۲	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۳	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۴	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۵	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۶	سنہ ″	″	۴۸۲
۳۷	سنہ ″	″	۴۸۲

۳۸	سنہ ۱۱۶۴ھ	مثنوی عقد فاطمہ	صفحہ ۵۱۱
۳۹	سنہ ۱۱۶۴ھ	معجزات رسالت	۵۱۳
۴۰	۰	دیوان سراج	۵۱۵
۴۱	۰	حیدر نامہ	۴۰۴
۴۲	؟	مثنوی طالب وموہنی	۴۲۷
۴۳	؟	رازق باری	۴۳۴
۴۴	؟	قصہ بہول صادق	۵۳۹
۴۵	سنہ ۱۱۷۴ھ	جنگ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
۴۶	"	جنگ مرہٹہ وشاہ درانی	۵۴۴
۴۷	؟	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۴۸	؟	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۴۹	؟	نسخہ ثانی	۴۱۴
۵۰	؟	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۵۱		دیوان عزلت	۵۲۱
۵۲	سنہ ۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	۴۱۷
۵۳	"	"	۴۱۷
۵۴	"	"	۴۱۷
۵۵	"	"	۴۱۷
۵۶	"	"	۴۱۷
۵۷	"	"	۴۱۷
۵۸	"	"	۴۱۷

۸۰	؟	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۸۱	؟	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۸۲	؟	ہشام و قمر	۵۹۸
۸۳	؟	حکایت سوداگر	۶۰۲
۸۴	؟	چوہوں کا بادشاہ	۶۰۲
۸۵	؟	احمق برہمن	۶۰۴
۸۶	؟	احمق عورت	۶۰۵
۸۷	؟	خوبی قسمت	۶۰۵
۸۸	؟	جنگی شہزادہ	۶۰۶
۸۹	؟	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	۶۰۸
۹۰	؟	ترجمہ گلستان	۶۰۹
۹۱	؟	نسخہ دیگر	۶۰۹
۹۲	؟	قصہ انار رانی	۶۱۳
۹۳	؟	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۹۴	؟	ترجمہ سراجی	۶۱۸
۹۵	؟	گنج نامہ	۶۱۹
۹۶	؟	شرح دوبیت	۶۲۰
۹۷	؟	کتاب الاخلاق	۶۲۸
۹۸	؟	گیت احمد	۶۳۰

(۲) کتب خانہ برٹش میوزیم لنڈن

۱	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸

۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	نسخۂ ثانی ناقص	۳۸
۳	سنہ ۱۰۴۹ھ	طوطی نامہ	۵۷
۴	سنہ ۱۰۴۹ھ	نسخۂ ثانی	۵۷
۵	سنہ ۱۰۵۰ھ	قصہ بہرام وحسن بانو	۲۱۷
۶	سنہ ۱۰۵۰ھ	نسخۂ ثانی	۲۱۷
۷	؟	مثنوی ہشت بہشت	۲۲۳
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۹	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۳۸۷
۱۰	سنہ ۱۰۸۱ھ	مثنوی بہرام وگل اندام	۹۱
۱۱	سنہ ۱۰۹۴ھ	قصہ رضوان شاہ روح افزا	۱۴۹
۱۲	؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۱۳	سنہ ۱۱۰۹ھ	غوث نامہ	۳۴۴
۱۴	سنہ ۱۱۲۵ھ	جنگ نامہ حیدری	۳۴۷
۱۵	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۱۶	سنہ ۱۱۵۶ھ	شوہر نامہ	۵۰۵
۱۷	سنہ ۱۱۶۴ھ	سوداگر کی بی بی	۵۰۷
۱۸	سنہ ۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۳۳۶
۱۹	؟	حیدر نامہ	۴۰۴
۲۰	سنہ ۱۲۰۶ھ	محبوب القلوب	۴۵۰
۲۱	سنہ ۱۲۰۶ھ	تحفۂ احباب	۲۵۲
۲۲	سنہ ۱۲۰۶ھ	ریاض العارفین	۴۲۰

۲۳	سنہ ۱۲۰۷ھ	ریاض الجنان	۴۵۳
۲۴	؟	چار گلشن	۴۷۹
۲۵	سنہ ۱۲۰۸ھ	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۲۶	؟	لعل و گوہر	۵۲۵
۲۷	؟	قصہ تیرہویں صدی	۵۴۶
۲۸	؟	طبیب موسیٰ	۵۴۸
۲۹	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۳۰	؟	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۳۱	؟	ترجمہ گلستان	۶۱۰

(۳) کتب خانہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن

۱	سنہ ۱۰۶۶ھ	پھول بن	۸۰
۲	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۴	؟	اضراب سلطانی	۴۰۸

(۴) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی وغیرہ

۱	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	ایضاً نسخہ ثانی	۳۸
۳	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۴	سنہ ۱۱۴۳ھ	نسخہ ثانی	۴۸۲

۵	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی نسخہ ثالث	۴۸۲
۶	؟	بیاض مراثی	۶۳۲

(۵) کتب خانہ اکسفرڈ یونیورسٹی (بوڈلین لائبریری)

۱	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۲	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	"	نسخہ ثانی	۴۸۲
۴	سنہ ۱۲۱۱ھ	گلزار عشق	۴۵۵

(۶) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی اڈنبرا

۱	؟	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۲	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	سنہ ۱۱۶۹ھ	مراثی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۶۴۳
۴	سنہ ۱۱۹۳ھ	بیاض مراثی	۴۳۲

(۷) ببلیاتک دی نشنیل (قومی کتب خانہ پیرس)

۱	سنہ ۱۱۰۹ھ	یوسف زلیخا	۳۳۸
۲	سنہ ۱۱۴۴ھ	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳	سنہ ۱۱۴۴ھ	انواع العلوم	۵۰۴
۴	سنہ ۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۴۳۶
۵	سنہ ۱۱۸۵ھ	تحفۃ النساء	۴۴۲

۶	۱۲۰۶ھ	ریاض الجنان	۴۵۳
۷	؟	معراج نامہ	۴۴۵
۸	؟	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۹	؟	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۰	؟	عقائد مولوی محمد باقر	۴۴۸
۱۱	؟	ترجمہ گلستان	۶۱۱
۱۲	؟	ترجمہ گلستان	۶۱۱
۱۳	؟	معراج نامہ	۶۲۲
۱۴	؟	افسانہ ہندی	۶۲۴
۱۵		جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
۱۶		آئین و قوانین افواج کمپنی	۶۲۶

صدر جملہ ۱۶۳

ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین معہ صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نشان سلسلہ	نام	تصنیف	نمبر صفحہ
	(الف)		
۱	احمد	مصیبت اہل بیت	۷۵
۲	ابن نشاطی	پھول بن	۸۰
۳	امین	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۴	افضل	محی الدین نامہ مرثیہ	۱۷۵ ۱۸۲
۵	امین	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	امین	یوسف زلیخا	۳۳۸
۷	اشرف	جنگ نامہ حیدر مرثیہ	۳۴۷ ۳۷۹
۸	ابن جعفر	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۹	(محمد) اسحاق	ریاض العارفین	۴۲۰
۱۰	آگاہ	ہشت بہشت	۴۳۶
۱۱	"	تحفۃ النسا	۴۴۲
۱۲	"	معراج نامہ	۴۴۵
۱۳	"	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۴	"	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۱۵	"	عقائد	۴۴۸
۱۶	"	محبوب القلوب	۴۵۰

۱۰	آگاہ	تحفۂ احباب	۴۵۲
		ریاض الجناں	۴۵۳
		گلزارِ عشق	۴۵۵
۱۱	(مرزا) اسمٰعیل	بہارِ دانش کی حکایتیں	(از ۶۰۱ تا ۶۰۶)
۱۲	احمد	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۱۳	احمد	گیت	۶۳۰
۱۴	امامی	مرثیہ	۶۵۱
۱۵	اکبری	مرثیہ	۶۵۲
۱۶	اصغر	مرثیہ	۶۵۳
۱۷	ابوتراب	مرثیہ	۶۵۳
۱۸	افصح	مرثیہ	۶۵۴
۱۹	اکبر	مرثیہ	۶۵۴
۲۰	احمد	مرثیہ	۶۵۴
۲۱	الفی	مرثیہ	۶۵۵
	ت		
۲۲	تحقیق	مرثیہ	۶۵۵
۲۳	تقی	مرثیہ	۶۵۵
۲۴	تراب	مرثیہ	۶۵۵
	ج		
۲۵	جلیل	مرثیہ	۶۵۶

۸۹	فتح اللہ	مرثیہ
۹۰	فضل	مرثیہ
	ق	
۹۱	قیاسی	سوداگر کی بی بی
۹۲	قائم	مرثیہ
۹۳	قطب	مرثیہ
۹۴	قربان علی	مرثیہ
۹۵	قربان	مرثیہ
	ک	
۹۶	کاظم	مرثیہ
۹۷	کمینہ	در مجالس
۹۸	کمتر	مرثیہ
	گ	
۹۹	گلزار	مرثیہ
	ل	
۱۰۰	لطیف	ظفر نامہ مرثیہ
۱۰۱	لطفی	بہول صادق
۱۰۲	لطف	مرثیہ
	م	
۱۰۳	مقیمی	چندر بدن و مہیار

۱۰۴	مرزا	مرثیہ	۱۸۸
۱۰۵	(شاہ) ملک	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۰۶	مرزا	مرثیہ	۳۱۸
۱۰۷	مخدوم حسینی	عقد فاطمہ	۵۱۱
		معجزات رسالت	۵۱۳
۱۰۸	کمینہ	اسلام عمر	۵۷۷
۱۰۹	مخدوم	نافرمان عورت	۵۸۴
۱۱۰	محی الدین	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۱۱۱	میر	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۱۱۲	موسیٰ	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۳	مسیحا	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۴	محبان	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۵	معتبر خاں	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۶	ماتمی	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۷	معجز	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۸	مسیح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۱۹	مبتلا	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۰	مصلح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۱	مکھن	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۲	مسکین	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۳	مدحی	مرثیہ	۶۷۶

۱۳۹	ولی	دیوان مرثیہ	۴۸۲ ۶۳۴
	ہ		
۱۴۰	ہاشمی	مرثیہ	۳۲۰
۱۴۱	ہاشم علی	دیوانِ حسینی	۶۴۳
۱۴۲	ہوشدار	مرثیہ	۶۸۰
۱۴۳	ہوشیار	مرثیہ	۶۸۱
۱۴۴	ہاشم	مرثیہ	۶۸۱
	ی		
۱۴۵	یتیم احمد	مرثیہ	۳۸۱
۱۴۶	یاد	مرثیہ	۶۸۱

حسب ذیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمارہ	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲	حیدر نامہ	۴۰۴
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ مینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ انار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸

تمام شد

ضمیمہ (د) فہرستِ مخطوطات بلحاظ حروفِ تہجی

نام مخطوطہ	صفحہ	نام مخطوطہ
الف		**پ**
ابوشحمہ	۱۰۰	پھول بن
انواع العلوم	۵۰۴	پدماوت
اسلام عمرؓ	۵۷۷	پھول بن
انوار سہیلی	۵۷۹	**ت**
ابراہیم ادہمؒ	۵۸۸	تحفۃ النساء
انار رانی	۶۱۳	تحفۂ احباب
افسانۂ ہندی	۶۲۴	تیرھویں صدی
آئین وقوانین افواج کمپنی	۶۲۶	**ج**
اخلاق	۶۲۸	جنگ نامہ
ب		جنگ نامہ حیدر
بہرام وگل اندام	۹۱	جنگ نامہ بھاؤ راؤ
بہرام وحسن بانو	۲۱۷	جنگ بھاؤ مرہٹہ وشاہ درانی
بہو ساس	۳۳۱	جنگ امیر حمزہ
بہلول صادق	۵۳۹	**چ**
بہار دانش	۶۰۱	چندر بدن و مہیار
بندگان عالی	۶۱۶	چار گلشن

ختم

مؤلف کی دیگر کتابیں

۱۔ **دکن میں اردو**۔ جس میں دکن میں اردو کی ابتدا اور اس کے ارتقا پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قطب شاہی، عادل شاہی اور دورِ آصفیہ کے نظم و نثر کے نمونے بھی دئے گئے ہیں۔ بار ثانی کے چند نسخے باقی ہیں۔ قیمت .... عـہ

۲۔ **رہبر سفر یورپ**۔ جسمیں سفر یورپ کے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات پیش کئے گئے ہیں۔ جہازی کمپنیاں۔ سفر یورپ کا موسم۔ راستے قیام کے طریقے۔ شہر لندن کے حالات وغیرہ کا تفصیل سے ذکر ہے اور یورپ کے تمدن و معاشرت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یورپ جانیوالوں کے لئے نہایت مفید ہے قیمت ۱۲/

۳۔ **نجم الثاقب**۔ شافعی بچوں کیلئے مختصر فقہ قیمت ۲/

۴۔ **مقالاتِ ہاشمی**۔ مؤلف کے تاریخی، تنقیدی، ادبی، اخلاقی اور معاشرتی مضامین کا مجموعہ جو دکن اور ہندوستان کے سربرآوردہ رسالوں میں شائع ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ (زیر طبع)

پتہ:— ظہیر الدین۔ تلجا گوڑہ۔ ترپ بازار حیدرآباد دکن